ebooks.i360.pk

رسومِ دہلی

سید احمد دہلوی

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

RASOOM-E-DELHI

BY: SYED AHMAD DELHIVI, PRICE 15.00

ebooks.i360.pk

رسومِ دہلی

از

مولوی سیّد احمد دہلوی

(مؤلفِ فرہنگِ آصفیہ)

کتاب کار پبلیکیشنز
رام پور

ebooks.i360.pk

قیمت : پندرہ روپے

مطبع : دہلی پرنٹنگ پریس - رام پور

با اختیار تقسیم کار :

موڈرن پبلشنگ ہاؤس

۹ گولا مارکیٹ - دریا گنج

نئی دہلی ۲ ۱۱۰۰۰۲

ebooks.i360.pk

فہرست مضامین

	پیش لفظ	شان الحق حقی	۷
	مولوی سید احمد دہلوی	از سید یوسف بخاری، دہلوی	۱۲
	تمہید : مصنف	ا	۳۷
۱ -	بچہ پیدا ہونے کی رسمیں		۴۲
۲ -	ستوانسا		؍؍
۳ -	نوماسا		۴۳
۴ -	بچا گیریان		۴۹
۵ -	چھٹی		۵۴
۶ -	عقیقہ		۵۶
۷ -	زچہ کے تارے دیکھنا		۵۷
۸ -	روٹ کا نقشہ		۶۰
۹ -	سردان کرنے کی رسم		۶۳
۱۰ -	رتجگہ		۶۴
۱۱ -	چلّے		۶۵
۱۲ -	لوری		۶۷
۱۳ -	مرنڈوں کی رسم		۶۹
۱۴ -	دانتوں کے نکلنے کی رسم		۷۰

۱۵ -	سال گرہ	۷۰
۱۶ -	دودھ بڑھانا	۷۱
۱۷ -	رسم ختنہ	۷۱
۱۸ -	گھوڑی چڑھانا	۷۳
۱۹ -	ناک کان چھدوانے کی رسم	۷۴
۲۰ -	رسم بسم اللہ	۷۵
۲۱ -	ہدیہ	۷۶
۲۲ -	آمین	۷۷
۲۳ -	روزہ	۷۸
۲۴ -	مونچھوں کا کونڈا	"
۲۵ -	بیاہ شادی کی رسمیں	۷۹
۲۶ -	ایجاب وقبول	۸۳
۲۷ -	بات	۸۷
۲۸ -	رقعہ	"
۲۹ -	منگنی	۸۸
۳۰ -	بیاہ مانگنا	۹۴
۳۱ -	مانیوں بٹھانا	۹۵
۳۲ -	سہاگ گھوڑیاں	۹۷
۳۳ -	ابٹنا کھیلنا	۱۰۰
۳۴ -	ساچق	۱۰۱
۳۵ -	شربت پلائی	۱۰۷

۳۶	منہدی	۱۰۷
۳۷	برات	۱۰۹
۳۸	صحنک	"
۳۹	برات کی تیاری	۱۱۲
۴۰	سہرا	۱۱۷
۴۱	مبارکباد	۱۱۸
۴۲	ریت رسم	"
۴۳	لوٹنا	۱۲۲
۴۴	آرسی مصحف	۱۲۴
۴۵	جہیز	۱۲۶
۴۶	سامان جہیز	۱۲۶
۴۷	منڈھا	۱۲۹
۴۸	رخصت کے گیت کا ترجمہ اور مطلب	۱۳۰
۴۹	بنڑا	۱۳۳
۵۰	چوتھی	۱۳۵
۵۱	چالے	۱۳۷
۵۲	فصد جلاب اور جونکوں کے موقع کی رسم	۱۳۸
۵۳	سفر کی رسمیں	"
۵۴	رسومِ میت	۱۴۱
۵۵	عہد نامے کا ترجمہ	۱۴۵
۵۶	بیان	۱۴۸

۵۷ فاتحہ سوم یا پھول جسے تیجا کہتے ہیں ۱۵۰
۵۸ چالیسواں ۱۵۳
۵۹ عرفہ ۱۵۴
۶۰ تبارک 〃
۶۱ دیا ۱۵۶
۶۲ سہاگنوں اور اوتوں کی فاتحہ 〃
۶۳ فصل کی ترکاریاں 〃
۶۴ اذکار مردگاں 〃
۶۵ قبروں کی درستی ۱۵۷
۶۶ شہید مردے 〃
۶۷ شہدائے کربلا ۱۵۸
۶۸ شب برات ۱۶۰
۶۹ عیدی ۱۶۲
۷۰ فرہنگ ۱۶۳
۷۱ اشارات ۱۸۸

پیش لفظ

مولوی سید احمد دہلوی، جن کی سب سے مشہور تالیف "فرہنگ آصفیہ" ہے - اور بھی بہت سی کتابوں کے مصنف تھے، جن کی ایک فہرست انہی اوراق میں شامل ہے - فرہنگ آصفیہ کی طرح ان کی دوسری کتابیں بھی اب کمیاب بلکہ بعض بالکل نایاب ہیں - رسوم دہلی بھی انہی میں ہے - یہ صرف ایک بار ۱۹۰۵ء میں مخزن پریس، دہلی سے شائع ہوئی تھی - موجودہ نسخہ اسی اشاعت پر مبنی ہے - صرف اوقاف و رموز یا رسم تحریر میں جستہ جستہ مناسب ترمیم کی گئی ہے، لیکن جہاں املا کے تصرف سے مولف کے اصل تلفظ کی بابت اشتباہ کا امکان تھا، وہاں یہ تصرف نہیں کیا گیا - ابواب کی تقسیم اور ان کے عنوانات وہی ہیں جو اصل نسخے میں تھے - ایک فرہنگ کا اضافہ کیا گیا ہے، جو کسی حد تک اشاریہ کا فائدہ بھی رکھتی ہے -

اس کے علاوہ سید صاحب مرحوم پر ایک تفصیلی مقالہ بھی شامل اشاعت ہے جو جناب یوسف بخاری کی کاوشِ قلم کا نتیجہ ہے - اور وہی اس کا حق ادا کر سکتے تھے، نہ صرف اس لئے کہ مصنف سے خاندانی قرابت رکھتے ہیں (جو کسی حد تک راقم الحروف کو بھی ہے)، بلکہ علم الانساب والاعلام جس پر اب کم توجہ دی جاتی ہے - ہماری روایات میں سے تھا، اور بخاری صاحب

نے اسے نہیں بھلایا بلکہ دلی کے خاندانوں کی حد تک کما حقہ ان کی دسترس میں ہے۔ بخاری صاحب نے اپنے مقدمے میں مصنف کی حیات و سیرت کے علاوہ ان کی علمی و تصنیفی زندگی کی بابت بھی بہت مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں۔

رسوم دہلی ادبی تصنیف نہیں، نہ مولف فرہنگ آصفیہ ادیب تھے۔ اس کی اہمیت لغوی، تاریخی اور سماجی ہے۔ ہماری سماجی زندگی میں ہمارے دیکھتے دیکھتے بڑا انقلاب آچکا ہے۔ زندگی ہر دور میں رسموں کی پابند ہوتی ہے۔ یہ رسمیں بدلتی بھی رہتی ہیں اور یہ تبدیلیاں تاریخ و اجتماعیات کے لئے بڑے معنی رکھتی ہیں۔ جو باتیں کل تک جانی بوجھی اور دیکھی بھالی تھیں، اب افسانہ ہوگئیں۔ کل تک اس افسانے کے سنانے والے بھی ڈھونڈے نہ مل سکیں گے۔ یہ ہنداسلامی تہذیب کا ایک باب ہے جس کا مطالعہ ان لوگوں کے لیے شرط ہے جو اپنی تہذیبی و سماجی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہوں۔

شان الحق حقی

فہرست کتب

مؤلفہ و مصنفہ منشی سید احمد دہلوی

۱ ۔ فرہنگ آصفیہ ۔ جلد اول ۔ مطبوعہ گلزار محمدی
اسٹیم پریس ، لاہور ۔ ۱۹۱۸ء
" " جلد دوم ۔ مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور ۱۹۰۸ء
" " جلد سوم ۔ مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور ۱۸۹۸ء
" " جلد چہارم ۔ مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور ۱۹۰۱ء

۲ ۔ ارمغان دہلی ۔ فرہنگ آصفیہ کا پہلا نام ، مشتمل بر لغات الف ممدودہ ۔

۳ ۔ ہندوستانی اردو لغت ، فرہنگ آصفیہ کا پہلا نام ۳۹ ، رسائل کی صورت میں ، مشتمل بر جلد اول و دوم ۔

۴ ۔ لغات النساء ۔ مطبوعہ کاشی رام پریس سابق نول کشور پریس لاہور ۱۹۱۶ء

۵ ۔ لغات المدارس ۔ مدارس کے طلبہ کے لیے ضروری لغات ۔

۶ ۔ تزئین کلام ۔ آٹھ ہزار ضرب الامثال مع قصص متعلقہ

۷ ۔ کنز القواعد ۔ محاورات و مصطلحات ۔

۸ ۔ مرقع تکمیل الکلام ۔ اصطلاحات پیشہ وران ۔

۹ ۔ مرقع زبان دہلی ۔ روزمرہ و محاورات ۔

۱۰ ۔ روزمرہ دہلی ۔ اہل دہلی کی گفتگو کا نمونہ

۱۱ ۔ ناری کتھا ۔ ہندوؤں کی زنانہ روزمرہ بطور مکالمہ

۱۲ ۔ تحقیق الکلام ۔ علم زبان کا بیان اور حروف کا تغیر و تبدل وغیرہ ۔

۱۳ ۔ علم اللسان ۔

۱۴ ۔ محاکمۂ مرکزِ اردو ۔ اردو زبان پر ایک تحقیقی مقالہ ۔

۱۵ ۔ قواعدِ اردو ۔ اردو صرف و نحو ۔

۱۶ ۔ تفہیم المصادر ، علم مصادرِ اردو

۱۷ ۔ انشائے ہادی النساء ، زنانہ خط و کتابت خانہ داری ، دلی کی بیگماتی زبان میں مع رسوم وغیرہ ۔

۱۸ ۔ تحریر النساء ۔ زنانہ خط و کتابت مابین مرد و عورت ۔ انشائے ہادی النساء کا حصہ دوم ۔

۱۹ ۔ فسانۂ راحت ۔ اپنی مرحومہ صاحبزادی محمودی بیگم کی یادگار میں ، عورتوں کے لیے ایک اصلاحی معاشرتی کہانی ، دلی کی بیگماتی زبان میں ۔

۲۰ ۔ قصۂ مہرافروز ۔ دلی کے ایک سگھڑ اور دوسرے پھوہڑ گھرانے کی معاشرت

۲۱ ۔ چتر بہیلی ۔ شہرافروز بیگم کا قصہ ۔

۲۲ ۔ لڑکیوں کی پہلی کتاب ۔ ایک سچی کہانی ۔

۲۳ ۔ ایمنہ مصری کا قصہ ۔ کہانی ۔

۲۴ ۔ ایک یار مار کشمیری پنڈت ۔ فرہنگ آصفیہ کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں ایک پنڈت کی داستانِ بے وفائی ۔

۲۵ ۔ رسومِ دہلی ۔ مسلمانوں کی پیدائش سے موت تک کی تمام رسوم ۔

۲۶ ۔ ریت بکھان ۔ ہندوؤں کی پیدائش سے موت تک کی تمام رسوم ۔

۲۷ ۔ رسوم ہنود ۔ وشنی قوم کی پیدائش سے موت تک کی تمام رسوم ۔

۲۸ ۔ رس کھان ۔ پہیلیاں ، کہہ مکرنیاں ، نسبتیں یا دو سخنے ، کبت ، دوہے ، بھجن ، گیت وغیرہ ۔

۲۹ - سیر شملہ - کوہ شملہ کے دلچسپ حالات، تاریخی شواہد کی روشنی میں ۔
۳۰ - وقائع درانیہ - تاریخ ۔
۳۱ - سفرنامہ مہاراجہ راؤ الور، واقعات سفر ۔
۳۲ - مناظرۂ تقدیر و تدبیر - فلسفۂ تقدیر و تدبیر پر ایک سیر حاصل بحث ۔
۳۳ - تسخیرِ شوہر - ازدواجی زندگی کو خوش اور کامیاب بنانے کے اصول ۔
۳۴ - اخلاق النساء - شہزادیوں اور امیرزادیوں کی قابل تقلید اخلاقی باتیں ۔
۳۵ - طبیعی تعلیم - بچوں کو کھیلوں کے ذریعے صحت کی طرف راغب کرنے کے لیے حکیمانہ مشورے ۔
۳۶ - بچوں کا رکھ رکھاؤ - اولاد کی صحت کے لیے طبی چٹکلے ۔

مولوی سیّد احمد دہلوی

سیّد یوسف بخاری دہلوی

خان صاحب منشی سیّد احمد دہلوی، مرحوم، غدر سے گیارہ برس قبل ۹ محرم ۱۲۶۲ھ مطابق ۸ جنوری ۱۸۴۶ء منگل کے دن پیدا ہوئے۔ مقام ولادت کوچہ بلاقی بیگم، دہلی تھا۔ جس گھر میں ان کا نال گڑا وہ کرائے کا مکان تھا۔ اس کے مالک حافظ بہاء الدین ملازم دربار شاہی تھے۔ پیدائش کے چھ سات ماہ بعد ان کے والد نے خانقاہ حضرت شاہ صابر چشتی کے باغ، واقع سڑک فیض بازار میں موتی بیگم زوجہ میر ظہور علی سے ایک مکان خریدا۔ اسی مکان میں سیّد احمد کے برادر خورد سیّد حسین عرف منا پیدا ہوئے۔ غدر کے زمانہ گیرودار میں شہر سے باہر، مقبرہ ہمایوں کے قریب "عرب سرائے" میں پناہ گزین ہوئے۔ تقریباً ۴۳ برس تک یہیں رہتے رہے۔ ۱۹۰۰ء میں حویلی نواب مظفر خاں واقع ترکمان دروازہ دہلی آکر مقیم ہوئے۔ یہاں سے ۱۹۰۸ء میں اٹھ کر گلی سوار خاں، واقع کوچہ پنڈت دہلی میں رہائش اختیار کی۔ پھر اپنی عمر کے آخری ایام میں کہ ۱۹۱۶ء تھا، گلی شاہ تارا متصل اجمیری دروازہ، دہلی میں جا بسے۔ یہیں ان کا انتقال ہوا۔ تاریخ وفات اتوار، ۱۹ رجب ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء اور مدفن باغیچی پیرزادہ بیگم

مولوی عبداللہ بافقیہ شافعی، واقع قطب روڈ دہلی تیل مل کی پشت پر ہے
یہ تاریخ راقم الحروف کو اپنے عم بزرگوار شمس العلماء سید احمد، مرحوم شاہی امام،
جامع مسجد دہلی (۱) کی قلمی بیاض سے حاصل ہوئی جسے وہ روزانہ بالالتزام لکھا
کرتے تھے۔

منشی سید احمد، نجیب الطرفین سیّد، حسنی و حسینی تھے۔ ان کا آبائی سلسلۂ
نسب کئی پشتوں کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رح سے جا ملتا ہے۔ لیکن
انھوں نے فرہنگ آصفیہ میں صرف سات پشتوں تک اپنے آباؤ اجداد کے نام
تحریر کیے ہیں۔ شجرہ ملاحظہ ہو:

شجرہ ددھیال

(منشی سیّد احمد دہلوی)

۱۔ حاجی سید سلیمان شاہ (مورث اعلیٰ)

۲۔ سید عمر علی ۳۔ سید ارزاں علی

۴۔ اصل نام نامعلوم عرفیت سید پلٹ علی (۵) سید کرم علی۔

۶۔ سید خواجہ علی (جد امجد منشی سید احمد دہلوی)

---

(۱) پیدائش یکم شعبان ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء، انتقال ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء مدفن آبائی قبرستان گوشۂ باغیچہ زیر دروازہ شمال مغربی جامع مسجد دہلی۔

جدامجد منشی سیّد احمد، دہلوی

سید عبدالرحمٰن مونگیری

سید نعمت علی

سید اشرف حسین

منشی سید احمد، دہلوی

سید حسین عرف منا متوفی بعمر ۱۹ سال ۱۸۶۸ء

سید بیگم (از بطن مغلانی بیگم زوجہ اول) زوجہ شمس العلماء سید احمد امام جامع مسجد، دہلی۔

محمودی بیگم

سید احمد عرف دربار احمد

ہندوستان میں ان کے مورث اعلیٰ حاجی سید سلیمان شاہ رئیس، موضع بارو، پرگنہ ملکی، صوبہ بہار تھے جن کی آٹھویں پشت میں ہمارے نامور منشی سید احمد پیدا ہوئے۔ سید سلیمان شاہ کے بعد ان کی نسل میں مثل ہمارے ممدوح بہت سے نامی بزرگ مثلاً سیاح، حکیم، صوفی، صدر الصدور اور صدر امین وغیرہ ہوئے۔

منشی سید احمد کے والد ماجد، حافظ قاری مولوی سید عبدالرحمٰن مونگیری، ایک سچے اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ ان کو شروع ہی سے تحصیل علم دین کا شوق تھا۔ چنانچہ وہ اپنے زمانۂ عنفوان شباب میں کہ ان دنوں دلی صوفیاء اور علماء دین کا منبع و مرکز تھی تحصیل علم دین اور قلب و ضمیر کی جلا کے لیے اپنا وطن قدیم چھوڑ کر دلی آگئے۔ یہاں آکر خوبی تقدیر سے ان کا عقد عرب سرائے کے ایک روشن ضمیر بزرگ (دیکھیے شجرہ دوم) سید محمد باقفیہ (چہارم) کی صاحبزادی سے ہوگیا۔ وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ حضرت اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد بریلوی کی خدمت میں صرف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان حضرات کے ہمراہ وہ سوات اور بنیر تک گئے۔ جب ان دونوں مجاہدین اسلام نے جام شہادت نوش کیا تو یہ ٹونک ہوتے ہوئے

دوبارہ دلی آگئے اور پھر دلی ہی کے ہو رہے۔ بالآخر جب قضاء الٰہی نے پکارا تو یہیں کی خاک پاک میں چھپ گئے۔ ابتداء میں جب ان کی رہائش حضرت شاہ صابر چشتیؒ کے باغ والے مکان میں تھی اس وقت وہ دلی کے ایک رئیس فوج دار خاں اور ایک دوسرے بزرگ سید اشرف علی کے بچوں کے اتالیق تھے۔ خانقاہ صابریہ کے متصل ایک کہنہ مسجد ہے، اس میں پیش امام تھے۔

منشی سید احمد کی ننہال کی تاریخ پوری عرب سرائے دہلی کی تاریخ ہے۔ جس کی بانی حضرت حاجی بیگم محل حضرت ہمایوں، بادشاہ تھیں۔ یہ عمارت اہل عرب کی رہائش کے باعث تاریخی شہرت رکھتی ہے۔ دراصل یہاں وہ عرب رہتے تھے، جنھیں محل حضرت ہمایوں بادشاہ بعد فراغت حج ۹۶۸ھ مطابق ۱۵۶۰ء عرب سے منتخب کر کے سلطان وقت کی اجازت سے اپنے ہمراہ دلی لائی تھیں تاکہ وہ حضرت ہمایوں کے مرقد پر قرآن اور فاتحہ خوانی کر کے ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔ انہیں کے نام پر انھوں نے یہ بستی بسائی تھی۔ اپنے صرف خاص سے تعلیم دین کے لیے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا جس کے مہتمم اول شیخ حسین اور نورالدین ترخان تھے۔ ۱۸۷۳ء میں اس سرائے کا انتظام ننگ خاندان تیموریہ شہزادہ مرزا الٰہی بخش کو حاصل تھا۔ پھر ۱۸۷۸ء میں اس کے سکریٹری، فقیر چند ویش، ہیڈ اسسٹنٹ، ڈکشنری، ایس، ڈبلیو۔ فیلن ہوئے۔ بعدازاں ۱۹۱۳ء میں سرکار برطانیہ نے اپنی ضرورت اور مصلحت کے پیش نظر اس مقام کا برائے نام معاوضہ دے کر ۱۹۲۲ء میں اسے خالی کرا لیا۔ یہاں کے مکینوں کو جنگ پورہ (بھوگل) منتقل کر دیا اور مکانات توڑ پھوڑ کر زمین برابر کر دی۔ البتہ محکمہ آثار قدیمہ نے اتنی عنایت اور مہربانی کی کہ عرب سرائے کے دروازوں کو برقرار رکھا جو ابھی تک جوں کے توں کھڑے زبانِ حال سے اپنی داستان کہن سنا رہے ہیں۔ ۱۹۵۴ء

میں جب راقم الحروف دلّی گیا تو معلوم ہوا کہ موجودہ سرکار بھارت نے اس عرب سرائے میں دست کاری کی درس گاہ قائم کردی ہے۔

محل حضرت ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ مختلف قبائل کے جو برگزیدہ عرب دلّی آئے ان میں سے جو سادات عظام تھے ان کا تعلق قبیلۂ بافقیہ، باحسن، بارضا باطہ، جمال اللیل بافقیہ اور سقاف کا سادات عرب تھا اور جو حضرات شیوخ تھے وہ قبیلۂ باعبود اور یاکثیر سے تھے۔ قبیلۂ بقان کا تعلق اصحاب حلقۂ خدام سے تھا۔ ان عرب قبائل کا اصل شجرہ غدر میں جاتا رہا تھا مگر بعد میں مل گیا۔ منشی سید احمد کے حقیقی ماموں زاد بھائی سید عبدالغفور کے پاس بطور تبرک محفوظ تھا۔ ۱۹۴۷ء میں دوبارہ ایسا گم ہوا کہ باوجود کوشش نہ مل سکا۔ وہ شجرہ یہ ہے:

شجرہ ننہیال

(منشی سید احمد دہلوی)

۱۔ سید محمد بافقیہ (مورث اعلیٰ) ۲۔ سید حسن

۳۔ سید عبداللہ (اول) ۴۔ سید سالم (اول)

۵۔ سید عبداللہ (دوم) ۶۔ سید سالم (دوم)

۷۔ سید عبداللہ (سوم) ۸۔ سید محمد (دوم)

۹۔ سید عبدالرحمٰن ۱۰۔ سید عبداللہ (چہارم)

۱۱۔ سید احمد (اول) ۱۲۔ سید محمد (سوم)

۱۳۔ سید بافقیہ المقدم ۱۴۔ سید علوی

۱۵۔ سید سالم (سوم) ۱۶۔ سید محمد بافقیہ (چہارم)

(نانا منشی سید احمد، دہلوی)

سید عبداللہ　　سید حسن (دوم)　　فرزند نامعلوم　　دختر نامعلوم

بافقیہ (پنجم)　　متوفی ۱۸۷۴ء شملوی　　(زوجہ سید عبدالرحمٰن مونگیری)

منشی سید احمد دہلوی

انتقال: ۴ نمبر ۱۹۱۲ء　　(مؤلف فرہنگ آصفیہ)

مدفن: شمس الدین　　سید محسن

وعطاء اللہ کے احاطہ مزار سے　　|

قریب مقبرہ ہمایوں میں آسودہ ہیں　　سید احسن بافقیہ

مولوی سید　　مولوی سید　　مولوی سید　　مولوی سید　　دختران

محمد (پنجم)　　عبدالغفور　　عبدالغنی　　عبدالعزیز　　عبدالعزیز

جیسا کہ شجرے سے ظاہر ہے سید محمد بافقیہ (چہارم) انہیں سادات عظام میں سے ایک بزرگ تھے جن کے خلف اکبر سید عبداللہ شملوی اور خلف اصغر سید حسن (دوم)، منشی سید احمد مرحوم کے حقیقی ماموں تھے کیونکہ ان کی حقیقی بہن (اسم تحقیق طلب) منشی سید احمد کے والد سید عبدالرحمٰن مونگیری کی بیوی تھیں۔ سید عبداللہ شملوی مرحوم، شملہ کی ایک پہاڑی ریاست کی عدالت میں میر منشی تھے۔ انہیں کی وساطت سے ۱۸۸۵ء میں منشی سید احمد ایم بی ہائی اسکول شملہ میں فارسی اردو کے مدرس اول ہوئے تھے۔ اس سے قبل وہ شاہی مدرسہ، عرب سرائے دہلی میں اردو فارسی کے مدرس رہ چکے تھے۔ ۱۸۹۷ء سے ۱۹۱۸ء تک ہندوستان کی مختلف یونی ورسٹیوں میں فارسی اور اردو زبانوں کے ممتحن بھی رہے۔ ۲۲ جون ۱۹۱۴ء کو گورنمنٹ برطانیہ نے ان کی علمی و ادبی خدمات کے صلے میں انہیں "خان صاحب" کا خطاب عطا فرمایا۔ سرکار نظام حیدرآباد دکن

سے منصب و وظیفہ ملا۔

حسب و نسب کے متعلق یہ تمام تفصیل تو منشی سید احمد نے فرہنگ آصفیہ کے مقدمات اور تقاریظ میں درج کی ہے۔ لیکن جہاں تک ان کی ازدواجی زندگی، اولاد اور خانگی حالات کا تعلق ہے اس باب میں انہوں نے اختصار سے کام لیا ہے۔ ان واقعات کی عدم موجودگی میں ان کی زندگی کا یہ خاکہ کچھ نامکمل سا نظر آتا ہے۔ بنا بریں یہ ضروری ہے کہ ان واقعات کو پیش کیا جائے جو راقم الحروف کو اپنی والدہ ماجدہ، اشرف بیگم کے علاوہ اپنے حقیقی عم بزرگوار شمس العلماء سید احمد مرحوم، شاہی امام، جامع مسجد، دہلی اور دیگر اہلِ خاندان سے تحقیق ہوئے ہیں، یہ بھی تاریخی اور کافی دلچسپ ہیں۔

منشی سید احمد کے خسر اول مرزا صادق بیگ (۱) تھے۔ مرزا صادق بیگ کی زوجۂ اول سے تین اولادیں اناث ہیں، ولایتی بیگم اور مغلانی بیگم اور ذکور میں

---

(۱) مرزا صادق بیگ متوفی ۱۰ رجب ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء کا سلسلہ نسب نواب بدل بیگ خاں سے ملتا ہے جن کا اصلی نام ترکی جنگ تھا۔ یہ اوائل زمانہ شاہ عالم ثانی ۱۸۰۶ء میں سمرقند سے آئے تھے۔ امیر الامراء مرزا نجف خاں کے ماتحت رسالدار ہوئے۔ ان کی تعمیر کردہ ایک حویلی اور اس کا پھاٹک واقع سرکی والان متصل حوض قاضی دہلی، آج تک انہیں کے نام پر باجتا ہے۔ بعد میں یہ حویلی حکیم محمد احسن خاں طبیب حضرت بہادر شاہ ثانی کی ملکیت ہو گئی۔ اس حویلی کا موجودہ دروازہ حکیم صاحب ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ مرزا غالب نے اس کے لئے تاریخی قطعہ کہا تھا۔ اس کا کتبہ دہلی کے مشہور خطاط میر محمد رضوی عرف میر پنجہ کش دہلوی کے زورِ خامہ کا نتیجہ ہے قطعہ:

نہادہ بنا احسن اللہ خاں ——— سرراہ بدانسان در دل کشا

صرف (۱) مرزا احمد بیگ ہوئے۔ ولائتی بیگم ہاپڑ کے نواب میر جعفر علی خاں سے منسوب ہوئیں۔ نواب صاحب گو اہل تشیع سے تھے لیکن ولائتی بیگم مرتے دم تک اپنے آبائی عقیدے پر قائم رہیں۔ ان کی ایک صاحبزادی مرتضیٰ بیگم، میر مہدی مجروح کے فرزند، عباس حسین سے بیاہی گئیں۔ دوسری صاحبزادی مغلانی بیگم کا عقد ہمارے منشی سید احمد سے ہوا۔ عقد سے قبل یہ اپنی حویلی بدل بیگ خاں ہی میں رہتی تھیں۔ اولاد نرینہ میں مرزا احمد بیگ (راقم الحروف کے حقیقی نانا) اور ان کی صاحبزادی اشرف بیگم (۲) (میری والدہ ماجدہ) ہیں جو میرے والد (۳) سید حامد بخاری، مرحوم نائب امام جامع مسجد دہلی، سے منسوب ہوئیں، اس وقت ان کا سن ۷۵ برس کا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ مغلانی بیگم کے بطن سے منشی سید احمد کے ہاں چودہ بچے ہوئے۔ ان میں بجز (۴) سید بیگم (زوجہ سید احمد امام مرحوم) اور (۱) محمودی بیگم، تمام بچے

۱۔ متوفی ۲۸ محرم ۱۳۴۱ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۲۲ء۔ مدفن قبرستان مہندیان، شاہ عبدالعزیز، دہلی۔

۲۔ پیدائش ۱۶ صفر ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۵ء تاریخ عقد ۱۵ اپریل ۱۹۰۰ء

۳۔ پیدائش ۲۷ شعبان ۱۲۸۶ھ انتقال ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء مدفن جدید قبرستان کوٹلہ فیروز شاہ۔ دہلی۔

۴۔ تاریخ عقد ۱۲ فروری ۱۸۸۸ء انتقال ۔ دسمبر ۱۸۹۵ء مرض دق، مدفن عرب سرائے دہلی۔

(بقیہ ص ۱۸) کہ غالب پئے سال تاریخ او — رقم زد، دردل کشا حبذا

۱۸۵۳ء - ۱۲۷۰ھ

(واقعات دارالحکومت، دہلی جلد دوم، صفحہ ۱۹۹)

بعالم صغر سنی اللہ کو پیارے ہوئے۔ سید بیگم کے بطن سے تین چار بچے ہوئے لیکن مرحومہ کی تنہا زندہ یادگار ہمارے ابنِ عم حافظ مولوی (۲) سید حمید، موجودہ امام جامع مسجد دہلی ہیں۔ یہ دو تین سال کے شیر خوار بچے ہی تھے کہ ان کی والدہ نے مرض دق میں مبتلا ہو کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آخر عمر میں جب مغلانی بیگم کا دماغ خراب ہو گیا تھا تو منشی سید احمد نے ان کو طلاق دے دی تھی۔

منشی سید احمد کی دوسری شادی ان کے حقیقی ماموں زاد بھائی مولوی سید عبدالعزیز کی سلسلۂ جنبانی سے حاتم زمانی بیگم بنت ناصر مرزا، ملازم محکمۂ پولیس، ساکن بارہ دری، شیر افگن خاں دہلی سے ہوئی۔ ان کے بطن سے سید احمد کی آخری زندہ یادگار، سعید احمد عرف دربار احمد (تاریخی نام سید مظہر علی) ۲۱ر ذالحجہ ۱۳۲۹ھ ۱۳ر دسمبر ۱۹۱۱ء کو پیدا ہوئے جو بقید حیات ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں جب منشی سید احمد حیات تھے تو فرہنگ آصفیہ کی قدر دانی اور سر پرستی کے سلسلے میں موجودہ نظام دکن نے باپ کے منصب کے علاوہ دربار احمد کو پچاس روپے ماہوار، کلدار کا وظیفہ و منصب عطا کیا تھا۔ اسی طرح ۱۹۱۶ء میں ان کی بسم اللہ کی تقریب پر پانچ سو روپے کلدار عنایت کئے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں دربار احمد کراچی آ گئے۔ وظیفہ دکن مدت ہوئی منقطع ہو گیا۔ آج کل ذریعۂ معاش ملازمت ہے۔ محکمۂ پی، ڈبلیو ڈی کراچی میں ملازم ہیں۔ دربار احمد کی شادی عزیزہ بیگم بنت سید محمد حسن سے ہوئی جو درگاہ حضرت سید حسن رسول نما کے سجادہ نشین ہیں۔ کافی عیالدار ہیں۔

---

(۱) ۱۷ر اکتوبر ۱۸۸۳ء کو ۵ ½ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ منشی سید احمد نے اپنا "فسانۂ راحت" دلی کی بیگماتی زبان میں اسی جانہار کی یاد میں لکھا تھا۔

(۲) پیدائش۔ ۵ر اکتوبر ۱۸۹۲ء۔

سات لڑکیاں اور صرف ایک لڑکا ہے۔ ابھی تک صرف ایک لڑکی کی شادی ہوئی ہے۔ نہایت عسرت لیکن بڑی مستقل مزاجی اور وضع داری سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آج کل وہ شاید راولپنڈی میں ہیں۔ پورے پانچ برس ہونے آئے ان کی والدہ بھی کراچی میں ۱۵۔ محرم ۱۳۷۸ھ کو بعالم ضعیفی اللہ کو پیاری ہوئیں۔

منشی سید احمد کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی مشہور "فرہنگ آصفیہ" ہے یہ $\frac{20 \times 26}{4}$ سائز پر چار ضخیم جلدوں کے (2535) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں (۶۰) ہزار سے زائد عربی، ترکی، فارسی، سنسکرت، ہندی، انگریزی اور دیگر تمام زبانوں کے وہ الفاظ درج ہیں جو اردو میں مستعمل ہیں۔ ضرورت کے مطابق ہر لفظ کا مادہ واشتقاق اور ہر لغت کے متعلق اساتذہ متقدمین و متاخرین کے کلام نظم و نثر سے مختلف اسناد اس طرح پیش کی ہیں جو تذکیر و تانیث کے امتیاز اور فصیح و غیر فصیح ہونے کے فرق کو واضح کرتی ہیں۔ اہلِ زبان کے محاورات اور ضرب الامثال، علمی و فنی پیشہ ورانہ اصطلاحات، رسوم، تیج تہوار، میلے ٹھیلے، سب کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قلعہ معلیٰ کی بیگماتی زبان، تاریخی واقعات طبیعات، فلسفہ وغیرہ کے ضروری مسائل، ضلع، جگت، پھبتی، پہیلیاں، کہہ مکریاں دوسخنے، فقیروں اور سودے والوں کی آوازوں اور مختلف بولیوں کے علاوہ ایک طویل و بسیط مقدمے کے ذریعے زبان اردو کی تاریخ پیدائش اور ارتقاء پر روشنی ڈال کر بڑی مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ جلد چہارم کے آخر میں "نیرنگ خیال" آزاد کی طرز میں "پیکر خیال" کے عنوان سے فرہنگ آصفیہ کی کہانی اپنی زبانی اردوئے معلیٰ میں بڑے مؤثر اور درد انگیز پیرائے میں لکھی ہے۔ اس لغت کے ساتھ ساتھ ان کی متعدد دوسری کتابیں بھی ظہور میں آئیں جن کو سید احمد نے اپنی لغت کے "بچے کچے" لکھا ہے۔ ان تمام کتب کی فہرست مقدمے کے آخر میں

دی گئی ہے۔ چونکہ ان کتابوں میں سے اب صرف دو چار کتابیں ملتی ہیں اس لئے ان کتابوں کے ناموں کا محفوظ کرنا ضروری ہے مبادا یہ نام بھی ہم فراموش کر بیٹھیں۔

اس لغت کی بنیاد عرب سرائے میں پڑی۔ ہندوستان کے اُتر، دکھن، پورب، پچھم کے مختلف شہروں سے اس کا خام مواد فراہم کیا گیا۔ دلّی اور لکھنؤ سے اس ذخیرۂ الفاظ کی سند بہم پہنچائی گئی، پھر اس سمندر کو کوزے میں سمانے کے لئے جب ان کا قلم حرکت میں آیا تو کبھی اس نے سرزمین دہلی میں تراوش کی، کبھی شملہ کی برفانی چوٹیوں پر حرکت میں آیا۔ بالآخر جب اس کی ترتیب مکمل ہو گئی تو وہ اس گنج معانی کو لے کر لاہور پہنچے جہاں مختلف خطاطوں نے اسے رقم کیا، اور مطابع نے زیورِ طبع بخشا۔ کاتبوں کی کاپیاں اور پریس کے پروف بازار انارکلی، لاہور کی ایک سرائے کی کوٹھری میں بیٹھ کر دیکھا کرتے تھے۔ یہ سرائے اب دہلی مسلم ہوٹل کہلاتا ہے۔

۸ جنوری ۱۹۱۲ء کو ان کے مکان میں آگ لگی جس میں اس لغت کے تمام نسخے، دیگر کتب مع اثاث البیت جل کر خاک ہو گئے تھے۔ اس پر نظام دکن نے اس شرط کے ساتھ ان کی سرپرستی کا فرمان جاری کیا تھا کہ لغت کی از سرِ نو جتنی جلدیں چھپ کر تیار ہو جائیں بھیجتے رہیں اور رقم وصول کرتے رہیں۔ اس طرح یہ لغت ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۸ء کے درمیان آخری مرتبہ لاہور میں چھپ رہی تھی۔ ان دنوں سید احمد بسترِ مرگ پر صاحب فراش تھے لیکن اس وقت بھی ان کا دل اپنی لغت میں پڑا ہوا تھا۔ اس عالم بیماری میں وہ دوسرے دن تار بھیج کر لغت کی جلدیں طلب کرتے رہتے تھے۔ یہ نامہ و پیام ان کے ایک تجربہ کار اور معتمد کارکن مولوی منظور احمد صاحب عباسی کے نام جاتے تھے جو ان کی عدم موجودگی میں اپنی نگرانی میں لغت چھپوا رہے تھے۔ صاحب موصوف اردو فارسی کے ایک خوش گو شاعر اور ادیب

ہیں ۔ آج کل لاہور میں رہتے ہیں ۔ یہ واقعہ انہیں کی زبانی معلوم ہوا کہ جلد دوم، سوم اور چہارم چھپ چکی تھی اور جلد اول دھڑا دھڑ چھپ رہی تھی کہ دلی سے ایک تار موصول ہوا جس میں منشی سید احمد کے انتقال کی خبر درج تھی ۔ منظور صاحب یہ تار پاکر سناٹے میں آ گئے، بارے انہوں نے اپنی پریشانی اور اس منحوس خبر کو اہل مطبع سے مخفی رکھا، صرف اتنا کہا کہ لغت روانہ کرنے کا شدید اور فوری التقاضا آیا ہے ۔ انہیں خوف تھا کہ کہیں اہل مطبع، طباعت کے معاوضے میں مطبوعہ لغت کو دبا کر نہ بیٹھ جائیں ۔ دو تین دن شب و روز محنت کر کے لغت کی طباعت مکمل کرائی اور جز و بندی کا انتظار کئے بغیر اسے بوریوں میں بھر کر اپنے ہمراہ دلی لے آئے ۔ اس کے بعد اس لغت کو کبھی دوبارہ چھپنا نصیب نہیں ہوا ۔

شیدائیان اردو کے لئے یہ خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ ترقی اردو بورڈ، کراچی کے اہتمام اور نگرانی میں آکسفورڈ ڈکشنری کے پیمانے پر ایک ایسی جامع اور عظیم لغت کی بنیاد قائم ہو گئی جو قدیم و جدید لغات سے ہر طرح آراستہ ہو گی، امید ہے کہ مستقبل قریب میں یہ لغت منظر عام پر آجائے گی ۔

مولوی غلام یزدانی، ناظم محکمۂ آثار قدیمہ، حیدر آباد دکن اپنے ایک مقالے "پچاس برس پہلے کی دلی" مطبوعہ رسالہ ساقی، دہلی، سال نامہ ۱۹۴۵ء میں منشی سید احمد سے اپنی ایک ملاقات کا حال اس طرح رقم فرماتے ہیں:

"مولوی صاحب کا خلیہ اور عادت ڈاکٹر جانسن کی شکل و صورت اور خصائل سے ملتے جلتے تھے ۔ دونوں کی بصارت کم، دونوں کا مٹاپے کی وجہ سے بے ہنگم جسم ۔ مولوی سید احمد کی پلکیں بالکل جھڑ گئی تھیں اور برنیوں کی وجہ سے پپوٹوں کے کنارے بالکل سرخ رہتے تھے پھر بھی مطالعہ اور تصحیح کے کام میں مشغول رہتے تھے ۔

ایک دفعہ میں کسی لفظ کے معنی کی تلاش میں ان کے گھر پہنچا۔ یہ اس زمانے میں ایک پتلی سی گلی میں رہتے تھے جو شاہ گنج اور گلی شاہ تارا کے درمیان واقع ہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ میں نے مکان پر جا کر کنڈی کھٹکھٹائی مولوی صاحب باہر نکل آئے ننگ دھڑنگ، صرف ایک میلا جانگیہ زیب تن تھا۔ میں نے اپنا مطلب عرض کیا۔ فرمایا، "ذرا ٹھہریے" پھر گھر میں اندر گئے اور کرتا پاجامہ پہن کر اور ایک کنجیوں کا گچھا لے کر باہر آگئے اور مجھے ساتھ لے کر گلی شاہ تارا کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں ایک لیتھو پریس تھا اور مسودات بھی وہیں رہتے تھے۔ مولوی صاحب ایک ڈیسک نما میز پر بیٹھ گئے۔ بستے میں سے مسودہ نکالا، کچھ ورق گردانے، پھر کلاں نما آئینہ اور اپنی عینک دونوں کی مدد سے میرے پیش کردہ لفظ کے معانی اور محل استعمال بیان کرنے شروع کئے۔ میں کھڑا استادہ رہا اور یہ جب تک میری تشفی نہ ہو گئی سمجھاتے رہے۔ کچھ راہ گیر بھی جمع ہو گئے، کیونکہ مطبع لب سڑک واقع تھا۔ اس کا نقشہ اصطبل کا سا تھا۔ مولوی صاحب ایک کاٹ کی کرسی پر بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے اور اطمینان اور فراغت کا یہ حال تھا کہ آکسفورڈ اور کیمبرج کے پروفیسروں کو اپنے مطالعے کے کمروں میں بھی اتنا ہی سکون حاصل ہوتا ہوگا۔

فرہنگ آصفیہ کی تالیف سے ان کو جو عزت اور شہرت حاصل ہوئی وہ کسی نائب کمانڈر کو بھی حاصل نہ ہوگی۔ مولوی سید احمد شاعر بھی تھے، شملہ پر ان کی نظم اردو کورس میں شامل تھی۔ اس کا ٹیپ کا مصرع یہ تھا:

"پسّو ہمیں ستاتے ہیں صاحب پہاڑ پر"

مولوی صاحب صرف ۷۰ سال زندہ رہے۔ تمام زندگی کا مختصر خاکہ یہ ہے:-

زمانۂ شیر خوارگی و کم سنی : ۱۰ سال ، ۱۰ + ۱۸۴۶ء = ۱۸۵۶ء ۔

زمانۂ تعلیم و تربیت : ۱۲ سال ، ۱۲ + ۱۸۵۶ء = ۱۸۶۸ء

آغاز انشاء پردازی اور تحقیق و تدوین لغت : ۳۰ سال ، ۳۰ + ۱۸۶۸ء = ۱۸۹۸ء ۔

مصطلحات ، سید اللغات ، ارمغان دہلی اور فرہنگ آصفیہ ، ان مختلف ناموں کے ساتھ مختلف حصے مختلف انداز میں رسائل اور چھوٹی تقطیع پر شائع ہوئے :

۱۴ سال ، ۱۴ + ۱۸۹۸ء = ۱۹۱۲ء ۔

موجودہ صورت میں فرہنگ آصفیہ کی از سر نو ترتیب و طباعت ۶ سال ، ۶ + ۱۹۱۲ء = ۱۹۱۸ء ۔ (سال وفات) ۔

زندگی کے اس گوشوارے سے پتہ چلتا ہے کہ ۳۰ برس کا طویل زمانہ لغت کی ترتیب و تدوین اول میں گذرا اور باقی زندگی اس یادگار کو از سر نو قائم رکھنے کی جد و جہد میں تمام ہوئی ۔ اس کی مختصر تفصیل یہ ہے :

ان کو اپنی زندگی میں پیہم اور مسلسل صدہا مشکلات اور جانی و مالی مصائب سے دوچار ہونا پڑا ۔ تحقیق لغات کے سلسلے میں انھوں نے درجنوں دواوین اور بے شمار کتب کا مطالعہ کیا ۔ ہندوستان میں ہر سمت اور ہر صوبے میں متعدد مقامات کا سفر ، اپنے عہد کے علماء ، ادباء ، شعراء ، مورخ اور داستان گوؤں کی صحبتوں سے استفادہ ، ادنیٰ و اعلیٰ ، جاہل و فرزانہ سے ملاقاتیں ، تاجروں اور مختلف پیشہ وروں سے باتیں ۔ غدر سے قبل شہر میں شاہی جشن ، دربار ، جلوس شہزادہ جواں بخت کی شادی ، مرزا فخرو کا جلوس جنازہ ، غدر کے بعد عرب سرائے میں شہزادگان کی عید اور بقر عید ، شاہانہ رسوم ، آداب و قواعد ، تحریر و تقریر ، مذہبی و ادبی محافل ، خود اپنی جانب سے (۱) مشاعروں کا انعقاد ، شب و روز

خط وکتابت، مختلف سرکاری وغیر سرکاری ملازمتیں، دوستوں کی ناز برداریاں، حریفان سخن (۱۱) سے چوٹیں، بد معاملہ اہلِ مطابع سے مقدمات، شادی و بیاہ، اولاد کی تعلیم و تربیت، خانگی افکار و حوادث اور سب سے بڑھ کر وہ آتش خانہ جس نے اثاث البیت کے علاوہ ان کی عمر بھر کی دماغی محنت وکاوش کا نتیجہ، مطبوعہ فرہنگ آصفیہ اور مختلف کتب، ادب کے اس انبار کو چشم زدن میں جلا کر راکھ کر دیا، کوئی اور ہوتا تو اس دھاکے میں مرجاتا۔

وہ تو یوں کہیئے کہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی بعض صاحب نظر اور قدر دانِ فن زندہ تھے۔ اکابر اور مشاہیر نے میموریل، محضر نامے اور ملک کے اکثر اخبارات و رسائل نے لیڈنگ آرٹیکل لکھ کر حکومت وقت اور دولت آصفیہ، حیدر آباد، دکن کو متوجہ کیا جو اس لغت کی پہلے ہی سے خریدار اور قدر دان تھی ایمان۔

---

(۲) امیر احمد صاحب امیر مینائی استاد نواب رام پور نے اپنی آخر عمر میں امیر اللغات لکھنی شروع کی، صرف دو باب الف ممدودہ اور مقصورہ کو پورا کر کے باامید امداد، دکن گئے وہاں ان کا انتقال ہوگیا۔

(بقیہ ص ۲۵) مسٹر ایس، ڈبلیو فیلن کی ہندوستانی ڈکشنری کی بنیاد ان مشاعروں کی محفلوں کے دس پندرہ برس بعد قائم ہوئی اور ۱۸۷۹ء میں شائع ہوئی۔ لہذا سید احمد کے حریفوں کا یہ الزام غلط اور بے بنیاد ہے کہ فیلن کا سرمایۂ لغت سید احمد کے کام آیا۔ سید احمد ۱۸۷۳ء سے ۱۸۷۹ء تک صرف سات سال فیلن کی ملازمت میں رہے اور ان کو ڈکشنری کے کام میں بھرپور مدد دی، جس کا خود فیلن نے اپنے متعدد خطوط میں اعتراف کیا ہے۔

کی بات یہ ہے کہ اس وقت اس نے ایسے شاہانہ انداز سے سرپرستی کی اور امداد فرمائی کہ یہ بوڑھا نیم جاں، سوختہ دل، آشفتہ حال، منشی، پھر مرد توانا بن گیا۔ ہمت واستقلال سے کام لیا۔ پریس کی بعض بچی کھچی کاپیوں، پروفوں اور لغت کے فروخت شدہ حصّوں کو بڑی محنت اور جستجو کے بعد فراہم کیا۔ از سرِنو ترتیب دی اور پھر تمام و کمال چھاپ ڈالا۔ اس طرح چلتے چلاتے اور مرتے مرتے بھی اپنی ساری عمر کی پونجی اور کمائی اپنی قوم کو ورثے میں دے دی کہ لو بھئی! یہ تمہارا مال ہے، اب تم جانو اور تمہارا کام۔

جملۂ معترضہ کے طور پر فرہنگ آصفیہ کا ذکر آ گیا۔ دراصل اس اہم اور ناقابلِ فراموش واقعے کے بغیر ان کی زندگی کا یہ خاکہ تشنہ اور نامکمل رہتا اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

" رسم " عربی اسم مونث ہے۔ لغوی معنی نقش یا نشان۔ رقم، تحریر، نوشت دستور، قاعدہ، آئین، قانون، ریت، رواج، بچّوں کا ایک کھیل جس میں ایک لڑکا دوسرے سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا کھایا؟ اگر اس نے اپنے جواب میں کسی ایسی چیز کا نام لے دیا جس میں (ر، س، م) رسم کے تینوں حروف آ گئے تو وہ جیت گیا ورنہ ہار گیا۔

زمانۂ حال میں رسم کے مجازی یا اصطلاحی معنی "منگنی ہونا" ہیں۔ جمع رسوم، جمع الجمع رسومات۔ " رواج " عربی اسم مذکر ہے۔ معانی۔ روائی، عام دستور، برتاؤ، رسم کا مترادف ٹکسالی چلن، دستور، لین دین۔ یہ لفظ عربی میں بفتح رائے مہملہ مگر اردو فارسی میں بالکسر مروج ہے۔

یاد ش بخیر مسلمانوں کے دورِ اقتدار میں جب مال و دولت کی فراوانی تھی، نظم ونسق، علوم و فنون، ایجاد واختراع ہر صنف اور ہر شے میں ہمارا طوطی بول

رہا تھا، اس وقت ہماری معاشرت بھی معراج کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ہمارے لوازم زندگی میں نمود و نمائش، معاشرت میں بناوٹ اور تکلف، شادی و غمی کی تقریبوں میں عیش و غم کے ضابطے لامحدود اور لامتناہی تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بغداد، دمشق مصر اور شام کے کاخ و ایوان کے جشن شاہانہ تو ایک طرف رہے عام گلی کوچوں تک میں رنگ رلیاں منائی جاتی تھیں۔ شاہی ایوانوں میں مجالس اور محافل منعقد ہوتیں۔ موقع و محل کی مناسبت سے پوشاکیں اور زیورات بھی مختص ہوتے۔ اہل عرب کی مہماں نوازی آج تک شہرہ آفاق ہے اور جب کوئی شادی بیاہ کی رسم درپیش ہو تو ان کی رسم دل نوازی اور خاطر داری کا تماشا ایک دیکھنے دکھانے کی چیز ہے۔ "فقہ اللغت" میں کتنے ہی زیورات کے نام نظر آتے ہیں۔ لباس کے بھی ہزارہا نام درج ہیں جو موقع بموقع پہننے میں آتے تھے۔ یہی صورت ماکولات و مشروبات کی ہے۔ کھانوں کے سینکڑوں ناموں کا اندازہ آپ صرف اس ایک اشارے سے لگا لیجیے کہ ان کی مختلف تقاریب میں جو دعوت طعام دی جاتی تھی اس دعوت ہی کی سولہ قسمیں تھیں۔ صرف ان کے نام (۱) سن لیجیے :-

"خرس، عقیقہ، اعذار، ذوالخذاق، ملاک، ولیمۃ العروس، وضیمہ، وکیرہ، عقیرہ، تحفہ، شندح، نقیعہ، قری، مادبہ، جفلی، نقری"

ابن بطوطہ اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے کہ، اصفہان میں چند اشخاص نے میری دعوت کی، انھوں نے دعوت کا کھانا شمع کی لَو پر پکایا۔ ان کے مقابلے میں جب دوسرے فریق نے دعوت کی تو تمام کھانے ریشم و دیبا جلا جلا کر تیار کئے" سلطان

---

(۱) ماخوذ از مسلمان اور شادی، مصنفہ قاضی عبد الغفار، ص ۱۳۶۔

محمد تغلق شاہ دہلی کے دستر خوان خاص پر بیک وقت دو سو اور عام دستر خوان پر بیس ہزار آدمی روزانہ کھانا کھاتے تھے۔ ہر روز ڈھائی ہزار بیل دو ہزار بکریاں ذبح ہوتی تھیں۔ قبل وما بعد ہنگامۂ آزادی سلاطین دہلی اور نوابانِ اودھ کے دستر خوان نعمتوں کے اعتبار سے نہایت پر تکلف اور اخراجات کے لحاظ سے ہزاروں اور لاکھوں روپے ماہوار کے ہوا کرتے تھے۔ ہندوستانی امراء کے ہاں بھی رکاب دار (۱) بڑی بڑی تنخواہوں پر نوکر ہوتے تھے۔

اس طرح دستر خوان کی بدولت مل جل کر کھانے پینے کا رواج ہوا اور مہمانداری کی رسم جاری ہوئی۔ اس زمانے میں مہمانی اور میزبانی کی رسوم اور کھانوں کا معیار بالکل بدل گیا ہے۔ کہتے ہیں پہلے مسور کی دال کے ایک پیالے پر تین اشرفیوں کی لاگت آتی تھی۔ پہلے ہر قعب معجون حیات تھی اب ہر ڈش کے بعد معجون نانخواہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ پہلے ہماری دعوتیں محلوں اور ڈیوڑھیوں میں ہوا کرتی تھیں اب بنگلوں، کلبوں، باغوں، ہوٹلوں میں پر تکلف ڈنر، لنچ اور ایٹ ہوم ہوتے ہیں۔ قدیم طرز کے ولیمے، دعوت افطار اور عید ملن کے اجتماع بھی ہوتے ہیں، لیکن اب ان کو کوئی اپنی خاطر میں نہیں لاتا۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ اس دَور کی دعوتوں میں بڑی حد تک صرف نمائش یا ذاتی اغراض و مقاصد کی کارفرمائی

---

(۱) کھانا پکانے والوں میں تین قسم کے آدمی ہوتے تھے۔ اوّل "دیگ شو" یعنی دیگ دھونے والا، دوسرے "باورچی" جو بڑی بڑی دیگیں پکا کر تیار کرتے ہیں، تیسرے "رکاب دار" یہ اعلیٰ قسم کے طعام کی چھوٹی چھوٹی ہانڈیاں تیار کرتے اور دستر خوان آراستہ کرتے تھے، اس لحاظ سے رکاب دار کا رتبہ سب سے بلند ہوتا تھا۔

ہوتی ہے۔ بیس پچیس برس کی آنکھوں دیکھی بات ہے کہ ایک شادی کی تقریب میں دلی کے ایک دل جلے اور من چلے صدیق نامی باورچی نے فن رکاب داری کا بڑا اچھا نمونہ پیش کیا تھا، دعوت کے کھانوں میں اتفاق سے زردے کی کچھ کمی پڑ گئی۔ جاڑے کی راتیں، گیارہ بجے کا وقت، بازار پٹ، دوکانیں بند، کھانا کھلانے کا دور جاری، کھڑے کھڑے کیا انتظام ہوتا، صاحب خانہ گھبرائے، صدیق بولا۔ "سرکار ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں۔ چاول اور زعفران موجود ہے، گھر سے صرف سیر یا تین پاؤ گھی لادیں۔ دس سیر چاولوں کی ایک دیگ کا پکانا ہی کیا؟ ہاتھ کے ہاتھ ابھی تیار کئے دیتا ہوں" صاحب خانہ فوراً گھی لے آئے۔ آدھ گھنٹے بعد میاں صدیق نے اس گھی سے زعفران کا بگھار دے کر دیگ ان کے حوالے کی۔ مہمانوں نے جب یہ زردہ کھایا تو الٹا گھی زائد بتایا اور بے تحاشا تعریف کی۔ اس طرح صدیق نے ادھر تو مہمانوں کا جی خوش کیا اور ادھر صاحب خانہ کی لاج رکھی۔

ان ہی صدیق کا ہم نے یہ کارنامہ بھی دیکھا کہ بریانی اور زردے دونوں قسم کی دیگوں کے ہر چاول کے دانے پر پانچ یا پانچ چھ رنگ چڑھے ہوئے تھے۔ وہ اپنا یہ گر کسی کو بتانے والے تو نہ تھے لیکن ایک دن موج میں آکر ہمیں اس کا لٹکا بھی بتا دیا۔ کہنے لگے "سرکار بس تھوڑی دیر کے لیے جلاہا بننا پڑے گا۔ پہلے کسی جلاہے سے کپڑا بننے کی پائی یا اڈا حاصل کیجئے پھر مہین اور مضبوط ڈور کے چند لچھوں کو مختلف رنگوں میں رنگ لیجئے، ان ڈوروں کو سکھانے کے بعد اس اڈے پر ان کا تانا بانا قائم کر دیں۔ بنظر احتیاط اڈے سے پیوستہ ایک چادر باندھ دیں۔ آخر میں اُبلے ہوئے چاولوں کو اس تانے بانے پر پساتے وقت بکھیر دیں۔ اس طرح ڈوروں کے مختلف رنگ چاول کے ہر دانے پر آجائیں گے۔

برصغیر پاک و ہند شروع ہی سے رسم و رواج، تیج تہوار اور میلے ٹھیلوں کا

گھر رہا ہے۔ دلی و لکھنؤ کی زندگی ان ہی عجائبات کا نمونہ تھی۔ برس کے ۳۶۵ دنوں میں شاید ایک دن بھی خالی نہ جاتا ہوگا۔ کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہتا تھا۔ اگلی رسموں کے روپ اب دیکھنے میں آتے ہی نہیں۔ جو دیکھنے میں آتے ہیں وہ اصل نہیں نقل ہیں، تماشا نہیں سانگ ہیں۔ ان کو بھی شوق اور امنگ کے ساتھ نہیں محض رسماً ادا کیا جاتا ہے۔

جب مرحوم بزرگوں کو ان رسوم کے مٹانے کا کوئی چارہ نہ رہا اور رفتہ رفتہ انہیں پامال اور مٹتا ہوا دیکھا تو انھوں نے اپنے دل کی بھڑاس اس طرح نکالی کہ اپنے اپنے موئے قلم سے صفحۂ قرطاس پر ان کے مرقعے کھینچ ڈالے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے سب سے پہلے منشی فیض الدین نے اپنے دیدہ ہائے تر کے ان موتیوں کو اردوئے معلیٰ میں "بزم آخر" کے نام سے پیش کیا تھا۔ ان کے بعد دوسرے بزرگوں نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے بڑے بوڑھوں سے سُنا تھا اپنے انداز اور اپنے رنگ میں لکھا۔ جو کچھ ان سے چھوٹ گیا وہ ہم چلن ہاروں کے دیدہ و دل سے پھوٹ پڑا۔

اس موضوع پر مرحوم بزرگوں اور زندہ دوستوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی ایک مجمل فہرست یہ ہے:

مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی	پھول والوں کی سیر
وزیر حسن، دہلوی	دلّی کا آخری دیدار
ناصر نذیر فراق، دہلوی	مضامین فراق، دلی کا اُجڑا ہوا لال قلعہ لال قلعے کی ایک جھلک۔
آغا شاعر قزلباش، دہلوی	خمارستان۔
راشد الخیری	نوبت پنج روزہ، دلی کی آخری بہار۔

منشی کنھیا لال کپور، لاہوری	قصص ہند (درسی)
قاضی عبد الغفار، مراد آبادی	مسلمان اور شادی۔
اشرف صبوحی، دہلوی	دلی کی چند عجیب ہستیاں۔
خواجہ محمد شفیع، دہلوی	دلّی کا سنبھالا۔
راقم الحروف	یہ دلی ہے، بازگشت۔

جو کتابیں دلی اور لکھنؤ کے رسم و رواج پر بطور خاص لکھی گئیں ان میں "بزم آخر" کے علاوہ عبد الحلیم شرر لکھنوی نے "گزشتہ لکھنؤ" اور سید احمد دہلوی نے حسب ذیل کتابیں تصنیف کی ہیں:

رسوم دہلی : مسلمانوں کی پیدائش سے موت تک کی تمام رسوم۔
قصۂ مہر النساء: " " اور تعلیم خانہ داری
انشاء ہادی النساء: " " "
ریت بکھان : ہندوؤں کی پیدائش سے موت تک کی تمام رسوم۔
رسم ہنود : وشنی قوم کی " " "

یہ نقوش اپنی مثال آپ ہیں۔ افسوس ہے کہ ریت بکھان، اور رسم ہنود ہماری نظر سے نہیں گزریں اور نہ اب کہیں ملتی ہیں۔ مذکورۂ بالا کتابوں سے قطع نظر معاشرت خانہ داری اور رسم و رواج پر، تاریخ، افسانوں اور ناولوں کے روپ میں بھی بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ ان نامور مصنفین میں سرسید اعظم، محمد حسن آزاد مولوی نذیر احمد، راشد الخیری اور منشی ذکاء اللہ وغیرہم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

'بزم آخر'، عنقا ہو گئی تھی لیکن خدا بھلا کرے حافظ وصی اشرف، مالک کتب خانہ علم و ادب، دہلی کا جنھوں نے اسے ۱۹۴۵ء میں دوبارہ شائع کیا۔ اس نئے ایڈیشن کا مقدمہ اشرف صبوحی نے لکھا تھا اور راقم الحروف نے حضرت مولوی

احتشام الدین حقی، مرحوم کی مدد سے اس کی فرہنگ تیار کی تھی۔

لکھنؤ کی تہذیب اور رسم ورواج کو قلم بند کرنے کا سہرا مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی کے سر بندھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جو کچھ انہوں نے لکھا بہت ہی خوب لکھا۔ بزم آخر کے مصنف منشی فیض الدین قلعہ معلیٰ کی گود میں پرورش پاکر چھوٹے سے بڑے ہوئے اور ایک مدت دراز تک مرزا الٰہی بخش کی ملازمت میں رہے۔ منشی سید احمد کو قلعہ معلیٰ کی بہار تو دیکھنی نصیب نہیں ہوئی لیکن ۴۳ سال عمر کا نصف سے زائد زمانہ عرب سرائے میں گزرا جو آشوب دہلی کے دوران میں شاہی پس ماندگان کی جائے پناہ بن گیا تھا۔ اس وقت عرب سرائے کے رہنے والے عربوں نے اپنے دیرینہ روابط خصوصی اور الطاف شاہانہ کے اعتراف اور جذبۂ وفاداری کے تحت جب تک بہادر شاہ مقبرے میں مقیم رہے، ان کی خدمت اور حفاظت کی۔

منشی سید احمد، رسوم دہلی میں درج شدہ تقریباً ہر قدیم وجدید رسم کے خود عینی شاہد تھے۔ پھر بھی انہوں نے ہر رسم کو روایت ودرایت کے اصولوں کی روشنی میں مورخانہ انداز میں لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ خوشی اور غم کے موقعوں کی ان شاہی رسوم کو جنھیں وہ خود اپنی آنکھوں سے اور عرب سرائے میں دیکھ چکے تھے مکمل طور پر کیوں نہیں لکھا۔ اگر وہ ان کو بھی لکھ جاتے تو قلعے اور شہر کی رسوم کی ایک مکمل تصویر ہمارے سامنے ہوتی۔

ان رسوم پر انھوں نے تین چار صفحات پر مشتمل ایک چھوٹا سا مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ اصل کتاب میں جابجا اپنے فٹ نوٹوں میں بعض رسوم کی تاریخ اور تشریح بھی کر دی ہے۔ "زچہ کا تارے دیکھنا" اس رسم کو منانے کے لیے قلعے میں جو روٹ استعمال میں آتا تھا اس کا مستند نقشہ بھی دے دیا ہے۔

بعض رسموں میں گھر کی عورتیں اور گھریلو ڈومنیاں جو گیت گاتی اور بجاتی ہیں، ان کے معانی اور مطالب کو نہایت شستہ اور با محاورہ زبان میں لکھا ہے۔ وہ اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں :

" مسلمانوں کی عورتوں اور ان کے سبب ان کے مردوں میں جس قدر رسمیں مروج ہیں وہ تقریباً سب کی سب ہندوانی رسمیں ہیں، جن میں سے بہت سی رسمیں توجوں کی توں ہیں، بعض کے نام تو وہی ہیں مگر طریقے بدل گئے ہیں، بعض میں برائے نام فرق کر دیا ہے۔ بعض کو مذہبی امور میں بہ تغیر نام شامل کر لیا ہے۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں :

" اگرچہ علماء مذہب نے ان رسموں کو اٹھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا مگر چونکہ گھر کے اندر کی بلا اور گھٹ میں بیٹھی ہوئی دوا اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی کچھ بھی پیش رفت نہ گئی۔ گو خاص خاص لوگوں میں کسی قدر کمی ہو گئی اور یہ خاص خاص اصحاب ان رسموں یعنی گھر کے اندرونی بھیدوں کو پابند شرع ہو کر بخوف خجالت اس قدر چھپانے لگے گویا یہ باتیں بالکل بے اصول اور لغو ہیں۔"

اور پھر آخر میں کہتے ہیں کہ :

" ہم نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا، کانوں سے سُنا اور خود برتا ہے اسے صاف صاف ظاہر کر دیا۔"

" بزم آخر " کے مصنّف نے صرف قلعہ معلّیٰ کی رسوم کو اردو معلّے میں لکھنے پر اکتفا کی ہے۔ گو یہ اپنی جگہ مکمل چیز ہے لیکن انہوں نے قبل و مابعد ولادت اور

شادی بیاہ کی ان تمام رسوم کا جو قلعے میں ہوتی تھیں کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ انھوں نے "بزم آخر" کو ان لوک گیتوں (Folk-lores) سے بھی محروم رکھا ہے، جو مختلف تقاریب میں قلعے اور شہر میں عورتیں اور ڈومنیاں گاتی تھیں۔ یہ گیت ہماری گھریلو معاشرت اور تہذیب کا ایک مستقل جزو بن چکے تھے۔ یہ گیت شاعری کی اس صنفِ لطیف کو پیش کرتے ہیں جو علم عروض کے قواعد، بحر، ردیف، قافیے کی قیود سے تقریباً آزاد ہے۔ اس میں تک بندی کے سوا کوئی فنی شاعری نہیں ہوتی ان کا خمیر اردو ہندی بھاشا کے لطیف امتزاج سے تیار کیا گیا ہے۔ یہ ہماری خانگی معاشرت اور رسم و رواج کی سچّی تصویریں ہیں جو شاعری کی روح اور آرٹ کی جان ہیں۔ ہمارے اکثر شعراء کو اس شاعری کی ہوا تک نہیں لگی ہے۔

"رسوم دہلی" کے مطالعے سے ہمیں رسوم کے علاوہ سینکڑوں چیزوں کے نام، بیسیوں اصطلاحات اور درجنوں لغات کا علم ہوتا ہے۔ رسوم دہلی میں ایسے نادر الفاظ بھی ملتے ہیں جن کو اگر منشی سید احمد اپنی فرہنگ آصفیہ یا رسوم دہلی کے حواشی وغیرہ میں نہ لکھتے تو قدیم و جدید فرہنگ و لغات کے چوڑے چکلے سینوں میں بھی یہ گنجِ معانی ڈھونڈے نہ ملتے۔ چنانچہ اسی مقصد کے لیے اس جدید نسخے کے ساتھ فرہنگ کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔

"بزم آخر" کی طرح یہ قدیم نسخہ، رسوم دہلی بھی اب نایاب ہو چلا تھا اور مستقبل میں شاید بالکل عنقا ہو جاتا۔ پھر ان رسوم کا جواب روز بروز اٹھتی جا رہی ہیں۔ شاید کوئی بتانے والا بھی نہ ہوتا، اسی خیال کے تحت یہ کتاب دوبارہ پیش کی جا رہی ہے۔

سید یوسف بخاری

تمہید

پہلے اس سے کہ میں ان رسموں کو شروع کروں، اس قدر عرض کر دینا مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کی عورتوں اور ان کے سبب ان کے مردوں میں جس قدر رسمیں مروّج ہیں وہ تقریباً سب کی سب ہندوانی رسمیں ہیں جن میں سے بہت سی رسمیں تو جوں کی توں ہیں۔ بعض کے نام تو وہی ہیں مگر طریقے بدل گئے ہیں، بعض میں برائے نام فرق کر دیا ہے، بعض کو مذہبی امور میں بہ تغیر نام شامل کر لیا ہے۔ مثلاً رسم تیجا ہندوؤں میں، فاتحہ سوم یا پھول مسلمانوں میں۔ اگرچہ پھول کا لفظ یہاں بھی مشترک ہے کیونکہ ہندوؤں میں پھول مردے کی جلی ہوئی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ جو تیسرے روز مرگھٹ سے چن کر گنگا جی لے جانے کے واسطے جمع کرتے ہیں۔ عام مسلمانوں نے اسی رعایت کی غرض سے اس روز مردے کی قبر پر ارگجا اور پھولوں کی چادر کا بھیجنا ایک لازمی امر سمجھ کر فاتحہ سوم کا نام پھول رکھ لیا۔ ارگجا ٹھیٹ ہندی لفظ بمعنی خوشبو مستعمل ہے۔ مسلمانوں نے برادہ صندل، مشک، کافور، عنبر، عرق گلاب وغیرہ کو ملا کر ایک مرکب خوشبو کا نام ارگجا رکھ لیا جسے خاص تیجے کے روز ایک پیالہ بھر کر اور اس پیالہ کو ایک پھولوں کی بھری رکابی میں رکھ کر ہر ایک فاتحہ خواں کے سامنے لے جاتے ہیں، وہ ایک

ایک پھول قل ہو اللہ (۱) پڑھ کر اس پیالے کے اندر ڈال دیتا ہے اور یہ پیالہ مردے کی قبر پر بھیج کر مع چادر رکھ دیا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا اور بہت سی رسموں اور نیز رسمی گیتوں کا یہی حال ہے جو دونوں قوموں کی رسموں اور گیتوں کے مقابلہ سے بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ میں نے جس طرح مسلمانوں کی رسمیں لکھی ہیں اسی طرح اس امر کے ثبوت میں ہندوؤں کی رسمیں بھی لکھ لی ہیں جو عنقریب اپنے ذخیرۂ معلومات سے چھاپ کر پیش کروں گا۔

ان دونوں قوموں کی رسموں کے متحد ہو جانے کے چار سبب ہیں۔ سب سے پہلا سبب تو یہ ہے کہ جس وقت شمالی ممالک کے مسلمانوں نے یہاں آ کر حکومت اور سکونت اختیار کی تو وہ لوگ جریدہ آئے۔ اگرچہ بعض بادشاہ اور وزراء اپنی بیگمات کو ہمراہ بھی لائے مگر شاذ و نادر ایسا ہوا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے یہاں کے نو مسلموں کی عورتوں سے جن کی گھٹی میں ہندی قومی عقائد اور رسمیں پڑی ہوئی تھیں۔ شادیاں کیں، اس وجہ سے بدستور ان کی اولاد اناث میں بکثرت اور اولاد ذکور میں کسی قدر کم و بیش رسمیں، عقیدے جمے رہے جو آج تک چلے آتے ہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ آدمی جہاں رہ پڑتا ہے وہیں کی باتیں جیسے رسم و رواج، رویہ، برتاؤ، بول چال بلکہ خوراک و پوشاک تک اپنے آپ کو مانوس کرنے کی غرض سے اختیار کر لیتا ہے۔ اس وجہ سے بباعث اتحاد و ارتباط ان لوگوں نے اہل ہند کی اور اہلِ ہند نے اہلِ اسلام کی اکثر باتیں اختیار کر لیں۔ یہ ایسی مثال ہے جیسے پارسیوں کی قوم نے ایران کے لحاظ سے ایرانی، ہندوستان

---

(۱) قرآن کی اخیر سے تیسری سورۃ کا نام ہے، جس میں خدا کی وحدانیت بیان کی گئی ہے۔

کے خیال سے ہندوستانی اور حکام وقت کی وجہ سے انگریزی، بہت سی رسمیں، قاعدے اور طریقے اپنے ہاں جاری کر لئے ہیں۔ علیٰ ہذا انگریزوں نے ہندوستان کی اور ہندوستانیوں نے انگریزوں کی بعض بعض رسوم کو اپنے ہاں ملانا شروع کر دیا ہے۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہند نے چونکہ استحکامِ سلطنت و ازدیادِ ارتباط و موانست کی غرض سے ہندی عقائد و مراسم کو اختیار کر لیا تھا اور اس کا یہاں تک رواج ہو گیا تھا کہ اب اس اخیر وقت میں بھی جو شہزادہ تخت کا حق دار خیال کیا جاتا تھا وہ آداب تخت ہند کے پاس و لحاظ سے ختنہ نہیں کراتا تھا اور دیگر سلاطین یعنی بادشاہ کے وہ خاندانی جن کے ورثہ میں تخت نشینی نہیں آسکتی تھی، حسب شریعت ختنہ کراتے تھے، بلکہ شاہ عالم کے وقت سے تو سلونوں (۱) میں راکھی باندھنا، ہولی، دیوالی، دسہرے کا تہوار منانا دہلی کے شاہی خاندان میں ایک عام دستور ہو گیا تھا جس کا حال بشرط موقع ہم اس خاندان کی رسموں کے ذکر میں مفصل بیان کریں گے۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ اکبر بادشاہ نے چونکہ عقد و مناکحت کا سلسلہ راجپوتوں سے جاری کر دیا تھا اور وہ سب کے سب اقوام ہند سے تھے لہٰذا ہندی رسمیں برابر جاری رہیں۔ چنانچہ بیوی کی صحنک جو مسلمانوں کی عورتوں میں آج تک بڑی شد و مد سے ہر ایک

(۱) ان رسموں کی وجہ یہ ہے کہ جب عالمگیر ثانی غازی الدین خاں کی ترکیب سے کوٹلہ میں قتل کیا گیا اور اس کی لاش کو ایک ہندنی بڑھیا نے شناخت کر کے شاہ عالم کو خبر پہنچائی تو شاہ عالم نے اسے بہن بنا کر ہندی رسمیں اختیار کیں، جو بہادر شاہ کے زمانے تک برتی گئیں، مگر بنیاد جلال الدین اکبر نے ڈال دی تھی۔

تقریب میں جاری ہے، یہ خاص جودھ بائی کا ایجاد ہے جس کا حال ہم نے اپنی کتاب فرہنگ آصفیہ میں لکھا ہے اور ان رسموں میں بھی شادی کے موقع پر اس کا ذکر آجائے گا۔

بچہ مسلمان کے گھر پیدا ہوتا ہے گیت کرشن جی کے جنم یا ان کی مناسبت کا گایا جاتا ہے، جیسے:

البیلی (۱) جچا مان (۲) کرے نندلال (۳) سے
سہاگن جچا مان کرے نندلال سے

یا:

البیلے نے مجھے درد دیا　　　　سانولیا نے مجھے درد دیا

(اس جگہ نندلال اور سانولیا دونوں سے کرشن جی مراد ہے)۔ اسی طرح بیاہ مسلمان کے بچے کا ہوتا ہے اور محفل میں گیت ہندوانی رسم کا گایا جاتا ہے، جیسے:

آؤ مورے (۴) ہریالے بنرے کنگنا (۵) میں باندھوں کر بچ تیرے

---

(۱) وضعدار　　　(۲) مزاج کرنا، اترانا
(۳) کرشن جی کیونکہ آپ کو نند مہر نے پالا تھا جنہیں نند بابا بھی کہتے ہیں۔

---

(۴) سبز بخت و خوش نصیب　　　(۵) وہ کلاوے کا ڈورا جو بھیروں کے وقت دولہا کی داہنی کلائی میں باندھا جاتا ہے۔ نیز وہ پوٹلی جس میں اسپند اور گینڈے کی کھال یا لوہے کا چھلا، سپاری، ہلدی وغیرہ رکھ کر دولہا کے ہاتھ میں لگن کے دن باندھتے ہیں۔

بس ان وجوہ سے اہل ہند کی تمام رسموں اور اکثر عقائد نے مسلمانوں میں اپنا سکہ بٹھا دیا۔ اگرچہ علمائے مذہب نے ان رسموں کے اٹھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مگر چونکہ گھر کے اندر کی بلا اور گھٹ میں بیٹھی ہوئی دوا اپنا اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ کچھ بھی پیش رفت نہ گئی، گو خاص خاص لوگوں میں کسی قدر کمی ہو گئی۔ اور یہ خاص خاص اصحاب ان رسموں یعنی گھر کے اندرونی بھیدوں کو پابند شرع ہو کر بخوف خجالت اس قدر چھپانے لگے کہ گویا یہ باتیں بالکل بے اصل اور لغو ہیں مگر ہم نے اس امر کی کچھ پروا نہ کی، جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا، کانوں سے سنا اور خود برتا ہے، اسے صاف صاف ظاہر کر دیا۔ اس میں کوئی مانے یا نہ مانے ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں۔

سیّد احمد دہلوی

GOVT. COLLEGE FOR WOMEN
TEXT BOOK LIBRARY
Acc No. B521
Date........
SRINAGAR

بچّہ پیدا ہونے کی رسمیں

ایّام حمل کی علامتیں عورتوں میں مشہور ہے کہ آغاز حمل میں اول اول سر چکراتا، ہاتھ پاؤں لوٹتے، سستی اور کاہلی چھا جاتی ہے۔ دن بھر سونے یا پڑے رہنے کو جی چاہتا ہے، ابکائیاں آتیں اور جی متلایا کرتا ہے، گوشت سے نفرت ہو جاتی ہے بلکہ کوئی چیز کھٹے، میٹھے اور چٹپٹے کے سوا پسند ہی نہیں آتی۔ چنانچہ اسی سبب سے یہ ایک محاورہ ہو گیا ہے کہ ان کا کھٹے میٹھے کو جی چاہتا ہے، یعنی حاملہ ہیں۔ مٹی کی ٹھکیاں، کوئلے، ملتانی مٹی، چولھے کی بھٹ پر بہت جی چلتا اور اسے حاملہ عورت کثرت سے کھاتی ہے جس سے درد کمر وغیرہ کے بعض مرض لاحق ہو جاتے ہیں اور یہ مٹی مولود کے جسم پر لپٹی ہوئی نکلتی ہے۔

ان علامتوں کو پاؤں بھاری ہونے، دوجیا ہونے، دن چڑھنے پیٹ رہنے، اُمید ہونے کے الفاظ سے تعبیر کرتی اور آپس میں مبارک سلامت شروع کر دیتی ہیں۔

ستوانسا

جب ساتواں مہینہ شروع ہوتا ہے تو میکے والے سدھوڑ (۱) لے کر

آتے ہیں۔ سدھوڑ چونکہ ہندی میں سات چیزوں کو کہتے ہیں اور اس میں سات طرح کی ترکاریاں، میوے، پکوان وغیرہ ہوتا ہے، اس وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔ یہ رسم ہندوؤں سے لی گئی ہے۔ شہانے وقت یعنی سہ پہر کو دوجیا عورت کی گود بھری جاتی ہے۔ پہلے اسے نہلاتے، رنگین پوشاک بدلواتے، لال دوپٹہ اڑھاتے، پھولوں کا گہنا پہناتے، نئے سہرے سے دلہن بناتے، پھر اس کی گود میں نندیں کھانے کی سات (۲) ترکاریاں، میوہ ناریل، دولہا کی بہنوں کے نیگ کے روپے وغیرہ ڈال دیتے ہیں۔ اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کی گود بال بچوں سے ہری بھری رہے اور اس کو اچھا پھل ملے۔

گود کی ترکاری، میوہ، اوڑھنی اور نیگ کے روپے دولہا کی بہنیں لے لیتی ہیں اور باقی اوروں کو تقسیم کر دی جاتی ہیں۔ جب نیگ بٹ جاتا ہے تو بہنیں تقسیم کرنے کے واسطے ناریل توڑتی ہیں۔ اگر اس کی گری سفید نکلی تو کہتی ہیں اُجلا پھل، یعنی بیٹا ہوگا۔ عورتوں نے اس ناریل کا نام بھی اس کے ریشوں کے سبب جھنڈولا رکھ لیا ہے اور مولود کو بھی اس کے بالوں کے باعث جھنڈولا کہنے لگے ہیں۔ ہندی گیتوں میں ہولرا اور جھنڈولا ترت کے بچے کے واسطے آتا ہے۔

نوماسا

جب نواں مہینہ شروع ہوتا ہے تو دلہن کے میکے سے دلہن کا جوڑا، کنگھی مسّی، عطر، پھول، چاندی کی سہرنی، تیل کی نقرئی پیالی، لال اوڑھنی اس میں سات

(متعلق صفحہ گذشتہ)

(۱) بعض خاندانوں میں پانچویں مہینے سدھوڑے جاتے ہیں۔

(۲) کھانے کے پھلوں سے مراد ہے، جیسے امرود، کیلے وغیرہ۔

رنگ کا میوہ ، بہنوں کا نیگ ، پنجیری (۱) کے روپے بھیجے جاتے ہیں۔ سسرال والے پنجیری بناتے اور سب کو بانٹتے ہیں۔ سسرال کے پاس پاس کے لوگ یعنی قریبی رشتہ کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ستوانسے کی طرح گود بھری جاتی ہے۔ بعض لوگ ستوانسے کو ، بعض نوماسے کو گود بھرتے اور ایک ہی رسم ادا کرتے ہیں یعنی ستوانسا یا نوماسا ایک ہی رسم کافی سمجھتے ہیں۔

اس موقع پر دائی پیٹ پر تیل لگاتی ہے۔ اور اس تیل ملوائی کا حق اس کو سب عورتیں مل کر دیتی ہیں۔ گود کا میوہ ، نیگ کے روپے اور اوڑھنی دولہا کی بہنیں لے لیتی ہیں۔ نہرنی اور تیل کی پیالی دائی کو مل جاتی ہے۔ اس کے بعد دلہن پانوں پھیرنے (۲) میکے چلی جاتی اور سسرال سے پنجیری ساتھ لے جاتی ہے۔ اور آتے وقت میکے سے ترکاری اور مٹھائی کے خوان ہمراہ لاتی ہے۔

جب نوماسا ہوچکتا ہے تو دائی کو نوکر کے ساتھ کرکے کیوکا ، یعنی جننے کا سامان منگایا جاتا ہے۔ کیو کے میں گوند ، مکھانے ، چھہارے ، بادام ، سونف ، اجوان ، کھوپرا ، گھی ، کھانڈ ، گھٹی ، کاڑھا وغیرہ یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ کاڑھا (۳)

---

(۱) روزے یعنی سوجی کو گھی میں بھون کر کھانڈ[۱] چھہارے[۲] ، گوند[۳] ، مکھانے[۴] ، کھوپرے[۵] ، سونٹھ[۶] کو ملا کر پنجیری بنا دیتے ہیں۔ ساتھ ہی گوند اور مکھانے بھی گھی میں بھون لئے جاتے ہیں۔ بڑی پانچ چیزوں کے سبب جن پر ہندسے لکھے ہوئے ہیں یہ نام ہوا۔

---

(۲) نقل مکان یعنی بدلنا مکان ، تبدیل مکان (۳) چونکہ اس کی دوائیاں جوش کی جاتی ہیں ، اس وجہ سے اس کا نام کاڑھا رکھ دیا گیا۔

جس میں ہڑ، بہیڑا، آملہ، گلی چھالیہ وغیرہ ڈالتے ہیں، جوش کر کے زچہ کی آبدست کے کام آتا ہے۔ گنواریاں پیٹ صاف ہونے کی غرض سے اس کے دو چار گھونٹ پی بھی لیتی ہیں۔ نوماسا کے بعد سے دائی یہیں سونے لگتی ہے۔

جس وقت درد لگتے ہیں یعنی دردزہ شروع ہوتا ہے تو زچہ کے پلنگ کا سرہانا جانب شمال اور پائنتی جانب جنوب کر دیتے ہیں۔ بظاہر تو مشہور ہے کہ اس عمل سے جننے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ مگر اصل غرض یہ ہے کہ جننا اور مرنا برابر ہے۔ جس رُخ سے مردے کو قبر میں لٹاتے ہیں اسی طرح گویا زچہ کو قبر کا مُنہ جھنکاتے اور اس کے صحیح سلامت و فارغ ہو جانے کی دعا مانگتے ہیں۔ چنانچہ ایسے موقع پر عورتیں کہا کرتی ہیں کہ سلامتی سے جب اپنے ہاتھ پاؤں سے چھوٹے اور پلنگ کو لات مار کر کھڑی ہو جب جانیں۔

اس موقع پر قریبی رشتہ کی عورتیں جمع ہو جاتی ہیں اور ماں تو ضرور ہی آجاتی ہے۔ کوئی انگنائی میں آسمان کے نیچے کھڑی ہو کر گود پھیلا کر اوپر دیکھ دیکھ کر دعائیں مانگتی ہیں کہ الٰہی! اس کی مشکل آسان ہو۔ کوئی مشکلکشا کا دونا (۱) مانتی ہے۔ دائی اوپر والیوں سے بار بار کہتی ہے جھیلی دو جھیلی۔ کوئی جھیلی دیتی ہے (جھیلی ایک قسم کا اوپر سے نیچے کو سوتنا ہوتا ہے۔ جس سے بچہ کھسک کر جلد باہر آجاتا ہے)۔ غرض خدا خدا کر کے نونہال پیٹ سے باہر قدم رکھتا اور آتے ہی رونے لگتا ہے۔ اکثر تو بچہ سر کے بل پیدا ہوتا ہے، اور کبھی کبھی پانوں کے رخ سے بھی باہر نکلتا ہے۔ ایسے بچے کو پائل کہتے ہیں۔ اور یہ مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔ عورتوں

---

(۱) مشکلکشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور دوناان کی نیاز کی شیرینی سے مراد ہے جو بازار سے دونے میں آتی ہیں۔

کا اعتقاد ہے کہ اگر کسی کی بیٹھ میں درد ہو اور پائل بچے سے اس کی کمر میں لات لگوائی جائے تو کمر کا درد بالکل جاتا رہتا ہے۔ جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے تو زچہ سے کہتے ہیں کہ کانڑی بیٹی پیدا ہوئی۔ تاکہ اس غم کی گرمی سے آنول نال جلد نکل آئے اور خوشی کے سبب اخراج میں دیر نہ ہو جائے۔

بچے (۱) کے پیدا ہوتے ہی پہلے اس کے نال کو کلاوے سے باندھ کر پھر چاقو سے کاٹ دیتے اور کلاوہ گردن میں لٹکا دیتے ہیں۔ کٹا ہوا نال تو ضرور ہی گھر میں گاڑا جاتا ہے۔ مگر جس عورت کے بچے نہیں جیتے وہ گھر سے باہر بھی دبوا دیتی ہے۔ کہتے ہیں جس جگہ نال گڑتا ہے مولود کو اس جگہ سے دلی اُنس اور تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص کسی مقام یا مکان کو چھوڑنا نہ چاہے تو کہتے ہیں کہ یہاں تیرا نال تو نہیں گڑا جو تو جانے کا نام ہی نہیں لیتا یعنی تیرا کچھ دعویٰ یا حق یا اجارہ تو نہیں ہے۔

اس وقت دائی کو نال کٹائی یعنی انعام کے روپے امیروں میں سونے چاندی کے کڑے حسب حیثیت دلہن کی سسرال اور میکے کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ جس ٹھیکرے میں آنول ڈالتے ہیں اس میں پہلے پان اور چاندی رکھ دیتے ہیں۔ اور جب ٹھیکرا زمین میں گاڑتے ہیں تو اس میں ہلدی اور کوئلہ ٹوٹکے کے لئے ڈال دیتے ہیں۔ تاکہ پرچھانواں نہ پڑے، یعنی آسیب کا اثر نہ ہو۔ رشتے کی عورتیں اس ٹھیکرے میں حسب مقدور دو دو چار چار آنے ڈال دیتی ہیں۔ یہ بھی دائی کا حق

---

(۱) امیروں، نوابوں، بادشاہوں، شہزادوں میں ہندوؤں کے دستور کے موافق اس وقت زائچہ مولود یعنی جنم پترا بھی نجومی سے ٹھیک وقت بتا کر بنواتے ہیں۔

ہوتا ہے۔ آنول نال کا ٹھیکرا دفن کر دیا جاتا ہے۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو پہلے اسے نہلاتے ہیں۔ پھر سر کو چاروں طرف سے دبا کر گول کر دیتے، قصابہ (۱) باندھ دیتے اور ناک کو اُبھار دیتے ہیں تاکہ ہوا الگ کرلے ڈول نہ رہ جائے۔ بچے کے گلے میں کرتہ سر پر ٹوپی پہناتے اور زچہ کے پیٹ سے پیٹی باندھ دیتے ہیں تاکہ اس کا پیٹ بڑھ نہ جائے۔ اسی وقت ملّا کو اذان دینے کا انعام ملتا اور کنبے میں پان بتاشے تقسیم ہوتے ہیں۔ نہلانے کے بعد پہلے بچے کو شہد چٹاتے اور پھر گھٹی پیٹ صاف ہونے کی غرض سے پلاتے ہیں۔ جس کے اجزا یہ ہیں: گھٹی :۔ چھوٹی بڑی ہڑ، منقیٰ، باؤبڑنگ، باؤ کھمبہ، عناب، سونف، گلاب کے پھول، گلاب کا زیرہ، نرکچور، انار کلی، املتاس، مصری۔ بعض لوگ بڑی چھوٹی ہڑ کی بجائے بادام اور اجوائن ڈالتے ہیں۔ اور اگر گرمی کا موسم ہوتا ہے تو نرکچور اور اجوائن نکال لیتے ہیں۔ گھٹی کے بعد یعنی تیسرے روز اس طرح دودھ پلاتے ہیں کہ اوّل پھپھی آٹے کے دودھ (۲) سے جس میں سبز دوب پڑی ہوئی ہوتی ہے، چھاتی دھلاتی ہے اور پھر بالوں کی لٹ جس کا اسے نیگ ملتا ہے۔ چنانچہ دولہا کی بہن کی طرف سے ایسے موقع پر یہ گیت گایا جاتا ہے:

بیرن بھیا میں تیری ماں جائی — ہولرسن کر بدھاوا لے کر آئی

بیرن بھیا میں تیری ماں جائی

---

(۱) قصابہ سر سے باندھنے کا سموسہ نما رومال۔

---

(۲) آٹے کا دودھ اس وجہ سے استعمال کیا جاتا ہے کہ دودھ کے پھینکنے میں

چھاتی دُھلائی کٹوری لونگی تو لٹ دھلائی رپیّا
پالنوں دُھلن کو چیری لونگی تو خصم چڑھن کو گھوڑا

اس گیت کا مطلب یہ ہے:

کہ بھائی میں تیری ہی ماں کی بیٹی ہوں ۔ بچّے کی خبر سُن کر مبارک باد دینے آئی ہوں ۔ چھاتی دُھلائی کا نیگ چاندی کی کٹوری لوں گی تو زچّہ کی لٹ دُھلانے کا روپیہ ۔ لمبے پالنوں دھلوانے یعنی خدمت لینے کے واسطے لونڈی لوں گی تو خاوند کے چڑھنے کے لئے گھوڑا ، کیونکہ میں تیری سگی بہن ہوں ۔ میرا آج لینے ہی کا حق ہے ۔

غرض چھاتی اور لٹ دھلانے کے بعد بتاسے کا رواپہلے بچّے کے منہ میں پھونکتی بعد میں چھاتی منہ میں دے دیتی ہے ۔ بتاسہ ذائقہ پیدا کرنے کی غرض سے دیا جاتا ہے اور دودھ چوسنے کی عادت ڈالنے کے لئے شروع کرا دیا جاتا ہے ۔ اس وقت پھپھی کو حسب حیثیت اس رسم کا نیگ دیا جاتا ہے ۔ جس کا اقل درجہ سوا روپیہ ہوتا ہے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اول دن شہد ، دوسرے دن گھٹی ، تیسرے روز دودھ پلایا جاتا ہے تاکہ بچّہ دودھ پینا اور چھاتی کو منہ سے دبانا سیکھ جائے ۔ جب سے بچّہ پیدا ہوتا ہے زچّہ کے سرہانے چاقو یا چھری یا تلوار خواہ لوہا ضرور رکھا جاتا ہے ، اس لئے کہ بھوت پریت کا اثر نہ ہونے پائے ۔ اسی روز دولہا کی بہنیں اچھوانی بنا کر سب میں تقسیم کرتی اور اس کا نیگ لیتی ہیں ۔ غریبوں میں صرف زچّہ کو پلاتے

بقیہ حاشیہ صہ۴۷ ـــــــ بے ادبی خیال کی جاتی ہے اور یہ درخت کی جڑ میں یوں ہی ڈال دیا جاتا ہے ۔

ہیں ۔ اچھوانی ایک قسم کا شیرہ ہوتا ہے جس میں اجوائن کا عرق نکال کر گرا گرا تے گھی میں ڈال دیتے ہیں اور اوپر سے کھانڈ کا شیرہ چھوڑ دیتے ہیں ۔ جب وہ پک جاتا ہے تو سونٹھ ڈال کر زچّہ کو پلاتے ہیں ۔ مگر اب مسلمانوں میں اجوائن کے بجائے عناب کا شیرہ پکا کر اچھوانی بنانے لگے ہیں ۔ اچھوانی اصل میں اجوانی تھا ۔ زچّہ کو تین وقت اچھوانی دو وقت گوند ، تیسرے روز مکھانے ناتوانی دور ہونے کی غرض سے کھلاتے ہیں ۔ یہ دوا کی دوا ہے ، غذا کی غذا ۔ یہ سب چیزیں گھی اور کھانڈ سے تیار کی جاتی ہیں ۔ جن عورتوں کو مٹھاس سے نفرت ہوتی ہے ، ان کے واسطے کھانڈ کی بجائے کالی مرچوں سے بنا دیتے ہیں ۔

جس روز بچّہ پیدا ہوتا ہے ۔ زچّہ کو رات بھر سونے نہیں دیتے اور نہ کروٹ لینے دیتے ہیں تاکہ خون سستا نہ جائے ، یعنی اس کی حرکت سُست نہ ہو جائے ۔ اسی غرض سے رات بھر جچّا گیریاں گائی جاتی اور عورتیں جاگتی رہتی ہیں ۔ چھ روز تک زچّہ کے پلنگ کو اکیلا نہیں چھوڑتے جس سے بچّے اور زچّہ کی حفاظت ، کروٹ اور بدرو روحوں سے مقصود ہوتی ہے ۔ رات بھر چراغ جلتا رہتا ہے ۔ امیروں میں چالیس روز تک ، غریبوں میں چھ روز تک برابر روشنی رکھتے ہیں ۔ انگیٹھیاں ہر وقت روشن رہتی ہیں ۔ اور ان میں کالا دانہ یعنی اسپند نظر بد کے دفعیہ اور ہوا کی صفائی کی غرض سے چھٹی تک جلایا جاتا ہے ۔ چھ روز تک باری باری سے عورتیں جاگتی اور زچہ گیریاں گاتی رہتی ہیں ۔ چنانچہ ایک آدھ زچہ گیری لکھی جاتی ہے :

جچّا گیریاں

میرے بابل کو لکھو سندیس جھنڈولا آج ہوا

بابل: باپ — سندیس: خبر — جھنڈولا: لڑکا

بابل ہمارے راجا کے چاکر بیرن بالے بھیس
بھائی بچّہ ہی روپ
جھنڈولا آج ہوا

اس گیت کا مطلب یہ ہے کہ میرے ابا کو یہ خبر بھیج دو کہ آج تمہاری بیٹی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میرے ابا کا پتہ یہ ہے کہ وہ راجا کے نوکر یعنی امیر اور عزت دار آدمی ہیں، اور بھائی ابھی یانا ہے۔

دیگر

آج جنم لیا میرے راج دُلارے نے پالنا بناؤں گی
ری پالنا بناؤنگی
گھی کھچڑی بھیجی بابل جب رنگ سگھڑ
جچّا کو میں تارے دکھاؤنگی
ری پالنا بناؤنگی

اس گیت کا مطلب یہ ہے کہ آج راج کے پیارے بچّے یعنی میرے شہزادے (کنور) نے جنم لیا ہے میں اس کے آرام اور سونے کے واسطے پنگورا بناؤں گی میرے باوا نے یہ خبر سُن کر مجھ زچّہ کے واسطے گھی اور کھچڑی بھیجی ہے۔ کیونکہ یہی زچّہ کو ملا کرتی ہے۔ گیت بنانے والا کہتا ہے کہ میں اس باسلیقہ زچّہ کو تارے دکھاؤں گا۔ یعنی چھٹی کی رسم رچاؤں گا۔

دیگر

جچا میری کا ہیکو ر وٹھی میں تیرا عطر کھلو ناری
کہو تو جچا رانی دائی کو بلا دوں

کہو تو کونے پلنگ بچھا دوں

کہو تھئی تھئی ناچوں

جچا میری کاہیکو روٹھی میں تیرا عطر کھلونا ری

سونٹھ میں بھول آیا اب لادوں گا ری

ہاتھ میں کونڈی بغل میں سونٹا لایا ری

سونٹھ بھول آیا ری

جچا میری کاہیکو روٹھی میں تیرا عطر کھلونا ری

تیرے ہولڑکا نوکرا ے بیگم میں تیرا نوکر تیرا چاکر ری

سونٹھ بھول آیا ری

جچا میری کاہیکو روٹھی میں تیرا عطر کھلونا ری

مطلب یہ ہے : یہ عجیب ظریفانہ زچہ گیری ہے۔ خاوند کی طرف سے بتائی اور گائی جا رہی ہے۔ خاوند کہتا ہے کہ میری جچا تو مجھ سے کیوں روٹھ گئی، میں تو تیرا مہکتا ہوا کھلونا ہوں۔ دائی جنانے کی ضرورت ہے تو اسے بلا دوں، پلنگ کی حاجت ہے تو کونے میں پلنگ بچھا دوں۔ یوں بھی خوش نہیں تو تھئی تھئی ناچوں اور تجھے خوش کر دوں۔

میرا یہ قصور ہے کہ زچہ خانے کی سونٹھ لانی بھول گیا۔ سو اب لپک کے لائے دیتا ہوں۔ ہاتھ کونڈی سے رکا ہوا تھا۔ بغل سونٹے سے (یعنی کونڈی سونٹا بھی تیری ہی چیزوں کے پیسنے کے واسطے لایا تھا) رکی ہوئی تھی۔ اس سبب سے مجبور تھا۔ بیگم میں تیرے بچے کا نوکر تیرا نوکر اور تیرا ہی چاکر ہوں تو کیوں ناراض ہے۔ بیشک سونٹھ میں بھول آیا ہوں۔

دیگر

البیلے نے مجھے درد دیا سانولیا نے مجھے درد دیا

پائیلیا نے درد دیا

جائے کہو لڑکے کے باوا سے اونچی نوبت دھراؤ رے

البیلے نے مجھے درد دیا پائیلیا نے مجھے درد دیا

جائے کہو لڑکے کے نانا سے رنگ بھری کھچڑی لاؤ رے

البیلے نے مجھے درد دیا پائیلیا نے مجھے درد دیا

جائے کہو لڑکے کے ماموں سے ہنسلی کڑے گھڑاؤ رے

البیلے نے مجھے درد دیا پائیلیا نے مجھے درد دیا

جائے کہو لڑکے کی خالہ سے کرتے ٹوپی لاؤ رے

البیلے نے مجھے درد دیا پائیلیا نے مجھے درد دیا

جائے کہو لڑکے کے باوا سے بھانڈ بھگتیے نچاؤ رے

البیلے نے مجھے درد دیا پائیلیا نے مجھے درد دیا

مطلب یہ ہے — کہ دبلے پتلے، چھیل، چھبیلے، البیے، سانولے نے اپنا جلوہ دکھانے اور دنیا میں آنے کے سبب مجھے دردزہ کی تکلیف دی ہے، لڑکے کے باوا کو خبر کردو کہ اس خوشی میں کوٹھے پر نوبت دھرائے۔ نفیری بجوائے، کیونکہ میری تکلیف کی اسی خوش وقتی کی جھنگڑ جھنگڑ آواز سے تلافی ہوگی۔

لڑکے کے نانا نانی سے جا کر کہہ دو کہ دھوم دھام کی کھچڑی لانے کا سامان کریں۔ کیونکہ چھٹی تمہاری ہی طرف سے دی جاتی ہے۔

لڑکے کے ماموں کو بھی جتا دو کہ ہنسلی اور کڑے ماموں ہی کی طرف سے دیئے جایا کرتے ہیں تم بھی تیار کرلو۔

لڑکے کی خالہ کو بھی آگاہ کردو کہ کرتے اور ٹوپی کا فکر کرلیں۔ کیونکہ یہ سامان

تمہاری ہی طرف سے آیا کرتا ہے۔

لڑکے کے باوا کے کان میں یہ بات بھی ڈال دو کہ چھٹی کو بھانڈ اور بھگتیے اس خوشی میں تمہیں نچانے پڑیں گے۔

یہ گیت تو موجودہ رسموں کے موافق ہے مگر اس کی ابتداء تیمناً و تبرکاً اسی طرح پر ہے کہ گویا کرشن جی نے جنم لیا ہے اور دیو کی جی ان کی والدہ صاحبہ یہ فرما رہی ہیں۔

(ان گیتوں کے لفظوں، خیالوں اور ڈھنگوں سے صاف ہندوانی رسموں اور عقیدوں کا ثبوت ملتا ہے)۔

زچہ کا پہنا ہوا جوڑا جب ہی اور نیا جوڑا چھٹی یا چلّے کو دائی لے جاتی ہے۔

پہلے دستور تھا کہ جس کروٹ بچہ پیدا ہوا اس طرف کے کان کی لو چھدوا دیتے تھے، جس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ بچہ زندہ رہے گا۔ عورتوں کا خیال تھا کہ کان میں کوئی رگ ایسی ہوتی ہے کہ اگر اسے چھید دیا جائے تو بچے کو کوئی ضائع کرنے والا مرض غالباً ام الصبیان نہ ہو بلکہ اسی غرض سے ناک کا بانسا بھی اسی روز چھید کر بلاق پہنا دیا کرتے تھے۔ اب یہ دستور جاتا رہا، شاذ و نادر جاہلوں میں پایا جاتا ہے۔

جس روز سے بچہ پیدا ہوتا ہے "نکھی" یعنی بلی کو زچہ خانے میں نہیں آنے دیتے کہ اس کے اندر جن ہوتا ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ بچے کا نال توڑ کر لے جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ چھٹی یا چلّے تک بلی کی روک ٹوک رہتی ہے۔

یہ بات بھی ذکر کرنے کے قابل ہے کہ ایک ہیجڑا روز ہر ایک محلے میں جا کر یہ آواز لگاتا ہے کہ "ہوا بیٹا کون سا گھر جاگا" اس محلے کے لڑکے یا حلال خوری بتا دیتی ہے کہ فلاں شخص کے ہاں لڑکا یا لڑکی ہوئی ہے۔ وہ اس گھر پر جاتا۔ لڑکی کا ایک ٹکا اور لڑکے کا ایک آنہ لے جاتا اور تمام بھانڈ بھنڈیلوں وغیرہ میں خبر کر دیتا

ہے۔ اب شہر کے بھنڈیلے زنانے ہیجڑے شاہ ٹیم ٹیا جوئے والیاں۔ بھانڈ بھگتیے آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک ایک دو دو گھنٹے گا کر اور اپنا انعام لے لوا کر چلے جاتے اور چھٹی کے موقع پر پھر آن براجتے ہیں جس کا ذکر اس موقع پر بھی آئیگا۔

چھٹی

جننے کے چھ روز بعد زچّہ اور اس کے بچّے یعنی جھنڈولے کو بدھ (۱) یا پیر کے روز چھٹی نہلائی جاتی ہے۔ جب زچّہ چوکی پر نہانے بیٹھتی ہے تو نندیں یعنی دولہا کی بہنیں زچّہ کے سر میں آنے ٹکا دودھ جس میں ہری دوب کی پتّی یا پان کی کرچ پڑی ہوتی ہے ڈالتی اور اپنا نیگ لیتی ہیں۔ زچّہ نہا دھو کر بچّے کو گود میں لے، ناک میں نتھ پہن، چوکی سے اُترتی اور اپنے پلنگ پر آکر بیٹھتی ہے۔ مہمان ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ مہمانی زیادہ تر عورتوں کی ہوتی ہے۔ مردوں کا اس میں بلاوا نہیں دیا جاتا۔ ہاں امیروں میں قریبی رشتے کے مردوں کو بھی بلا لیتے ہیں۔ باہر ناچ رنگ ہوتا ہے۔ باری باری سے ہیجڑے، بھانڈ، شاہ ٹیم ٹیا اور کنچنیاں اپنا اپنا ناچ دکھاتی ہیں۔ گھر میں ڈومنیاں، جوئے والیاں اپنا رنگ جماتی ہیں۔ زچّہ سر سے زرق برق سنہری پٹّی باندھ اور بچّے کے سر کو قصابے سے مزیّن کر رانی یا شہزادی بنی ہوئی بیٹھتی ہے۔ مبارکبادیاں گائی جاتی ہیں۔

کوئی گاتی ہے:

---

(۱) بدھ کا روز اس وجہ سے کہ سب کام سدھ اور بیٹا ہی پیدا ہو اور پیر کا روز اس واسطے کہ مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا مبارک دن ہے۔

جمی جم شادیاں مبارکبادیاں ہوین (۱) فرزند سلامت سلامت بادیاں
یعنی یہ خوشی ہمیشہ مبارک ہو بلکہ مع فرزند سلامت ہو

کوئی الاپتی ہے :

نورنگ جوڑے والیاں میری اچارانیاں
سوہا جوڑا پہن سہاگن موتی بھری مانگ
نورنگ جوڑے والیاں

مطلب : یعنی ہماری اچارانی رنگ برنگ کے جوڑے سُرخ جوڑے والی سہاگن اور موتیوں بھری مانگ والی دلہن ہے ۔

تیسرے پہر میکے سے چھٹی یعنی چھوچھک آتی ہے ۔ امیروں کے ہاں باجے، گاجے سے، متوسط لوگوں کے ہاں ظاہری سوبھا اور صوفیانہ ٹیپ ٹاپ یا صرف روشن چوکی سے ۔ چھٹی میں سونے خواہ روپے کی ہنسلی، کڑے بچے کے گھنگرو چاندی کے چٹے بٹے، چسنیاں، جھنجھنے، سونے کی دال، چاندی کے بنے ہوئے چاول، کرتے، ٹوپیاں، پوتڑے، دوہریں، سوزنیاں کشتیوں میں سجی ہوئی، چھوٹے چھوٹے برتنوں کے خون چنے ہوئے، گھی کے ہنڈے، مرغوں کی کھانچیاں، عقیقے کے بکرے، ان پر گوٹے کناری کی جھولیں پڑی ہوئی، سینگوں پر چاندی کی سنگوٹیاں چڑھی ہوئی ۔ اگر میکے والے نواب یا شہزادے ہوئے تو ہاتھیوں پر چاندی کا پنگوڑا ورنہ کہاروں کے کندھوں پر ہنڈولنا ۔ سروں پہ بچے کی پلنگڑی، مونگ چاولوں کی بوریاں بھی ہوتی ہیں ۔

لڑکے کے ماموں کی طرف سے ہنسلی، کڑے، خالہ کی طرف سے کرتے ٹوپی

---

(۱) مع ۱۲ -

دینے کا بھی آج ہی کا دستور ہے۔

عقیقہ (۱)

دو گھڑی دن رہے مردانے میں عقیقہ یعنی مونڈن ہوتا ہے۔ نونہال کو باہر لاتے ہیں۔ مبارک نام رکھا جاتا ہے۔ کوئی قرآن کے حرفوں سے نام رکھتا ہے، کوئی تاریخی نام نکالتا ہے، کوئی دادا پر دادا کے نام پر نام تجویز کرتا ہے، کوئی مناسب وقت سے موزوں نام مقرر کرتا ہے۔ نام تجویز کرنے کے بعد نائی کو چاندی کا استرا

---

(۱) عقیقہ۔ اس کے لغوی معنی مولود کے سر کے بال جو پیٹ سے لئے پیدا ہو، اصطلاحی ساتویں روز بچے کا نام رکھ کر اس کا مونڈن کرنا، نام مقرر کرنے کی دعوت، نیز آسمان کی طرف تیر چلانا، اخیر معنی سے اس رسم کا پتہ بھی چلتا ہے جسے مرگ مارنا کہتے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ رسم ہندوؤں سے نہیں لی گئی یا لی گئی تو دونوں کا ایک اتفاقی اتحاد ہے۔ ہاں مونڈن اور عقیقہ کی رسم میں معناً ایک ہی بات پائی جاتی ہے۔ عقیقے کی سنت پیغمبر آخر الزماں ص کے زمانے سے جاری ہوئی۔ آپ نے اپنے نواسوں کا ساتویں روز عقیقہ کیا اور قربانی کا گوشت تقسیم فرمایا بلکہ بعد از حصول رسالت اپنا بھی عقیقہ کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولود کے ساتویں روز ہی اس کا کرنا کچھ ضروری امر نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ رح تو سرے سے اس پر زور ہی نہیں دیتے۔ عقیقے کی قربانی مولود کی سلامتی کا صدقہ ہے جو جسم کی عوض جسم اور روح کی عوض روح دی جاتی ہے۔ چونکہ صدقہ کا کھانا جو شخص صدقہ دے اسے اُٹھا اپنے تصرف میں لانا درست نہیں، اسی خیال سے ماں باپ، دادا، دادی نانا نانی عقیقے کا گوشت نہیں کھاتے۔

نہرنی، کٹوری، کمخاب کی لنگی دی جاتی ہے۔ نائی پہلے بال بھگوتا پھر اُسترا سر کو لگاتا ہے۔ بچّے کے بال ایک موٹی سی روئی پر لیتے جاتے ہیں۔ ادھر خاص تراش بچّے کے سر پر اُسترا رکھتا ہے اُدھر قصائی بچّے کا نام لے، بکروں کے گلے پر چھری پھیر دیتا ہے۔ بیٹے کے دو بکرے اور بیٹی کی ایک بکری ہوتی ہے۔ یہ رسم نہیں بلکہ ایک شرعی حکم ہے، جسے بچے کا صدقہ کہنا چاہیے۔ عقیقے کا گوشت ماں، باپ، نانا، نانی، دادا دادی نہیں کھاتے، اور لوگ کھا سکتے ہیں۔ بالوں کو سونے یا چاندی میں تول کر دھوبن کو دیتے ہیں کہ دریا میں بہا دے۔ اس سونے یا چاندی کا حق دار بھی نائی ہوتا ہے۔ اسی کو دے دیتے ہیں۔ بچّے کے ہاتھ میں سب کینے والے حسب حیثیت نقدی دیتے ہیں۔ یعنی کوئی روپیہ کوئی اشرفی کوئی دونی کوئی چونی دے دے کر سرک جاتا ہے۔

زچّہ کا تارے دیکھنا

چھٹی کی رات کو دالان کے آگے چوکی بچھاتے، زچّہ اور بچّے کو بناؤ سنگار کراتے، سموسے دار کارچوبی پٹی دونوں کے سر سے باندھتے اور باہر چوکی پر کھڑا کرنے لاتے ہیں۔ زچہ بچّے کو گود میں لے کر باہر آتی ہے۔ دو عورتیں دونوں پہلوؤں میں ننگی تلواریں لئے ساتھ ہوتی ہیں۔ دائی آٹے کی چومک (۱) اٹھائے آگے آگے چلتی ہے۔ زچّہ بچّے کو گود میں اور قرآن شریف کو سر پر رکھ کر آسمان کی طرف دیکھتی اور چوکی پر کھڑی ہو کر سات ستارے گنتی ہے۔ اس وقت دونوں تلواروں کی نوک سے نوک ملا کر زچہ کے سر پر قوس بنا دیتے ہیں، تاکہ اوپر سے جن اور پری کا گزر نہ ہو سکے۔ گویا آج سے

---

(۱) آٹے کا ایک چراغ چومو بنایا جاتا ہے، اس میں چار بتیاں اور گھی ڈال کر جلاتے ہیں۔

جن و پری کے سایہ کا خوف دور ہو جاتا ہے۔ ادھر زچہ تارے دیکھنے جاتی ہے ادھر لڑکے کا باوا تیر کمان لے کر زچہ کے پلنگ پر کھڑا ہو جاتا اور پوری بسم اللہ پڑھ چھت میں تیر لگا کر گویا فرضی مرگ (۲) مارتا ہے۔ چنانچہ اس رسم کا نام ہی مرگ مارنا پڑ گیا ہے مرگ مارنے کا نیگ ساس داماد کو دیتی ہے۔ شاہ نصیر شاعر، دہلی نے ایک موقع پر جب کہ بہادر شاہ دہلی کے مشکوئے معلیٰ میں شہزادہ پیدا ہوا تو اس طرح اس رسم کو نظم میں ادا کیا :

وہیں پھر شاہ نے یہ رسم کی واں
چھپر کھٹ پر قدم رکھ ہو کے شاداں
ادا کر حرف بسم اللہ سارا
کمان و تیر لے کر مرگ مارا
نمودار اس طرح تھا سقف میں تیر
فلک پر کہکشاں کی جیسے تحریر

مطلب — یعنی جس وقت زچہ تارے دیکھنے گئی تو وہاں بادشاہ نے فوراً خوش ہو کر یہ رسم ادا کی کہ چھپر کھٹ پر چڑھ کر پوری بسم اللہ پڑھ کر کمان اور تیر ہاتھ میں لے کر مرگ مارا۔ بادشاہ کا تیر چھت میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان پر کہکشاں کی لکیر۔

زچہ تارے دیکھ کر پلنگ پر آ بیٹھتی ہے۔ پلنگ کے آگے دسترخوان بچھایا

---

(۲) مرگ ظاہر مرگ سراپا مرگ راج یعنی شیر کا مخفف ہے بلکہ وہ شیر جو شمالی چھ برجوں میں سے ایک کہلاتا ہے جس سے یہ مراد ہے، کہ گویا بیٹے کا جننا شیر مارنے کے برابر ہے۔

جاتا ہے جو کی میز کی طرح لگا دی جاتی ہے ۔ اس پر تورہ چنا جاتا ہے ۔ جس میں پکی ہوئی سات ترکاریاں اور مختلف طرح کے کھانے ہوتے ہیں ۔ سات سہاگنوں کے ساتھ مل کر زچہ رانی ذرا ذرا سا چکھ لیتی ہیں ۔ جسے چوہہ چکھانا کہتے ہیں ۔ مبارک سلامت سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی ۔ گانا شروع ہو جاتا ہے :

چچا جب دیکھنے کو آئی تارے

ستارے چرخ گردوں نے اُتارے

ہوا فرزند یہ سب کو مبارک

کھولڑے کے کا با وا مرگ مارے

چھٹی کی دھوم جو پہنچی فلک تک

قمر اور مشتری دونوں پکارے

خدا نے کیا خوشی دونوں کو دی ہے

دمامے بج گئے گونجے نقارے

اس کے بعد زچہ کے آگے کے تورے اور چوک میں روپے ڈال کے دائی کو دیئے جاتے ہیں ۔ اور خاص قلعہ میں تو اس کے ساتھ ایک اور رسم بھی برتی جاتی تھی جسے " بگیر بچہ " کہتے تھے ۔ بلکہ دہلی کے اور مغلوں میں ایک ذرا سے فرق کے ساتھ یہ رسم ادا کی جاتی ہے ۔ قلعہ میں اس کا یہ قاعدہ تھا کہ سوا پانچ سیر کا ایک میٹھا روٹ زمین لال کر کے اس میں پکاتے اور بیچ میں سے خالی کر کے روٹ کا صرف گردہ رہنے دیتے تھے ۔ اس کے اوپر ننگی تلواریں اور دائیں بائیں تیر باندھ کر لٹکا دیتے تھے ، سات سہاگنیں جن میں سے تین حلقے کے سامنے اور چار بائیں جانب برا باندھ کر کھڑی ہو جاتی تھیں ۔ جن میں سے ایک عورت روٹ کے گردے میں سے بچے کو دیتی اور کہتی کہ بگیر بچہ ، دوسری اللہ نگہبان بچہ کہہ کر لے لیتی اور اپنی ٹانگوں

میں سے بچّے کو نکال کر تیسری سے کہتی کہ بگیر بچّہ۔ غرض اسی طرح ساتوں سہاگنیں سات دفعہ بچّے کو روٹ کے حلقے اور اپنی ٹانگوں میں سے نکال لیتی تھیں۔ صرف یہ رسم ہندوستان کی رسموں سے باہر اور ترکی الاصل ہے اور باقی سب ملتی ہوئی ہیں۔

ہمارے ایک نہایت موقر و معتبر دوست جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اس رسم کو مرزا محمود سلطان مرحوم شاہ عالم بادشاہ غازی کے پڑپوتے کے پیدا ہونے کے موقع پر دیکھا۔ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ میں نے بچشم خود اس روٹ کا زمین لال کر کے اس پر پکنا اور اس کا حلقہ کتر کے تیروں کے سہارے دو تلواروں کے ساتھ کھڑا کرنا اس ہیئت سے دیکھا جس کا نقشہ درج ذیل ہے۔

پہلی سہاگن
دوسری ״
تیسری ״
چوتھی ״
پانچویں ״
چھٹی ״
ساتویں ״
اس ساتویں نے ہاتھوں ہاتھ واپس کیا۔

---

(۱) اس نے روٹ میں سے نکال کر بچے کو پہلی سہاگن کو دیا۔ اس نے ٹانگوں سے نکال دوسری کو، دوسری نے تیسری کو، تیسری نے چوتھی کو، غرض بچّہ اسی طرح ہاتھوں ہاتھ ساتویں تک پہنچایا۔ اور اس ساتویں نے ہاتھوں ہاتھ اسی طرح واپس کیا۔

سات سہاگنیں آگے پیچھے قطار باندھ کر کھڑی ہو گئیں اور ایک معزز عورت حلقے کے دوسری طرف بچّے کو لے کر استادہ ہو گئی۔ اس نے روٹ کے حلقے میں سے بچّے کو نکال کر پہلی سہاگن کو دیا۔ اس نے اپنی ٹانگوں میں سے نکال کر دوسری کو، دوسری نے تیسری کو، اسی طرح ساتویں تک پہنچایا۔ ساتوں نے ہاتھوں ہاتھ اسی ترتیب پر واپس کیا اور روٹ میں سے نکال کر اسی عورت کو دے دیا جس نے سب سے اوّل بچّے کو دیا تھا۔ غرض اسی ڈھنگ سے سات مرتبہ پھیرے کرائے۔ یہ رسم خاص مرزا محمود سلطان مرحوم کے پیدا ہونے میں نواب عزیز النساء بیگم مرحومہ نے جو حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ کی بیٹی مرزائے موصوف کی پردادی تھیں اپنے قدیمی دستور کے موافق مرزا محمود سلطان مبرور کی والدہ مرحومہ کے ہاں ادا کی۔"

ان کا بیان ہے کہ یہ رسم اس طریقے پر حضرت عرش آرام گاہ ابو نصر معین الدین محمد اکبر بادشاہ ثانی والد بہادر شاہ بادشاہ معزول کے زمانے یعنی ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء تک خاص خاص شہزادوں میں جاری رہی۔ ان کے بیٹے کے زمانے میں جہاں اور رسمیں اور شاہی قاعدے روبہ کمی ہوئے، اس میں بھی فرق پڑ گیا۔

اسی رسم کو آج کل شہزادگان دہلی اس طرح ادا کرتے ہیں کہ سات سہاگنیں بدستور مگر زچّہ چونکہ عذر نفاس (۱) کے سبب سورۂ اخلاص نہیں پڑھ سکتی اپنی بجائے ایک اور عورت بطور مدد اپنے ساتھ لے لیتی ہے۔

یہ سب عورتیں زچّہ کے پلنگ کو چاروں طرف سے گھیر کر بیٹھ جاتی ہیں۔ ایک عورت سات مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر اور لفظ بگیر بچہ کہہ کر دوسری عورت کو

---

(۱) ایام زچگی کی ناپاکی۔

اس مولود مسعود کو دیتی ہے۔ وہ اللہ نگہبان بچہ کہہ کر لے لیتی اور سات ہی مرتبہ وہی سورت پڑھ کر تیسری عورت کو بگیر بچہ کہہ حوالے کر دیتی ہے۔ وہ لفظ اللہ نگہبان بچہ ادا کر اسے لے چوتھی عورت کو دے دیتی ہے اور اس طرح یہ ہشت پورا کر دیا جاتا ہے۔

جب ساتوں سہاگنیں اپنی اپنی باری سے بگیر بچہ کہہ کر فارغ ہو جاتی ہیں، تو انہیں فی سہاگن دو دو نان یا باقر خانیاں، دو دو لڈو، دو دو بادام اور دو ہی دو چھوارے دیئے جاتے ہیں۔ یہ رسم ترکستان سے مغلیہ خاندان کے ساتھ آئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے چونکہ چالیس روز تک بچے کو پلنگ سے اتارنا عورتوں کے مسلکے میں منع خیال کیا جاتا ہے، اس وجہ سے یہ ترکیب نکالی گئی کہ خدا کی حفاظت میں اسے چھوڑا اور اس بہانے سے اسے پلنگ سے اُتارا جائے۔

یہی رسم دہلی کے اور مغلوں میں اس طرح پائی جاتی ہے کہ وہ لوگ روٹ نہیں پکاتے۔ ان کے ہاں رات کے بارہ بجے ایک چادر بچھائی جاتی اور اس پر سات ڈھیریاں کھیلوں اور بتاسوں کی لگائی ہیں، جن کے اوپر دو دو پان بھی رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ پہلے ایک عورت کی گود میں یہ کہہ کر بچے کو دیتے ہیں کہ بگیر بچہ وہ تین دفعہ الحمد و قل ہو اللہ پڑھ کر دم کرتی اور پھر قینچی بچے کے منہ پر پھراتی جاتی اور دوسری عورت کو دے کر کہتی جاتی ہے کہ بگیر بچہ وہ جواب دیتی ہے کہ " بیار بچہ " " اللہ نگہدار بچہ "۔ بس اسی طرح ساتوں عورتیں اس بچے کو باری باری سے گود میں لیتی اور اپنے اپنے وار سے وہ ایک دوسری کو دیتی جاتی ہیں۔ ان رسموں سے فارغ ہو کر سب کھانا کھاتے اور ساری رات گاتے بجاتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی ڈولیاں لگ جاتی ہیں، سب مہمان اپنے اپنے گھر رخصت ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد چلّے کی رسمیں شروع ہوتی ہیں۔

ہندوؤں کی طرح مسلمانوں میں بھی گیارہ دن سے لے کر تیرہ دن تک سوڑھ یعنی سوتک یا چھوت رہتی ہے۔ اس عرصہ تک زچّہ ناپاک خیال کی جاتی اور اس کے پاس پرہیزی بچّوں کو آنے جانے نہیں دیتے بلکہ بعض وہمی عورتیں پیٹ والیوں کو بھی اس جگہ سے بچاتی ہیں۔ اور اتنے دنوں تک گھر بھی اور زچّہ بھی ناپاک یعنی بھرسٹ خیال کئے جاتے ہیں۔

سردان کرنے کی رسم

اہل قلعہ میں زچّہ کو تارے دکھانے کی رسم ادا کرنے کے بعد ہی سردان کیا جاتا ہے۔ مگر اہلِ شہر میں اس روز کی خصوصیت نہیں ہے۔ وہ دودھ کے دانت نکلنے سے پیشتر جب چاہیں اس عمل کو کر سکتے ہیں بلکہ ان میں خاص کر دست آنے کے موقع پر یہ ٹوٹکا کیا جاتا ہے۔

تمام عورتوں کا اعتقاد ہے کہ اگر اس بچے کو جس کے دانت نہ نکلے ہوں، کوئی اپنے سر سے اونچا اٹھالے تو سفید دست آنے لگتے ہیں اس عمل سے نہیں آتے۔ بلکہ اگر آتے ہوں تو بند ہو جاتے ہیں۔ بس اس خیال سے اہل قلعہ اس روگ کو پہلے ہی کاٹ دیتے ہیں۔

اس عمل کو اس طرح کیا جاتا ہے کہ پلنگ خواہ چارپائی کی ادوان نکال ڈالتے ہیں اور پھر دو عورتوں کو جن میں ایک ماں اور ایک بیٹی کا ہونا شرط ہے۔ اس ٹوٹکے کے واسطے بلالیتے ہیں۔ ایک عورت اس پلنگ کے اوپر مائیں (۱) کی طرف اور دوسری پائنتی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے۔ اوپر والی عورت بچے کو ادوان کی خالی جگہ سے نکال کر

(۱) مائیں: پائنتی کی وہ موٹی سی عرضی رسی جس میں ادوان ڈالتے ہیں۔

نیچے والی عورت کو دیتی اور سات مرتبہ یہی عمل کرتی ہے۔ اہلِ قلعہ ان دونوں عورتوں کو بھی وہی حصہ دیتے ہیں جو ابھی بگیر بچہ کے موقع پر دیا تھا یعنی دو دو نان دو دو بادام اور دو ہی چھوارے باقی اللہ اللہ خیر سلا۔

شہر کے بعض خاندانوں میں یہی رسم شیر دان کے نام سے مشہور ہے۔ ان میں یہ عمل اس وقت کیا جاتا ہے جب کبھی بچے کو سر سے اونچا کر لینے کے سبب سفید دست آنے لگتے ہیں۔ ان کے ہاں بھی اسی طرح دو ماں بیٹیاں ایک پلنگ کے اوپر، ایک نیچے بیٹھ جاتی ہیں۔ پلنگ والی عورت پائنتی کی خالی جگہ سے بچے کو نیچے دیتی اور اس سے پوچھتی ہے کہ شیر دان گیا؟ نیچے والی جواب دیتی ہے کہ گیا۔ پس سات مرتبہ یہ ٹوٹکا کر کے بچے کو اٹھا لیا جاتا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سر دان کہو خواہ شیر دان عورتوں نے دستوں کے اس مرض کا نام رکھ چھوڑا ہے۔ سر دان بظاہر سر گرداں کا مخفف ہے۔ یعنی سر پر پھرانا، مجازاً سر سے اونچا کرنا اور شیر دان کے دست سفید رنگ کے آتے ہیں۔ عورتیں نہایت وثوق کے ساتھ بیان کرتی ہیں کہ اس ترکیب سے بالکل آرام ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ علاج ایک پر ایک ہے، کبھی خطا نہیں کرتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رتجگہ

رتجگہ اصل میں شب بے داری کو کہتے ہیں۔ جس میں رات بھر جاگ کر خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ مگر عورتوں نے خوشی کی تقریبوں کے موقع پر رات بھر جاگنے اور نیاز دلانے کا نام رتجگہ رکھ لیا جیسے لکھنؤ میں خدائی رات کہتے ہیں۔

یہ رتجگہ پانچ تقریبوں میں یعنی چھٹی، دودھ چھٹائی، سالگرہ، بسم اللہ اور

بیاہ کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ رات بھر کڑھائی ہوتی ہے، یعنی گلگلے تلے جاتے اور اللہ میاں کا رحم بنایا جاتا ہے۔ رحم ایک قسم کا چاولوں کے آٹے کا حلوا ہوتا ہے جو دودھ میں گوندھ کر کھانڈ اور میوہ ڈال کر پیڑے سے بنا لیتے ہیں۔ ان گلگلوں اور رحم پر اللہ میاں ہی کی سلامتی پڑھی جاتی یعنی نیاز دلوائی جاتی ہے اور بیوی یعنی حضرت فاطمہؓ کی نیاز بھی اس کے ساتھ ہی خشکے یا زردہ پر دلائی جاتی ہے۔ بیوی کی نیاز یا صحنک میں سات ترکاریاں اور ساتھ ہی طرح طرح کا میوہ رکھا جاتا ہے۔ نیاز کا کھانا کورے طباقوں میں نکالا جاتا ہے۔ بیوی کی نیاز کے سوا پانچ سیر چاول پکائے جاتے ہیں۔ جن پر ڈھائی سیر کھانڈ اور ڈھائی سیر دہی ڈالا جاتا ہے اس نیاز میں مسّی، تیل، سرمہ، مہندی، کلاوہ، صندل اور پانچ آٹے چراغی کے بھی رکھے جاتے ہیں۔ پہلے یہ بھی دستور تھا کہ نیاز کھانے والوں کے آگے ایک طشتری میں چونا بھر کر رکھ دیتے تھے۔ سب نیاز کھانے والی پاکدامنیں ایک ایک انگلی چاٹ لیا کرتی تھیں۔ ان کا اعتقاد تھا کہ اگر بدکار عورت چاٹے گی تو اس کے منہ سے خون جاری ہو جائے گا۔ بس اس خوف سے باعصمت عورتیں ہی اس نیاز کو کھایا کرتی تھیں۔ ہم اس رتجگہ کا ذکر بار بار نہیں کریں گے۔ صرف اسی موقع کا حوالہ دے دیں گے۔ ہاں اگر شاہی خاندان دہلی کی رسمیں لکھیں تو اس میں جس طریقے سے رتجگہ ہوا کرتا تھا اسے فرق ظاہر کرنے کی غرض سے ضرور جتائیں گے۔

چلّے

چلّے کے معنی چالیس روز کے ہیں۔ چونکہ زچہ چالیسویں دن بڑا چلّہ نہاتی ہے۔ اور اس سے پیشتر بھی اسے تین مرتبہ نہانا پڑتا ہے، لہذا بڑے چلّے کی مناسبت سے ہر ایک غسل نفاس یعنی غسل زچگی کو چلّہ کہنے لگے۔ جس طرح کچا لواروی کی جڑ

کو کہتے ہیں۔ مگر اس کو ایک خاص طریق سے بنا کر کھاتے ہیں اس وجہ سے جس ترکاری کو نمک مرچ کھٹائی ڈال کر اس طریق پر بنائیں گے اسی کو کچالو کہیں گے۔ جیسے کمرک کے کچالو، سنترے کے کچالو، کیلے کے کچالو، امرود کے کچالو وغیرہ۔

غرض جب زچہ دسویں روز نہاتی ہے تو اسے دسواں، بیسویں دن نہاتی ہے تو اسے بیسواں، مہینے کو نہاتی ہے تو اسے مہینے کا یا چھوٹا چلہ کہتے ہیں۔ چالیس روز میں بڑا چلہ نہایا جاتا ہے۔ اس روز زچہ اور بچہ نہا دھو کر میعاد زچگی سے فراغت پاتے ہیں۔ دائی کو جنائی کو چھٹی اور چلّوں کے جوڑے اور رخصتانہ کے روپے دیئے جاتے ہیں۔ آج ہی کے دن نوکر چاکر، سقنی، دھوبن، حلال خوری کو زچہ خانے کی خدمت کا انعام دیا جاتا ہے۔ اب زچہ بچے کو لے کر میکے میں پاؤں پھیرنے جاتی ہے، اور ستھورا سسرال کی طرف سے ہمراہ لے جاتی ہے۔ دس بیس روز کے بعد جب واپس آتی ہے تو میکے سے ترکاری، مٹھائی کے خوان کھلیں بتاسے ساتھ لاتی ہے۔ امیر گھرانوں میں دودھ پلانے کو اچھے خاندان کی انّا کپڑے پہنانے کو ماما پرورش کو ددا پوتڑے دھونے اور کھلانے کو چھوچھو نوکر رکھ دی جاتی ہے۔ اور ماں نگرانی رکھتی ہے۔ صبح کو چھوچھو لڑکوں کو ان فقروں سے کھلاتی ہے:

میاں آوے دوروں سے گھوڑا باندھوں کھجوروں سے
میاں آوے دوڑ کے دشمن کی چھاتی توڑ کے
جگ جگ (۱) جگ جگ جیا کرو دودھ ملیدہ پیا کرو

---

(۱) جگ: زمانہ دراز، قرن مجازاً ہمیشہ، اہل ہند کے مجوزہ چار زمانوں میں سے ہر ایک کو جگ کہتے ہیں جن کی تعداد ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک پہنچتی ہے۔

جب وہ دامن ڈھلانے بیٹھتی ہے تو کہتی ہے :

چھی چھی ، چھی چھی کوّا کھائے دودا بھائی ننا کھائے

دوپہر کو سونے کے وقت انّا یہ لوری دے کے سُلاتی ہے :

لوری

آجا ری نیندیا تو آ کیوں نا جا
میرے بالے کی آنکھوں میں گھل مل جا
آتی ہوں بیوی آتی ہوں
دو چار بالے کھلاتی ہوں

دیگر

تو سو میرے بالے تو سو میرے بھولے جب تک بالی ہے نیند
پھر جو بڑے گا تو دنیا کے دھندے کیسا ہی جھولا کیسی ہی نیند

تو سو میرے بالے تو سو میرے بھولے جب تک بالی ہے نیند
کھیل تماشے کر لے تو سارے کہتی ہوں تجھ سے آنکھوں کے تارے
زندہ ہے ماں بھی باپ بھی بارے کر لے تو آرام سید پیارے
تو سو میرے بالے تو سو میرے بھولے جب تک بالی ہے نیند
کھیل تم ایسے کھیلنا للنا جن سے نہ ہو ماں باپ کا جلنا
دنیا سے ڈر ڈر سنبھل کر چلنا، سکڑی ہی گھاٹی رستہ پھسلنا
تو سو میرے بالے تو سو میرے بھولے جب تک بالی ہے نیند

مطلب : ماں بچے کو یہ کہہ کر سلا رہی ہے کہ لے میرے ننھے سے بچے، اے میرے بھولے بھالے بچے جب تک بچپن کی نیند ہے تو آرام سے سو لے، جب

تو بڑا ہو کر دنیا کے کاروبار میں پھنسے گا تو نہ یہ جھولا رہے گا اور نہ یہ نیند ہاتھ آئے گی۔

اے میرے آنکھوں کے تارے میں تجھ سے کہتی ہوں جتنے بچپن کے کھیل اور تماشے ہیں ان سب کو ابھی پورا کر لے (کیونکہ یہ بے فکری کا زمانہ ہے) کہ تیرے چاہنے والے ماں باپ دونوں ابھی تک جیتے ہیں۔ اے پیارے سید آرام کر لے۔ میرے پیارے بیٹے تم کھیل کھیلو تو ایسے کھیلنا جن سے ماں باپ کو رنج اٹھانے کی نوبت نہ آئے۔ یعنی بدچلنی نہ کرنا۔ دنیا سے ڈرتے رہنا اور اس سے بچ بچ کر رستہ چلنا۔ دنیا کی گھاٹی نہایت سکڑی ہے۔ جس سے گزرنا مشکل ہے۔ اس کا رستہ بہت پھسلنا ہے، جس سے سنبھلنا دشوار ہے۔ رات ہوئی تو بچے کو چاند دکھا کر یوں بہلایا:

چندا ماموں دور کے بڑے پکاویں بور کے
آپ کھاویں تھالی میں ہم کو دیویں پیالی میں
پیالی گئی ٹوٹ چندا ماموں گئے روٹھ
پیالی آئی اور چندا ماموں آئے دوڑ

کبھی شمع یا چراغ کے آگے بیٹھ گئیں چراغ کی لو تک ہاتھ لے گئی اور بچے کی آنکھوں پر یہ کہہ کر ہاتھ پھیرا:

اکھو مکھو، میرے میاں کو اللہ رکھو

جب ذرا بچہ ہوں ہاں کرنے لگا تو اسے گھٹنوں پر بٹھا کر جھجو جھلانا شروع کیا اس طرح کہتی گئی اور گھٹنوں کو ہلاتی گئی

جھجو جھوٹے جھجو جو! جھجو کی ڈال جھوم پڑی
میاں نے چن چن گود بھری پکے پکے میاں کھائیں

کچّے کچّے نو کر کھائیں   خبردار ہو بڑھیا راجہ کا
کوٹ گرتا ہے!

اڑا ڈا ڑا دہم

یہ کہا اور بچے کو اُچھال دیا، وہ اس سے خوش ہو گیا۔ بیٹیوں کو اس طرح کھلاتی ہے:

ہوری تو بائی چنگے دن آئی   جیئں تیرے باپ اور بھائی
بیوی بیٹیاں چھپر کھٹ میں لیٹیاں   مارے مغروری کے جواب دیتیاں
اکھوّ مکھوّ میری بیوی کو اللہ رکھو

اگر بچہ سوتے میں ہنستا ہے تو کہتے ہیں کہ "بھائی ہنساتی ہے"۔ بھائی جسے یہ ماتا کہتے ہیں ہندوؤں کی ایک دیوی کا نام ہے۔ جس کی نسبت اعتقاد کرتے ہیں کہ وہ بچے کے کان میں کچھ باتیں کہہ کر کبھی ہنساتی اور کبھی رُلاتی ہے۔ مگر درحقیقت بچہ خواب دیکھ کر ہنستا اور روتا ہے۔ اگر بھیانک خواب دیکھا رو دیا خوشی کا دیکھا تو ہنس دیا۔ مسلمان عورتوں کا خیال ہے کہ جب بھائی کہتی ہے کہ تیری ماں جیتی ہے تو بچہ ہنس دیتا ہے اور جب کہتی ہے کہ وہ مر گئی تو رو دیتا ہے۔

مرنڈوں (۱) کی رسم

جب بچہ پانچ مہینے کا ہو جاتا اور ہاتھوں کی مٹھیاں باندھنے لگتا ہے تو نانی کے ہاں سے اگر وہ غریب ہوئی تو گیہوں کے ورنہ مرمروں کے مرنڈے خواہ ان کی

(۱) چونکہ مرنڈے مٹھیاں بند کر کے بناتے ہیں اور بچہ بھی ان دنوں میں مٹھیاں بند کرنی شروع کر دیتا ہے پس اس مناسبت سے مرنڈے بنے۔

بجائے موتی چور کے لڈّو اور خشخاش یا گیہوں کی گھنگنیاں آتی اور دلہن والوں کے کنبے میں تقسیم کی جاتی ہیں۔

مرنڈوں سے غرض گیہوں کے لڈّو ہیں جو گیہوں کو بھاڑ میں بھون کر گرم گرم میں گڑ رکھ کر بنائے جاتے ہیں۔ چونکہ میٹھی کی اور ان کی شکل یکساں ہے۔ اس وجہ سے اس رسم کے واسطے مرنڈے تجویز کیے گئے۔

دانتوں کے نکلنے کی رسم

جب بچّہ دانت نکالنے شروع کرتا ہے تو پھپھیاں کھوپرا چبا کر اس کے مُنہ میں پھونکتی ہیں اور اس کا انہیں نیگ یعنی انعام ملتا ہے۔ بچّے کے دانت نکالنے کو بچے نکالنا کہتے ہیں۔ عورتوں کا خیال ہے کہ کھوپرا چبا کر منہ میں ڈالنے سے دانت آسانی سے نکل آتے ہیں۔

جب دودھ کے دانت ٹوٹتے ہیں تو چوہے کے بل میں ڈالتے ہیں تاکہ بچے کے دانت بھی چھوٹے چھوٹے چوہیا کے سے خوش نما نکلیں۔

سالگرہ

جب بچہ برس روز کا ہو جاتا ہے تو بالوشاہی یا کوئی اور مٹھائی منگاتے ایک کشتی میں کلاوہ، چاندی کا چھلّا، ہری دوب، مصری کا کوزہ، پان کا بیڑہ سجا کر اپنے بڑے بوڑھے کے آگے رکھتے ہیں۔ وہ کلاوہ اٹھا کے پہلے بسم اللہ پڑھتا پھر کلاوے میں اوّل ایک گرہ لگا دیتا، بعد میں پان کے بیڑے میں دوسری گرہ دینا پھر ہری دوب، مصری کی ڈلی میں، تیسری چاندی کے چھلّے میں، چوتھی اور پانچویں گرہ بچّے کے سر سے چھوا کے خالی لگا دیتا ہے۔ اس وقت سب لوگ مبارکباد دیتے

اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ ایک سال یہ اور ہزار سال اور نصیب کرے۔

دودھ بڑھانا (۱)

کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ سوا دو برس میں بچے کا دودھ چھڑایا جاتا ہے۔ اس میں کھجوریں تلتے ہیں۔ ننھیال اور ددھیال کے لوگ جمع ہوتے ہیں ایک غوری میں کھجوریں بھر کے بچے کے آگے رکھتے ہیں تاکہ وہ اس میں سے اٹھالے اگر بچے نے ایک کھجور اٹھائی تو سب خوش ہو گئے اور کہا کہ بس ہمارا ننھا صرف ایک دن ضد کرے گا (یعنی ایک دن دودھ پینے کی ہٹ کرے گا) اور جو دو چار کھجوریں اٹھائیں تو کہا کہ یہ تو بڑا ہی ضدی ہوگا۔ کم سے کم دو چار دن تو ضرور مچلے گا۔ انا نگو کو بھاری بھاری جوڑے اور دودھ چھٹائی کے روپے دیے جاتے ہیں۔ اور دیگر ملازمین کو انعام ملتا ہے۔ انا یا ماں چھاتی کے مُنہ پر رسوت خواہ ایلوا لگا دیتے ہیں۔ اگر بچے نے ضد کی تو کہہ دیا کہ چیچی کو ہَوّے نے کاٹ کھایا ہے۔ اور اس پر بھی نہ مانا تو چھاتی کو منہ سے لگا دیا۔ وہ کڑواہٹ سے خود چھوڑ کر الگ ہو گیا۔ صبح و شام کھچڑی، تیسرے پہر کو ذرا سا بسکٹ یا نان خطائی خواہ کھجور کا ٹکڑا کھلایا اور بہلا دیا۔ جب بچہ ذرا ہوشیار ہو گیا تو اول مسلمانی کی پھر بسم اللہ کی ٹھہرائی۔

رسم ختنہ (۲)

---

(۱) وہم کے باعث چھڑانا، کی بجائے بڑھانا نیک فال سمجھ کر بولا جاتا ہے۔ ۱۲

---

(۲) ختنہ۔ یہ رسم حضرت خلیل اللہ کے وقت سے ان دس احکام کے موافق ہے جو حضرت

یہ مسلمانوں کی ایک شرعی رسم موسوم بہ سنّت ہے۔ بعض چھٹی کے روز بعض دس یا بارہ برس کی عمر میں کرادیتے ہیں۔ مگر نو مسلموں کا ختنہ جس عمر میں وہ مسلمان ہوتے ہیں اسی میں کر دیا جاتا ہے۔

اس میں رشتے کے آدمیوں اور دوستوں کو جمع کرتے، کھانا پکاتے، مٹھائی تقسیم کرتے اور شادی کی سی خوشی مناتے ہیں۔ جس بچے کی سنّتیں ہوتی ہیں ختنہ سے پیشتر مائیوں کی طرح زرد کپڑے پہناتے، گھوڑی چڑھاتے اور اسے فرضی دولھا بناتے ہیں۔

رسم ختنہ سے ایک روز پیشتر یا اسی روز نائی تمام کنبے والوں میں سنتوں کا بلاوا دے آتا ہے۔ جب سہ پہر کا وقت ہوتا ہے تو نائی آتا ہے۔ شیرینی وغیرہ اس سے پیشتر خوانوں میں سجا کر رکھ دیتے ہیں۔ بچے کو دو ایک گھنٹہ پیشتر بعض لوگ بھنگ کی معجون یا لوزاتین کھلا دیتے ہیں۔ تاکہ حالت نشے میں اسے تکلیف محسوس نہ ہو۔

اب لوگ آنے شروع ہوتے ہیں۔ انہیں فرش پہ بٹھایا حقہ پلایا اور پان کھلایا جاتا ہے۔ لڑکے کو ایک قوی آدمی لے کر سوزنی بچھی ہوئی چوکی پر بیٹھ جاتا ہے، نائی استرا تیز کرکے چھپا لیتا ہے۔ پہلے سلائی سے انڈے بچے صاف کرتا پھر کھپچی کی

بقیہ حاشیہ ـــــ پر نازل ہونے اور آپ نے حکم ختنہ کو سنتے ہی اتنا بھی وقفہ نہ کیا کہ کوئی ترکیب سہولت اور تکلف کم کرنے کی سوچی جائے۔ فوراً تیشہ سے اس حکم کی تعمیل فرمائی۔ چونکہ نبی آخر الزماں نے اکثر قدیمی شریعتوں کو اپنا معمول فرمایا۔ لہذا یہ بھی برابر جاری رہی۔ بلکہ عرب میں عورتوں کا بھی ختنہ پایا ہے، لیکن داخل سنّت اور واجب العمل نہیں۔ ہے ایک اختیاری امر ہے۔

گھوڑی چڑھا کر جس قدر کھال تراشنی منظور ہوتی ہے اسے اس گھوڑی سے دبالیتا ہے اور ایک دفعہ ہی لڑکے کو بہلاوہ دینے کی غرض سے کہتا ہے کہ دیکھو وہ سونے کی چڑیا اُڑی جاتی ہے، لڑکا ادھر دیکھنے کو منہ اٹھاتا ہے کہ یہ فوراً دین دین محمد کہہ کر اس کھال کو اڑا دیتا ہے۔ چنانچہ "دین دین محمد" کرنا ختنہ کے واسطے ایک خاص اصطلاح ہو گئی ہے۔

وہ کھال ایک دھجی میں رکھ کر بچّے کے بائیں پاؤں میں باندھ دیتے ہیں تاکہ کسی کا پرچھاواں نہ پڑے اور پہلے تو ساتھ ہی مور کا پر بھی باندھ دیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ دستور نیچ قوم میں رہ گیا ہے۔

جس وقت ختنہ ہو چکتا ہے تو نائی چوکی پر کٹوری رکھ دیتا ہے۔ جس میں خاص خاص دوست اور رشتہ دار ایک ایک خواہ دو دو روپے علیٰ قدر مقدور ڈال دیتے ہیں۔ یہ نائی کا حصہ ہوتا ہے۔ اصل میں جو نائی ہمیشہ مفت خدمت کیا کرتا ہے اسے شادی اور تقریب کے ہر ایک موقع پر حجام کا حق پورا پورا دے دیا جاتا ہے اور جن کے ہاں بلا اجرت نائی کام نہیں کرتا وہ جو کچھ مقرر کر لیتے ہیں، وہ دے کر باقی دام واپس لے لیتے ہیں۔ جب بچّہ کا زخم اچھا ہو جاتا ہے تو پاؤں میں سے کھال کھول کر پھینک دیتے ہیں۔ اور اب گھوڑی چڑھانے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

گھوڑی چڑھانا

اس روز پھر رشتے کنبے کے سب مرد اور عورتیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ بچّے کو نہلاتے نیا جوڑا پہناتے اور دولھا بناتے ہیں۔ نائی جوڑا بھیجتی ہے۔ سہرا، بدھی، طرّہ، پھولوں کا پورا گہنا ہوتا ہے۔ نائی کو بچّے کا پہنا ہوا ایک نیا جوڑا مع رخصتانہ دیا

جاتا ہے۔ لڑکے کو گھوڑے پر چڑھاتے دیسی اور انگریزی باجا بجاتے کسی بزرگ مقام پر لے جاتے ہیں۔ دہلی والے جامع مسجد کے اندر آثار شریف میں بچّہ کو لے جاکر سلام کرلاتے اور ملیدہ چڑھاتے ہیں۔ اور دیگر مقامات میں کسی بزرگ کی درگاہ یا مسجد وغیرہ میں یہی رسم ادا ہوجاتی ہے وہاں سے آکر لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ کوئی ناچ دکھاتا ہے۔ عورتوں میں سہاگ گھوڑیاں گائی جاتی ہیں۔ یہ وہی گیت ہیں جو شادی کے موقع پر عورتیں گاتی ہیں اور وہیں ان کا لکھنا بھی مناسب ہوگا۔ یہ رسم ہندو کشمیریوں کے جنیو کی رسم کے موافق خیال کی جاسکتی ہے۔

ناک کان چھدوانے کی رسم

جس طرح بیٹوں کو ختنہ کی تکلیف دی جاتی ہے اسی طرح لڑکیوں کو ناک کان چھدوانے کا دکھ اٹھانا پڑتا ہے۔ مگر وہ گہنا پہننے کے شوق میں اس تکلیف کو خوشی خوشی گوارا کرلیتی ہیں۔

کان چھدانے کے لیے کوئی خاص برس یا تعداد عمر موقوف نہیں۔ چاہے جب چھداویں مگر اکثر پانچ چھ برس کی عمر میں ہی چھدوا دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ بڑی عمر میں کان سخت ہوکر زیادہ زحمت نہ دیں۔ پہلے ناک یعنی بائیں جانب کا نتھنا نتھ یا کیل پہنے کے واسطے چھیدا جاتا ہے پھر ایک کان کے نیچے کی طرف تین، تین سوراخ اور اوپر کی جانب چار چار مگر اب اوپر کی طرف پانچ پانچ چھیدنے کا دستور ہوگیا ہے۔ ان میں بالے، بالیاں، پتے مگر جودانیاں وغیرہ پہنی جاتی ہیں۔

اس رسم میں کھوپرا اور مصری ننھیال نیز ددھیال والوں کو تقسیم کی جاتی ہے اور کن بندھے، یعنی کان چھیدنے والے کو آٹا گڑ اور حسب مقدر نقدی دی جاتی

ہے ۔ کن بندھے خاص ہندو ہوتے ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ یہ رسم مسلمانوں میں پہلے نہ تھی ۔

عورتوں میں مشہور ہے کہ جب کان بندھا کان چھیدتا ہے تو دھار باندھ دیتا ہے۔ یعنی جادو یا منتر کے زور سے خون نہیں نکلنے دیتا ہے ۔ یہ خیال غلط ہے ۔ کیونکہ اول تو اس مقام پر خود ہی خون کم ہوتا ہے دوسرے ہلدی چونہ لگا دینے سے اور بھی رک جاتا ہے ۔

رسم بسم اللہ

جب بچہ ساڑھے چار برس کا ہو جاتا ہے تو اسے بسم اللہ پڑھوا کر مکتب میں جانے کے قابل بناتے ہیں ۔ یہ رسم بھی بیاہ کی طرح منائی جاتی ہے ۔ لڑکا ہو خواہ لڑکی رات کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگائی جاتی ہے ، دن کو نہلایا جاتا نیا جوڑا ، نئی جوتی پہناتے ، سر سے سہرا باندھتے ، گلے میں بدھی ڈالتے ، کان کے پاس گوشوارہ یا طرہ لٹکاتے اور عصر کے وقت دولہا دلہن بناتے ہیں ۔ پستے ، بادام ، تل ، خشخاش کھیلوں کے سات طرح کے لڈو خوانوں میں لگا کر رکھتے ہیں ۔ مگر عام دستور یہ ہے کہ شیرینی تقسیم کرنے کے واسطے خوانوں میں بھر بھر کر رکھ دیتے ہیں ۔ چاندی کی تختی پر یا ٹکلیوں دار لال کاغذ پر پہلے بسم اللہ پھر (۱) اقراء باسم ربک الذی خلق ، لکھ کر بچے سے

---

(۱) یہ قرآن کی اس سورت کا نام ہے جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے اُتری ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر اپنے اس خدا کا نام لے کر جس نے مخلوقات کو پیدا کیا اور آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا قرآن پڑھنا شروع کرو ۔

پڑھواتے ہیں۔ بچہ اوّل بسم اللہ استاد کے ساتھ ساتھ کہتا جاتا ہے۔ پھر اس آیت کے ٹوٹے پھوٹے لفظ زبان سے نکال دیتا ہے۔ اسی وقت مبارک سلامت کی دھوم مچ جاتی ہے۔ شیرینی تقسیم ہونے لگتی ہے۔ چونکہ پیشوائے اسلام پر سب سے پیشتر یہی صورت نازل ہوئی تھی اس لئے سب سے پہلے اسی کا پڑھنا مبارک اور باعثِ برکت مانا جاتا ہے۔ اس رسم میں بھی مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا اور نوکروں چاکروں نیز کمینوں کو انعام و اکرام دیا جاتا ہے۔ پورب میں اسی رسم کو مکتب کہتے ہیں۔

ھدیہ

بسم اللہ کے بعد بچے کو قرآن شریف شروع کرا دیتے ہیں۔ جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو اس روز کی رسم کو ہدیہ کہتے ہیں۔ اس روز بھی بچے کو بناؤ کرا لیتے ہیں اور پھولوں کا گہنا پہناتے سر سے سہرا باندھتے موتیوں یا پھولوں کا طرّہ لٹکاتے اور خاصا دولھا بنا دیتے ہیں۔

مکتب کے لڑکوں کو چھٹی کا حق دے کر استاد سے چھٹی دلواتے ہیں ۔استاد جی سب لڑکوں کو ساتھ لے کر جس لڑکے کا ہدیہ ہوتا ہے اس کے گھر پر آتے ہیں خوانوں میں مٹھائی، کشتیوں میں استاد کا خلعت اور روپے لگائے جاتے ہیں۔ خوشنما جانماز یا کارچوبی مصلّی بچھا کر پہلے لڑکے کو نماز پڑھاتے ہیں۔ جب نماز پڑھ چکتا ہے تو دعا منگواتے ہیں پھر لڑکے کے دونوں ہاتھ پھیلوا کے ان کے اوپر لال کاغذ رکھ کے کلاوے سے باندھ دیتے ہیں۔ گویا لڑکا حافظ جی کے سامنے ہاتھ باندھ کر ختم قرآن کے شکریہ کے واسطے کھڑا ہوتا ہے۔ حافظ جی سب لڑکوں کو برابر کھڑا کر کے آمین شروع کرتے ہیں۔ آمین کے لغوی معنی ہیں اے خدا بچا اور محفوظ رکھ۔ اصطلاحی معنی خدا یوں ہی کرے۔ چونکہ ختم قرآن قبول دعا کا یقین کیا جاتا ہے۔ اس سبب سے

ایک دعا اور اسی قسم کے کچھ اشعار کا نام بھی آمین ہوگیا ہے۔ جس کے دو ایک شعر یہ ہیں۔ حافظ جی مصرع پڑھتے ہیں اور لڑکے اس کے خاتمہ پر آمین پکار کر کہتے ہیں

آمین

اعوذ باللہ من الشیطانی آمین
بسم اللہ الرحمانی آمین

فرزند نیک زادی نامش نکو نہادی
ایں دم بکن تو شادی سبحان من یرانی

ختم قرآن نمودہ علم زباں ربودہ
فرحت بجاں فزودہ سبحان من یرانی

اے مادر خجستہ بکشائے قفل بستہ
تشریف دہ دو دستہ سبحان من یرانی

کچھ کھانڈ کچھ چھوارے آگے رکھو ہمارے
شاگرد کھاویں سارے سبحان من یرانی

آمین تمام کردم انعام خواجہ بردم
حلوا و شہد خوردم سبحان من یرانی

مطلب مع ترجمہ :۔ بمدد خدا شیطان سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا رحمان ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ تم نے سعید بچہ جنا اس کا مبارک نام رکھا۔ اس وقت تم خوشی مناؤ اس نے قران ختم کیا۔ علم وادب حاصل کیا۔ دل میں خوشی بڑھائی۔ خدائے تعالےٰ پاک ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکتے۔ اے لڑکے کی مبارک ماں خدا نے پر لگے ہوئے قفل کھول دے۔ دونوں دونوں ہاتھوں سے خلعت دے۔ خدا تعالےٰ پاک اور ہماری نظر سے غائب ہے، کھانڈ اور چھوارے ہمارے آگے

لاکر رکھو تاکہ ہمارے تمام شاگرد کھائیں۔ خدا پاک ہے اور دیکھنے میں نہیں آتا ہے۔ میں نے آمین کو ختم کر دیا۔ آپ سے انعام لے لیا۔ حلوہ بھی کھایا، شہد بھی چٹ کیا، بیشک خدا پاک اور ہماری نظر سے غائب ہے مگر اس پر بھی ایسی ایسی نعمتیں اپنے کلام کی برکت سے کھلاتا ہے۔

حافظ جی آمین ختم کر کے دعا مانگتے ہیں۔ انہیں دوشالہ خلعت روپے اور بہت سی مٹھائی دی جاتی ہے۔ اب حافظ جی صاحب خوش ہو کے لڑکے کے ہاتھ کھول دیتے ہیں۔ کنبے رشتے والے لڑکے کے ہاتھ میں روپے اشرفیاں دیتے ہیں۔ پھر لڑکے کو جامع مسجد لے جاتے، آثار شریف میں روپے چڑھاتے اور گھر پر آ کر مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

روزہ

جب بچہ سات، نو یا گیارہ برس کا ہوتا ہے تو اسے روزہ رکھولتے اور اس کی بھی ایک چھوٹی سی شادی رچا دیتے ہیں۔ بچے کو نئے کپڑے پہناتے ہیں۔ اس کے واسطے طرح طرح کے کھانے پینے کی چیزیں سجاتے اور روزہ کھول کر سب کو افطاری کھلاتے ہیں۔ اس موقع پر بھی حق داران کو انعام واکرام دیا جاتا ہے۔

موچھوں کا کونڈہ

جب لڑکا سترہ یا اٹھارہ برس کا ہو جاتا ہے اور اس کی مسیں بھیگنے لگتی ہیں تو موچھوں کا کونڈہ کیا جاتا یعنی پیغمبر صاحب کی نیاز سلامتی کے ساتھ بلوغت کو پہنچنے کے شکریہ میں دلوائی جاتی ہے۔ یہ نیاز سوئیوں (۱) پر ہوتی ہے۔ اس رسم میں لڑکے کی موچھوں کو گھسا ہوا صندل انگلی کی بجائے ایک روپیہ سے لگاتے ہیں۔

اس نیاز کو عورتیں اور مرد سب کھاتے ہیں مگر بیوی کی نیاز صرف عورتوں ہی کو کھلائی جاتی ہے۔ یہ نیاز جلیبیوں کے کونڈوں پر دلوائی جاتی ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ بیوی کا کونڈہ جب کہیں گے تو وہاں بیوی کی نیاز یعنی صحنک سے مراد ہوگی۔ اس رسم میں بھی قریبی رشتہ کے مرد اور عورتیں سب جمع کی جاتی ہیں۔

پیدا ہونے سے موچھوں کے کونڈے تک کی رسمیں ختم ہوئیں۔ اب بیاہ شادی کی رسمیں شروع کی جاتی ہیں۔

بیاہ شادی کی رسمیں

شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقد مناکحت کے واسطے بذات خود ایجاب وقبول و باہمی رضامندی کو ایک ایسا لازمی وضروری امر قرار دیا ہے کہ وہ سن تمیز وحد بلوغت کو پہنچ اور اپنا آپ نیک و بد دیکھ لینے کے واسطے ایک اعلیٰ درجے کا معیار ہے (۲) چنانچہ ملک عرب میں جہاں سے اسلام نے ظہور ونشو ونما پایا جب تک لڑکا اور لڑکی جوان نہیں ہو لیتے نکاح نہیں کیا جاتا بلکہ لڑکی کا دکھا دینا بھی داخل عیب نہیں۔ چنانچہ خود ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ صہ ۷۸

(۱) یہ نیاز سوٹیوں پر اس غرض سے ہوتی ہے کہ جس طرح سوٹیوں کی بیل بڑھتی ہے اسی طرح موچھوں کی بیل بڑھے۔ ۱۲

---

(۲) کسوٹی اور تولنے کا کانٹا۔

نے یہ بات روا رکھی تھی اگرچہ بعض صورتوں میں ولی جائز بھی اپنے اختیار سے ایک دوسرے کا نکاح پڑھوا دینے کے مجاز ہیں لیکن یہ طریقہ جانبین یعنی لڑکی اور لڑکے کی رضامندی کا بین ثبوت نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے اکثر اوقات ایسے موقعوں کی شادی بی شادی یعنی ایک ڈراؤنی دیونی بن جایا کرتی ہے۔

ہمارے ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ دستور ہے کہ لڑکی کو مشاطہ (۱) اور اس گھرانے کی عورتوں سے جہاں سے بات آتی ہے اس قدر چھپایا جاتا ہے کہ جس کی حد نہیں۔ لڑکے والے بھیس بدل بدل کر عورتوں کو بھیجتے ہیں۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح لڑکی کی صورت دیکھ آئیں۔ کوئی عورت اس کام کے واسطے گندن (۲) بن کر طرح طرح کے خوشبودار عطر یا تیل لے کر بیچنے کے بہانے سے جاتی ہے۔ کوئی کپڑے کے تھان گٹھڑی میں باندھ کر کوئی گوٹے کناری کی پیٹی بغل میں داب کر کوئی چھالیہ زردہ (۳) کی پٹلیاں ہاتھ میں سنبھال کر فروخت کرنے جاتی اور گھر کا حال دیکھ کر چلی آتی ہے۔ اس رسم سے چالاک لوگوں کو جن کے گھر میں کئی کئی بیٹیاں ہوتی ہیں یہ موقع بھی مل جاتا ہے کہ بات کسی لڑکی سے ٹھہرتی ہے اور بروقت دلہن کسی کو بنا کر بٹھا دیتے ہیں جس کے بعد میں بڑے بڑے جھگڑے پڑا کرتے اور دائمی بدمزگی و نااتفاقی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلا کرتا ہے۔

ہم لوگوں کی ہندی نژاد، ہندی الاصل عورتوں کو ہندوستان کی محبت خیز سرزمین نے صرف اس ملک کی رسموں ہی کا گرویدہ نہیں بنایا بلکہ ان رسموں میں اپنی طرف سے ترقی دینے کا مادہ بھی ان کے پرارمان جیوڑوں میں کوٹ کوٹ کر

---

(۱) دلالہ وہ عورت جس کا پیشہ شادیاں کرانے کا ہوتا ہے۔

(۲) عطر فروشنی۔ پھلیل بیچنے والی عورت۔

(۳) دہلی میں کھانے کے ہر ایک تمباکو کو زردہ کہتے ہیں۔

بھر دیا ہے۔

اہل ہند اپنے دھرم شاستر کے موافق چھوٹی عمر میں بیاہ کر دینا داخل ثواب و نجات خیال کرتے ہیں اور بڑی عمر میں موجب عذاب و مکروہات لیکن ہمارے ہاں کی مستورات نے اس میں بھی یہاں تک ترقی کی کہ بیٹوں اور ولادت کے موقعوں سے یہ بیج شروع کردیا۔

بیٹوں کا بیج وہ ہے کہ جب کوئی عورت حاملہ ہوئی تو اس سے اقرار و مدار ہوگیا کہ اگر لڑکی ہوئی تو ہمارے فلانے لڑکے سے اس کا عقد کیا جائے گا۔ اگرچہ یہ شاذ و نادر بات ہے۔ ٹھیکرے کی مانگ نے بہت کچھ رواج پا رکھا ہے اس کا دستور یہ ہے کہ جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو آپس کی رضامندی سے چلچی یا ٹھیکرے یعنی کونڈے میں اسے نہلاتے ہیں اس میں لڑکے کی ماں ایک روپیہ ڈال دیتی یا گھٹی میں مصری ملا دیتی ہے۔ جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ آج ہی سے یہ لڑکی ہماری منگیتر (۱) ہوگئی۔ ہمارے سوا دوسرے لڑکے سے اس کی شادی نہیں کی جائیگی اسے ٹھیکرے (۲) کی مانگ یعنی مولودی نسبت کہتے ہیں اور یہ ایک عجیب و غریب بات ہے۔

اس قسم کی نسبتیں لڑکے لڑکیوں کی ارمان بھری مائیں تجویز کیا کرتی اور جہاں تک بنتا ہے ایسے سیتلا کے کھاجے کم سن بچوں کی شادی کرکے اپنا ارمان نکالا

---

(۱) منگیتر یعنی منسوبہ چنانچہ کہاوت ہے کہ بیاہتا چھوڑے منگیتر نہ چھوڑے۔

(۲) بروقت پیدائش منگنی ہو جانے کا دستور مغربی افریقہ کے بعض حصوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مگر لڑکا ہمیشہ کچھ بڑا دیکھا جاتا ہے لیکن شادی بیس برس کی عمر سے پہلے نہیں ہوتی۔ (انتخاب لاجواب ۸ رجون ۱۹۰۴ء)۔

کرتی ہیں گو بعد میں بعض وجوہ سے پچھتانا پڑا کرتا ہے۔ بلکہ نیچ قوموں میں تو یہ بات بھی ہے کہ جس طرح ہندوؤں میں جس گھر میں بیٹی بیاہی جاتی ہے وہاں کی کوئی چیز ماں، باپ، بہن، بھائی نہیں کھاتے، کیونکہ ان کے ہاں بیٹی کا بیاہنا دان دینے میں داخل ہے۔ بعض حالتوں میں کل محلہ جہاں بیٹی جائے داماد کا گھر گردانا جاتا ہے۔

دولت مندوں اور خاص کر ان کی بیویوں کو ہمیشہ یہ شوق لگا رہتا ہے کہ ہم اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو دولہا بنا کر ان کی ننھی ننھی دلہنیں گھر میں چھن چھن کرتے پھرتے ہوئے دیکھیں۔ چنانچہ ایسے لوگ اکثر پانچ پانچ چھ چھ برس کی عمر میں ہی ان معصوموں کے پاؤں میں پابندی کی بیڑی ڈال دیتے ہیں ان امورات میں عورتوں کے آگے مردوں کی نہیں چلتی۔ البتہ بعض موقعوں پر ایسا ہو جاتا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زندگی سے مایوس ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ میرے بعد جہاں میں چاہتا ہوں وہاں ممکن نہیں کہ میرے لڑکے یا لڑکی کی شادی ہو تو وہ جھٹ پٹ یہ امر کر گزرتا ہے یا جو لوگ کسی کی جائیداد پر داؤں لگانا چاہتے ہیں وہ قابو پاتے ہی فوراً اس ترکیب سے رشتہ پیدا کر کے حق دار بن جاتے ہیں ورنہ عموماً پندرہ سولہ برس کی عمر سے بیس پچیس برس کی عمر تک شادی کر دی جاتی ہے۔

اس سے صرف بچپن کی شادی کا ہی اہل ہند کے موافق رواج نہیں ثابت ہوتا بلکہ ایک اور بات بھی ان کے دستور کے موافق برتی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر ایسی حالت میں دولہا کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس بیوہ کو تمام عمر بیٹھ کر رنڈاپا کاٹنا پڑتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں بھی اور خاص کر اعلیٰ خاندانوں میں برخلاف شرع بیوہ کا نکاح ثانی نہایت معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر منگیتر کا منسوب مر جائے تو بعض گھرانوں میں اسے بھی رانڈ سمجھ کر نکاح سے محروم رکھتے ہیں۔ گو اب یہ رسم اٹھتی جاتی ہے اور بہت جگہ سے اٹھ گئی۔ لیکن دیہات

کے شرفا میں اب تک نہایت زور اور سختی کے ساتھ اس کا برتاؤ ہے۔

ہندوستان کی تہذیب اور شرم نے بیاہ شادی کے معاملات میں اس قدر دخل پایا ہے کہ جوان بیٹے بیٹی سے بھی اس معاملے میں ان کی ذاتی رائے نہیں لی جاتی اور وہ بھی اپنے منہ سے اقرار یا انکار کرنا سخت بے حیائی و بے شرمی خیال کرتے ہیں۔ پس ماں باپ یا کنبہ رشتے کے بڑے بوڑھے ولی بن کر ان بے زبانوں کا رشتہ کر دیا کرتے ہیں۔ اگر پابند شریعت لوگوں نے زور ڈالا تو بروقت نکاح دلہن کے پاس کھڑے ہو اس کی ماں نے اتنا کہہ دیا کہ بیٹی تمہارا نکاح فلاں شخص سے پڑھایا جاتا ہے لیکن ایسی صورت میں دلہن کا منہ سے بولنا سخت ندامت و بے شرمی کا موجب ہوتا ہے اور جو بالفرض انکار یا اقرار کے واسطے دلہن کی گردن ذرا ہل جائے تو تمام کنبہ رشتہ بلکہ شہر میں ناک کٹ جائے۔ اور لوگ طعنے مہنے دینے کھڑے ہو جاتیں کہ فلاں شخص کی بیٹی منہ سے بول اٹھی۔

جن لوگوں کے اولاد نہیں ہوتی یا جن کی اولاد نہایت پیاری اور لاڈلی ہوتی ہے اور انہیں ارمان نکالنے کی کوئی اور تقریب ہاتھ نہیں آتی تو وہ گڈے گڑیا کا بیاہ رچا بیٹھتے۔ دھوم دھام سے برات چڑھاتے اور خواہ مخواہ روپیہ ضائع کرتے ہیں۔ اس نکاح کے واسطے فرضی قاضی صاحب بھی تجویز کئے جاتے اور وہ اس طرح دو بول پڑھاتے ہیں:

ایجاب و قبول

گاجر کی پینڈی گلاب کا پھول   کیوں میاں گڈے گڑیا قبول

کالی مرغی سفید انڈے

مہر باندھا بارہ گنڈے

اصل میں تو یہ ایک تک بندی اور ایجاب و قبول کی نقل ہے۔ مگر اس کے معنی لیئے جائیں تو یہ ہو سکتے ہیں کہ اس شادی میں مٹھائی کی بجائے گاجر کی پینڈیاں اور ہاروں کے عوض گلاب کے پھول موجود ہیں۔ کیوں میاں گڈے تم گڑیا قبول کرتے ہو یا نہیں۔ جب فرض کر لیا کہ گڈے کو قبول ہے تو مہر کی کی تعداد اس طرح جتائی کہ مہر میں خواہ کالی مرغی دو خواہ سفید انڈے۔ تمہارا مہر صرف بارہ گنڈے یعنی دھیلے کی کوڑیوں کا باندھا جاتا ہے۔

اس نکاح کے بعد میاں گڈے کے چالے بھی کیئے جاتے ہیں۔ چوتھی بھی کھیلی جاتی ہے۔ غرض سارے ارمان اسی میں پورے کر دیئے جاتے ہیں۔ قلعہ والوں میں ایسے بیاہ بہت ہوا کرتے تھے بلکہ میاں بیوی بھی آپس میں اس طرح کا بیاہ رچایا کرتے تھے۔ مگر شہر میں صرف امیر زادیاں اب تک ایسا کرتی ہیں چنانچہ سال گذشتہ میں پنڈت کے کوچہ میں ایک ایسا ہی بیاہ ہوا اور اخبار تک میں چھپ گیا۔ دہلی میں نہیں بلکہ اجمیر اور لاہور میں بھی ایسا ہوا تھا۔

تصدیق: پیسہ اخبار مطبوعہ ۷ جون ۱۹۰۴ء میں بحوالہ اخبار مفید عام، اگرہ درج ہے کہ آج ایک عجیب و غریب برات نظر سے گذری جس کے آگے باجا گاجا اس کے پیچھے ایک گھوڑا جس پر ایک شریف صورت شریف خاندان لڑکا سیدھے ہاتھ کے جانب ایک دو بالشت کے دولہا بنے ہوئے گڈے کو گھوڑے پر لئے بیٹھا ہے دولہا زربفت کی پوشاک سے مزین اور پھولوں کے زیور سے آراستہ ہے۔ دولہا کے پیچھے پالکی میں دلہن سوار ہے۔ اس کے پیچھے جہیز کے خوان اور کھانچیاں عورتوں کے سر پر رکھی ہوئی ہیں۔ جن میں چھوٹے چھوٹے تانبے پیتل کے ظروف چنے ہوئے تھے۔ پلنگ کی بجائے مسہری ساتھ تھی۔ وہ صاحب زادے جو گڈے کو لئے ہوئے بیٹھے تھے کسی مسلمان مرحوم عہدہ دار کے فرزند رشید تھے جنہیں علمی تعلیم کی بجائے گڈے گڑیا کے بیاہ

کی تعلیم دی گئی ۔

تصدیق مزید :۔ اخبار وکیل، امرتسر۔ مطبوعہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۵ء نے بحوالہ، انڈین پیپل، ایک ہندو صاحب کے ہاں بھی گڑیا کے بیاہ کی دھوم نقل کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کنور کامتا پرشاد صاحب نے جو بلیا کے ڈپٹی کلکٹر ہیں اور صوبہ متحدہ کے ایک بلند نام خاندان کے ممبر بلکہ رکن اعظم ہیں، پچھلے دنوں اپنی صاحبزادی کی گڑیا کا بیاہ بڑی دھوم دھام سے کیا جس میں گھوڑے گاڑیوں کا جلوس سچ مچ کے بیاہ شادی سے بھی کچھ بڑھا ہوا تھا منظوم دعوتی رقعے دور دراز اضلاع میں احباب واقارب کے نام بھیجے گئے تھے۔ رقعوں میں سامان خورونوش کی تفصیل بھی درج تھی۔ مثلاً دہلی کا سوہن حلوہ، آگرہ کی بنی ہوئی دال، لکھنؤ کی چکنی ڈلی، بنارس کے مربے، قنوج کے عطریات وغیرہ۔ ناچ مجرے بھی خوب زور شور سے ہوئے۔ یہاں تک کہ کنور صاحب نے کسبیوں کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا۔

جہاں اہل اسلام میں چھوٹی عمروں میں شادی روا رکھی گئی ہے۔ وہاں ایک یہ بات بھی دیکھی گئی ہے کہ اکثر خاندانوں میں جب تک نجیب الطرفین بر نہیں ملتا۔ تیس تیس چالیس چالیس برس کی عمر تک لڑکی کو بٹھا رکھتے ہیں۔ بلکہ بعض عورتیں تو امید میں بوڑھی ہو کر رانڈ کے درجے کو پہنچ جاتی اور آخر کار بن بیاہی مر جاتی ہیں۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بخلاف صاحبان ہنود کہ وہ گوت میں ناتہ نہیں کرتے۔ مسلمانوں نے اپنی اس شریعت کو ضرور قائم رکھا ہے کہ وہ صرف دودھ کا رشتہ بچا کر آپس میں عقد ومناکحت کر دیتے ہیں۔ یعنی سگے بھائی، سگے چچا، سگے ماموں سگے خالو اور دودھ شریک کے سوا سب سے عورت کا نکاح جائز ہے۔ البتہ اگر پھپھی مر جائے تو بھتیجی کی شادی پھپھا سے، خالہ مر جائے تو خالو کی شادی بھانجی

سے ۔ ماموں مرجائے تو بھانجے کا عقد ممانی سے، اور بیوی مرجائے تو سالی سے درست ہے، لیکن اس پر عمل درآمد بہت کم ہوتا ہے ۔ اگرچہ شریعت میں مسلمان سب بھائی بھائی ہیں ۔ اور ان کی شادیاں از روئے شرع ہر ایک مسلمان قوم میں باہم ہو سکتی ہیں یہاں تک کہ عرب میں تو غلاموں سے بھی انہیں آزاد کر کے شادیاں کر دیتے ہیں۔ پھر بھی شرفاء نے یہ امتیاز رکھا ہے کہ سیدوں کی سیدوں میں یا شیخوں میں، مغلوں کی مغلوں میں یا پٹھانوں میں شادی کی جاتی ہے ۔ مگر آج کل یہ پابندی بھی بالائے طاق ہے اور خاص کر دہلی میں تو کچھ قید ہی نہیں رہی ۔ ہاں ادنیٰ قوموں سے ضرور حذر کیا جاتا ہے اور اگر ادنیٰ قوم کا آدمی دولت مند ہو تو وہاں یہ حذر بھی اٹھا دیا جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ کسی نزادیوں سے شریف زادے بیاہ کر لیتے ہیں گو عام دستور نہیں ہے ۔ پہلے اس بات کی بھی آن تھی کہ مغل سید کی بیٹی لینا داخل بے ادبی سمجھتے تھے مگر اب یہ بات بھی جاتی رہی ۔

یہ بات بھی جاننی چاہیے کہ اہل اسلام از روئے شرع ایک وقت میں چار بیویاں کر سکتے ہیں ۔ بشرطیکہ وہ ان میں عدل قائم رکھ سکیں ۔ ہندوستان کے رواج اور اس پر مغز شرطے نے انہیں اس امر کا پورا پورا عامل نہیں ہونے دیا ۔ ہاں بے شغلے دولت مند یا وہ لوگ جنہیں آسانی سے بلا محنت و مشقت دینی خدمتوں کی آڑ میں تو مال کھانے کو معتقدین مل جاتے ہیں ۔ نفس لوّامہ کی سچی رائے کو بالائے طاق رکھ کر نفس امارہ کے غلام بن جاتے اور اس ڈھنگ سے نفسانی خواہشوں کو پورا کرتے ہیں ۔ وہ نہیں یہ پوچھا کرتے کہ عرب میں کن کن وجوہ سے اس امر کو جائز رکھا گیا تھا اور اب کون کون سے اسباب اس امر کے منافع ہیں ۔ نہ تو اب حرموں کے بہم پہنچانے اور گھر میں ڈالنے کا زمانہ ہے اور نہ اس قدر مبادرت کا وقت ۔ اس ضروری تمہید کو ختم کر کے اب ہم بیاہ کی رسموں کی طرف توجہ کرتے ہیں ۔

بات

لڑکا ہو خواہ لڑکی ، لڑکی کے واسطے بات آنا اور لڑکے کے لیے بات جانا پیغام شادی کے لیے مستعمل ہے۔ چونکہ ہندوؤں (۱) کی رسم کے برخلاف مسلمانوں میں ہمیشہ بیٹے کی طرف سے شادی کی درخواست کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے ایک دستی رقعہ جسے اسم نویسی بھی کہتے ہیں عمدہ سنہری ٹکلیوں دار کاغذ پر لکھوا کر اور اسے ایک خوشنما سرخ رومال میں رکھ کر جس گھرانے میں نسبت ٹھہرانی منظور ہوتا ہے تو وہ بطور خود در پردہ ، خاندان ، چال چلن اور آمدنی وغیرہ کی تحقیقات شروع کر دیتے ہیں اسی طرح ادھر کے لوگ بھی ان کا منشا پاکر اپنے اطمینان کے لئے ان کی کیفیت دریافت کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ رقعہ کا مضمون اس طرح کا ہوتا ہے :

رقعہ

حافظ سید حمید ولد مولینا سید احمد ولد حافظ سید محمد امام جامع مسجد حسینی سید، نانا منشی سید احمد، ہلوی ولد حافظ سید عبدالرحمن ولد مولوی سید خواجہ علی حسنی سید از سادات بخارا پیشہ امامت و تعلیم و تعلّم۔

چونکہ بندہ کی ددھیال اور ننھیال اہلِ شہر سے پوشیدہ نہیں ہے اور اوقات

---

(۱) بیٹی کی طرف سے بر تلاش کرنا ہندوستان کا قدیمی دستور ہے یہاں تک کہ ٹھیٹھ ہندی گیتوں اور نظموں میں خاوند کا عشق بھی عورتوں ہی کی طرف سے باندھا گیا ہے اور آج تک جس قدر گیت مروّج ہیں ان سب میں یہی بات موجود ہے۔ ۱۲۔

بسری کو خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے اور والد صاحب کی بالاستقلال معقول آمدنی ہی اگر آپ بندہ کو اپنی فرزندی میں قبول فرما کر فخر بخشیں تو زہے قسمت۔ فقط

والبستۂ امید حافظ سید حمید دہلوی

مورخہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۰۴ء

امام کی گلی، دہلی۔

جس وقت طرفین کے آدمی حسب، نسب، چال چلن اور عمر (۱) وغیرہ کو مختلف ذریعوں سے دریافت کر لیتے اور جانبین کا اطمینان ہو جاتا ہے تو منہ میٹھا کرنے کا دن مقرر کر کے اظہار نسبت کے واسطے عورتوں اور چند مرد دلہن کے گھر جاتے اور منگنی کی رسم ادا کر کے چلے آتے ہیں۔ بعض گھرانوں میں منگنی سے پہلے دولہا کو دیکھنے کے واسطے بھی بلاتے ہیں۔

منگنی

اس رسم میں دولہا کے ہاں سے چند مرد اور قریبی رشتہ کی دس پانچ سے لیکر سو پچاس تک عورتیں دلہن کے گھر مٹھائی کے خوان اور چڑھاوا لے کر جاتی ہیں۔ اصل میں دستور عورتوں ہی کے جانے کا ہے۔ مرد صرف سواریاں اتروانے اور سوار کروانے اور محافظت کے واسطے ہمراہ کر دیئے جاتے ہیں۔

مٹھائی سے مراد بڑے بڑے بالوشاہی اور مصری کے لوں سے لیکر گیارہ تک کوزے ہیں۔ مٹھائی کی مقدار حیثیت پر موقوف ہے۔ سوا من سے لے کر پانچ

---

(۱) لڑکا عموماً ۱۸ سال لڑکی ۱۴ سال۔ اگر لڑکی پندرہ برس کی اور لڑکا ۲۵-۲۶ کا ہو تو مضائقہ نہیں۔

سات من تک لے جاسکتے ہیں۔

مصری کے کوزوں میں اسے کم سے کم ایک پر زیادہ سے زیادہ چار پانچ پر چاندی کے ورق لگا دیتے ہیں۔ دلہن کو انہیں میں سے سات یا نو ڈلیاں توڑ کر کھلائی جاتی ہیں اور دولہا کے واسطے بھی انہیں میں سے ورق لگا ہوا کوزہ واپس آتا ہے۔ بلکہ آدھی مٹھائی بھی۔ صرف یہی سامان نہیں، پانوں کے لقمے اور زیور کی رقمیں بھی ہمراہ جاتی ہیں۔ ان لقموں یعنی بیڑوں کو بھی چاندی یا سونے کے ورقوں سے منڈھ دیتے ہیں۔ انہیں میں سے مصری کی ڈلیوں کے بعد ایک لقمہ دلہن کو کھلایا جاتا ہے۔ بیڑوں کے خون، ہاروں کے خون، پھولوں کا گہنا اور چڑھاوے کی پانچ رقمیں یا چھلا انگوٹھی ملا کر سات چیزیں بھی ایک چاندی یا تانبے کی ڈبیا میں چنگیر یا پاندان کے بیچوں بیچ رکھ دیتے ہیں۔ یہ سب چیزیں بیس پچیس خوانوں میں لگا کر اوپر سے زرق برق خوان پوش ڈال کر قطار سی بنا کر ساتھ ساتھ لے جاتے ہیں۔ بلکہ سمدھنوں کے اترنے سے پیشتر یہ چیزیں گھر کے اندر بھیج دی جاتی ہیں۔ تاکہ پھولوں کے ہار جو سمدھنوں کے گلوں میں پیشوائی کے وقت ڈالے جاتے ہیں پہلے سے پہنچ جائیں۔

پھولوں کا گہنا سہرے کے سوا سب ہوتا ہے، یعنی دھگدی، چمپا کلی، جگنی، کرن پھول، جھمکے، ہاتھوں کے چاروں گجرے، دونوں بازو بند، ایک ٹیکا، ایک بٹوہ، اس کے علاوہ ایک کارچوبی بٹوہ بھی رومال میں بندھا ہوا دلہن کے ہاتھ میں دینے کے واسطے ہمراہ ہوتا ہے۔

امیروں میں پھولوں کے ہاروں کے بجائے دھنک یعنی گوٹے کے ہار ساتھ لے جاتے ہیں۔ انگوٹھی سونے کی اور چھلا چاندی کا ہوتا ہے۔ باقی رقمیں خواہ جڑاؤ خواہ نرے سونے کی ہوتی ہیں۔ منگنی کا سامان کہاریوں، چماریوں وغیرہ کے سروں پر جاتا ہے اور پھولوں کا گہنا نائی کے کندھے پر۔ ہر ایک چیز کشتیوں میں کسی ہوئی

اور کشتی پوش خواہ تورہ پوش پڑا ہوتا ہے۔

جس وقت سمدھنیں دروازہ پر اترتی ہیں تو دلہن والیاں پہلے سے پیشوائی کے واسطے وہاں موجود ہو جاتی ہیں۔ ہر ایک سمدھن کے ماتھے پر انگلی سے صندل لگاتی اور ایک ایک ہار ان کے گلے میں ڈالتی جاتی ہیں۔

سمدھنیں ہار پہن پہن کر کمروں یا دالانوں میں گاؤ تکیوں سے لگ لگ کر بیٹھتی جاتی ہیں۔ جب سب بیٹھ جاتی ہیں تو دلہن کے رشتہ دار دلہن کو گود میں اٹھا کر لاتے، بیچوں بیچ صدر میں قبلہ رو بٹھاتے اور رسمیں شروع کرا دیتے ہیں دلہن کی پوشاک سُرخ ہوتی ہے۔

بڑا سا گھونگٹ نکلا ہوا مگر حد سے زیادہ جھکی بلکہ ٹھوری گھٹنے پر لگی ہوئی ہوتی ہے۔

جب دلہن آ کر بیٹھ جاتی ہے تو دلہن کی سگی نندیں یا دیورانیاں یعنی دولہا کی بہنیں خواہ بھاوجیں سب سے پہلے پھولوں کا گہنا اس کے بعد چڑھاوے یعنی زیور کی رقمیں پہناتی ہیں۔ سونے کی انگوٹھی اور چاندی کا چھلا دائیں ہاتھ کے کلمے کی انگلی میں پہنایا جاتا ہے بعد ازاں ورق لپیٹے ہوئے کوزے میں سے مصری کی سات یا نو چھوٹی چھوٹی ڈلیاں توڑ کر موجودہ سات سہاگن عورتوں میں سے ہر ایک عورت ایک ایک ڈلی باری باری سے دلہن کے مُنہ میں دیتی ہے۔ دلہن چپکے چپکے منہ میں جمع کرتی جاتی ہے اور منہ بچا کر اپنے رومال میں رکھ دیتی ہے۔ جب ساتوں ڈلیاں کھلا چکتے ہیں تو پان کا لقمہ دلہن کے منہ میں دیتے ہیں وہ اسے بھی موقع پا کر رومال میں رکھ لیتی ہے۔

پان یعنی بیڑا کھلانے کے بعد دلہن سے اس کے دونوں ہاتھوں کی لپ بنوا کر اس میں روپے اور اشرفیاں رکھ دیتے اور اسی کو روپ درشن کہتے ہیں۔ روپ درشن کی اصطلاح اور الفاظ گواہی دے رہے ہیں کہ یہ رسم بھی اہل ہند سے لی گئی

ہے۔ جس کے معنی نظارۂ حسن ہیں اور ہم اسے مُنہ دکھائی یا دیدار نمائی کہہ سکتے ہیں۔

اس موقع پر دولہا والیاں دلہن کے چہرے مہرے چھب تختی اور حُسن و جمال کو بخوبی دیکھ بھال لیتی ہیں۔ بعض عورتیں اس وقت دلہن کے ہاتھوں سے بیڑے کھلوا کر اپنی کنواری لڑکیوں کو کھلاتی ہیں۔ تاکہ ان کا نصیبا بھی اس طرح جلد کھلے، یعنی جلدی سے بیاہ ہو جائے۔

کارچوبی بٹوہ مع رومال دلہن کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے (۱)۔

جب یہ رسمیں ختم ہو جاتی ہیں تو دلہن والیاں جس طرح گود میں اٹھا کر لاتی ہیں اسی طرح گود میں چڑھا کر لے جاتی ہیں۔ آپس میں مبارک سلامت کی دھوم مچ جاتی ہے۔ دولہا والیاں دولہا کی ماں اور بہنوں کو، دلہن والیاں دلہن کی ماں اور بہنوں کو مبارک باد دیتی ہیں۔

سمدھنوں کو چونکہ کنوارے ناتے یعنی قبل از نکاح گھر پر پان نہیں کھلاتے اس سبب سے چلتے وقت پانوں کی ڈھولیاں بن سپاری کی تھالیاں، چھالیہ، زردہ الائچیاں وغیرہ سجا کر کشتیوں میں ہمراہ کر دیتے ہیں۔

منگنی کے روز کی مزدوری کہاریوں اور چماریوں وغیرہ کو دلہن والے ہی دیتے ہیں۔ اسی رسم کو نشان چڑھانا کہا کرتے ہیں۔

جب دولہا والے اپنے گھر پہنچ جاتے ہیں تو دلہن کی طرف سے چند آدمی مٹھائی مصری کا کوزہ، پان کے بیڑے، انگوٹھی، چھلا، پھولوں کی بدھی، طرہ وغیرہ لے کر

---

(۱) اور ساتھ ہی امام ضامن کا روپیہ دائیں بازو پر باندھ دیا جاتا ہے جو دلہن کے مخصوص ہو جانے کی علامت ہے۔

دولہا کے گھر پر آتے اور نشان چڑھا کر اُلٹے چلے جاتے ہیں۔ اہلِ قلعہ کے ہاں دلہن والے دوسرے روز آیا کرتے تھے مگر شہر میں ایک ہی روز دونوں کی طرف سے یہ رسم ادا ہو جاتی ہے۔ اس میں چاہے جس قدر رات گذر جائے۔ اسی رسم کو دولہا کا منہ میٹھا کرنا کہتے ہیں۔ دولہا والے ان لوگوں کی حقّے اور پانوں وغیرہ سے مدارات کرتے ہیں۔

منگنی کے بعد ہر تیج تہوار کو لینے دینے کی رسمیں جاری ہو جاتی ہیں۔ مثلاً جب شب برات ہوئی تو دولہا کے ہاں سے دلہن کے لئے آتشبازی، مہندی، چوڑیوں کے جوڑے، مٹھائی کے خون گئے۔ اسی طرح وہاں سے دولہا کے واسطے آتشبازی مٹھائی وغیرہ آئی۔ رمضان ہوا تو روزہ کشائی کے خون ادھر سے بھی گئے، ادھر سے بھی آئے۔ عید ہوئی تو بٹوے میں عیدی کے روپے، اگر بہت بڑا امیر گھرانہ ہوا تو چھوٹی سی کشتی میں اشرفیاں، چوڑیوں کے جوڑے، مہندی، مٹھائی کھیلوں کے گئے اور مردانہ چیزیں ادھر سے آئیں۔ بقرعید ہوئی تو قربانی کے بکرے، عیدی کے روپے، اشرفیوں کا بٹوہ، مہندی، چوڑیاں چھوڑ کر یہی چیزیں دلہن کی طرف سے آئیں۔ محرم ہوا تو شیشے کی پٹیاں ان میں کھانے کا گوٹہ (۱) بن ڈلیاں، الائچیاں ورقوں میں منڈھی ہوئی بھر دیں۔ کھیر کی قفلیاں ساتھ رکھ دیں۔ میٹھے کونڈے بھیج دیئے اور محرم کی رسم سے فارغ ہو گئے۔ اسی طرح دلہن والوں نے کیا۔ نوروز (۲) ہوا تو

---

(۱) گوٹے سے مراد بن دھنیہ، کھوپرا، الائچیاں، چھالیہ، خربوزہ کے بیج وغیرہ اشیاء سے ہے جو محرم میں پان کی بجائے کھاتے ہیں۔

(۲) نوروز، دیوالی، آخری چہار شنبہ وغیرہ کا دستور اہل قلعہ میں خاص کر اور دیگر امراء میں شاذ و نادر ہے بلکہ غدر کے بعد سے اہلِ قلعہ بھی ان رسموں کو بھول گئے۔

سات رنگ کی مٹھائی، نوروزی رنگ کا جوڑا ادھر سے گیا ادھر سے آیا۔ دوالی ہوئی تو دوالی کے کھلونے، کھیلیں بتاشے، کھانڈ کے کھلونے، ٹھریاں، گنّوں کی پھاندیاں دونوں طرف سے آئیں گئیں۔ آخری چہار شنبہ ہوا تو کوری ٹھلیاں دلہن کے اوپر سے تصدق کر کے توڑنے کو، ان میں روپے اور ٹکے حلال خوری کے دینے کو ادھر سے گئے ادھر سے آئے۔ ساون (۱) میں ساونی یعنی جھولے کے لئے رنگین کھم، ریشمی رسّے، لال لال پٹریاں، چاندی کی کھڑاویں، لال جوڑا، چوڑی، مہندی آم، اندرسے، دولہا کی طرف سے بھیجے گئے اور مردانہ چیزیں ادھر سے آئیں۔ علیٰ ہذا پھول والوں کی سیر پر سونے چاندی کی انگوٹھی، چھلّے، قطب کے پراٹھے، کھجلے، پنکھیاں، پنیر کی چکتیاں، سترھویں پر مٹھائی کھلونے بھیجے جاتے اور حصہ بخرا شروع ہوجاتا ہے۔ غرض ہر ایک چیز پہلے دولہا کی طرف سے جاتی ہے۔ دلہن والے جوڑے مہندی، روزہ کشائی، کھم، پٹریاں، کھڑاویں، جھولے کا رسا میلوں کی سوغات تو رکھ لیتے ہیں، باقی سب چیزیں سوائی کر کے لڑبیاں وغیرہ بڑھا کے بھیج دیتے ہیں۔ چیزیں سارے کنبے میں تقسیم ہوجاتی اور دونوں کے دل یعنی فیاضیاں دیکھ لی جاتی ہیں۔ جو لوگ سوگ یا کسی اور وجہ سے منگنی نہیں کر سکتے وہ امام ضامن (۲)

---

(۱) ساونی۔ ہندوؤں میں اسی کو سندھارا کہتے ہیں۔

(۲) امام ضامن: حضرت امام علی رضا خلف حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا جو آٹھویں امام ہیں، عرف ہے۔ آپ خلفائے عباسیہ میں سے مامون ابن ہارون رشید کے زمانہ ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ چونکہ آپ کے زمانہ میں خلفائے وقت نے کربلائے معلّیٰ جانے کے واسطے سخت پابندی کر دی تھی، پس آپ ان کے ضامن اور کفیل ہوجایا کرتے تھے۔ تاکہ زائرین ثواب زیارت سے محروم نہ رہیں۔ آپ نے

کارو پیہ اُدھر جا کر دلہن کے دائیں بازو پر اور ادھر وہاں کے لوگ آ کے امی بازو پر باندھ جاتے ہیں۔ یہی نسبت خیال کر لی جاتی اور لین دین شروع ہو جاتا ہے۔

بیاہ مانگنا

جب حصہ بخرہ کھاتے کھاتے کچھ عرصہ گذر جاتا اور لڑکا ہوشیار ہو جاتا ہے تو دولہا کی طرف سے دولہا کی ماں بہنیں اور قریبی رشتے کی عورتیں مٹھائی کے خون ساتھ لے کے، امیروں میں باجے گاجے سے، غریبوں میں چپ چپاتے کوئی اچھا دن دیکھ کر لے جاتی ہیں اور تاریخ ٹھہرا کر واپس چلی آتی ہیں۔ یہاں آکر بہنیں صندل سے ڈھول (۱) چھاپتی ہیں۔ بہنوئی باہر نوبت چھاپ کر اپنا اپنا نیگ مانگتے ہیں۔ امیروں میں بیاہ سے پہلے تورے (۲) بندی کی جاتی ہے۔ جن میں مختلف قسم کے اعلیٰ درجے کے کھانے، ایک ایک یا دو دو خونوں میں لگا کر، تورہ پوش ڈھاک کر بہنگیوں میں رکھ کے ہر ایک کے گھر ایک ایک دو دو اپنے اپنے برتاؤ کے موافق

بقیہ صہ ۹۳ ـــــــ ۵۵ سال کی عمر میں (۲۰۲ھ) بمقام طوس رحلت فرمائی۔
مسلمان عورتوں کا اعتقاد ہے کہ ان کے نام کا روپیہ باندھنے سے وہ کام ضرور ہو جاتا اور آپ ہر ایک مشکل کے کفیل بن جاتے ہیں۔ چنانچہ سفر میں جاتے وقت بھی یہ عمل کیا جاتا ہے۔

---

(۱) اب یہ دستور جاتا رہا، اہلِ قلعہ میں اس کا رواج بہت تھا۔

(۲) تورہ، ترکی لفظ بمعنی حصہ ہے۔ مگر ہندوستان میں خاص خاص طریقے اور انواع و اقسام کے کھانوں سے مخصوص ہو گیا ہے۔ جس کی تفصیل بخوف طوالت چھوڑی جاتی ہے۔

تورے بھیجتے ہیں۔ اُدھر دلہن کو زرد کپڑے پہنا کر مائیوں بٹھاتے ہیں ادھر دولہا کو برات سے ایک دو روز پیشتر برائے نام مائیوں بٹھادیتے اور بیاہ کی تیاریوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

پہلے تو دلہن کو پندرہ روز پہلے سے مائیوں بٹھا کر غریب کو ناتواں اور سو بیماروں کا ایک بیمار بنا دیتے تھے، مگر اب زیادہ سے زیادہ گیارہ روز پیشتر اور کم سے کم سات دن پہلے مائیوں بٹھا دیتے ہیں۔ جس نے اول اول اس رسم کی بنا ڈالی غالباً اس کا خیال یہ تھا کہ اُدھر دلہن رات دن دولہا کا تصوّر باندھ کر اس کی طرف اپنی طبیعت اور میلانِ خاطر کو رجوع کرے اُدھر دولہا سب طرف سے دل ہٹا کر اپنی دلہن کا خیال باندھے، مگر اب تو یہ صرف ایک تکلیف دہ رسم رہ گئی ہے۔

مائیوں بٹھانا

جب بیاہ کے سات یا گیارہ روز رہ جاتے ہیں تو قریبی رشتے کی عورتوں کو بلا کر دلہن کے گھر میں اس کے کپڑے یعنی کرتا پائجامہ اور دوپٹہ زرد رنگا جاتا ہے، ان کپڑوں کو بہنیں رنگتی اور دلہن کی ماں سے اس کا نیگ یعنی انعام لیتی ہیں۔ دلہن کے کھانے کو پینڈیاں (۱) بنائی جاتی ہیں۔ اور دلہن کو مائیوں بٹھانے کے واسطے نہلایا دُھلایا اور سر گوندھ کر تیار کیا جاتا ہے۔ شام کو چوکی بچھا کر اس پر سوزنی کا فرش کرتے، دلہن کو زرد کپڑے پہناتے اور بٹھاتے ہیں۔ پہلے بہنیں ملیدے کے سات نوالے کھلاتی اور اس کے ہاتھ پر اُبٹنا (۲) رکھتی ہیں تاکہ اس کا بھی نیگ ملے۔ اس کے بعد دلہن کی ماں اس کے دونوں ہاتھوں میں روپیہ، ایک پان، سات پینڈیاں

---

(۱) پینڈیاں ایک قسم کے لڈو ہیں جو میدے کو گھی میں بھون کے اس میں کھانڈ اور میوہ ملا کر بنائے جاتے ہیں۔

رکھ کر کہتی ہے کہ بیٹی ہم تمہارے فرض سے ادا ہوئے۔ بعدازاں دلہن کی بہن یا بھاوج گودیں اٹھا کر اسے کوٹھری میں لے جاتی اور پلنگ یا چارپائی پر بٹھا دیتی ہے، جہاں غریب کو قیدیوں کی طرح برات تک بیٹھنا پڑتا ہے۔ آج کی تاریخ سے بلاناغہ دلہن کا رنگ نکھرنے کے واسطے اُبٹنا ملا جاتا ہے۔ چونکہ اس رسم میں مانجھے پر بٹھانا ضرور ہے اور مانجھا پنجابی زبان میں پلنگ یا چارپائی کو کہتے ہیں۔ پس اسی سے مانجھے بٹھانا، پھر مائیوں بٹھانا بن گیا۔ (یہ رسم غالباً پنجاب سے آئی ہے) اس وقت موجودہ عورتیں دلہن کی ماں کو مبارکباد دیتی ہیں۔ آج سے لڑکی کسی مرد کے سامنے نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ باپ اور بھائی بھی اس کے سامنے نہیں آسکتا۔ دودھ اور مٹھاس (۱) کے سوا دلہن کو نمکین چیز نہیں کھلائی جاتی۔ جس وقت دلہن کو چوکی سے اٹھا کر لاتے ہیں تو عورتیں اپنے کسی لڑکے یا لڑکی کو جس کی شادی جلد منظور ہوتی ہے اس

بقیہ صہ ۹۳ ـــــ صابن کی بجائے ایک خوشبودار مصالحہ رنگ نکھارنے اور بدن کو خوشبوناک بنانے کے واسطے تیار کیا جاتا ہے جس میں بُھنے جو اور بھنی ہوئی ہلدی، کھلی چھبیل چھبیلا ناگرموتھا، کچ، بلی لوٹن، تیزپات یہ خوشبودار چیزیں ہوتی ہیں۔ انہیں پیس کر پانی اور تیل ملا کر گوندھ لیتے ہیں۔

---

(۱) مٹھاس کھلانے سے دو غرضیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا رنگ نکھرے، دوسرے یہ کہ بھوک بند ہو جائے تاکہ سُسرال میں جا کر حاجات ضروری کی تکلیف نہ اٹھائے اور نیز بھوک نہ ستائے۔ کیونکہ دلہن کا پیٹ بھر کر یا زیادہ کھانا اس کی نہایت بے شرمی اور بدتہذیبی پر دال ہے۔

چوکی پر اس خیال سے فوراً بٹھا دیتی ہیں کہ اس کا نصیبہ بھی جلدی کھلے ، یعنی جلد بیاہ ہو جائے ۔

دلہن کا جھوٹا گندھا ہوا اُبٹنا ایک لگنی میں اور ڈھائی سیر اُبٹنا کشتیوں میں لگا کر کم سے کم سوا سو ، زیادہ سے زیادہ پانچ سو پینڈیوں کے ساتھ مع سامان دیگر دولہا کے ہاں دلہن کی ماں کی طرف سے بھیجا جاتا ہے ۔ اُبٹنے کے ساتھ یہ سامان ہوتا ہے۔ اُبٹنے کی لگنی ، کٹورا ، تشتری ، سلپچی ، آفتابہ ، لوٹا ، تغاریا ، رکابی کا جوڑ مع سرپوش جس میں ورق لگی ہوئی پینڈیاں بھری ہوئی ہوتی ہیں ، گیارہ رومال ، نہانے کی چوکی ، سوزنی ، دو لنگیاں ، زرد کپڑے یعنی مایئوں کا جوڑا ، تیل یعنی پھلیل کی شیشی ، چادر وغیرہ ۔ جس طرح یہاں دولہن کو مایئوں بٹھاتے ہیں اسی طرح وہاں دولہا کو ایک دو روز پیشتر بٹھا دیتے ہیں ۔ لیکن وہ پابند ہو کر نہیں بیٹھتا ۔ نظر گذر سے بچنے کے واسطے جاہلوں یا نیچ قوموں میں اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار یا لوہے کا گز یا چاقو وغیرہ دے دیتے ہیں تاکہ زخم چشم سے محفوظ رہے ۔

جس روز دلہن مایئوں بیٹھی ہے ۔ اس روز سے دلہن کے گھر میں اور جس روز دولہا مایئوں بیٹھتا ہے اس روز سے دولہا کے گھر میں ہم عمر لڑکی بالیاں اور جان جوان عورتیں آپس میں مل کر سہاگ ، سہاگ گھوڑیاں گاتی ہیں جن کا مضمون دونوں کے دلوں میں شوق پیدا کرنے اور توجہ دلانے والا ہوتا ہے ۔ امیر دل میں ڈومنیوں کو بھی ایسے موقع پر بلا لیتے ہیں ۔ چنانچہ نمونتاً دو ایک سہاگ ، سہاگ گھوڑیاں لکھی جاتی ہیں :

سہاگ گھوڑیاں

ناجوری گھونگٹ کھول ! گھونگٹ میں تیرے چندر بست ہے

لال لگے انمول ۔ ناجوری گھونگٹ کھول

مطلب :۔

دولہا اپنی دلہن کو ناجوری یعنی ناز پروردہ اور لاڈو کہہ کر منّت کرتا ہے کہ تو اپنی نقاب اٹھا کر مجھے صورت دکھا۔ تیرے گھونگٹ میں چاند رہتا ہے جس میں بیش قیمت لعل جڑے ہوئے ہیں۔ غرض بار بار یہی کہتا ہے

دیگر

اے میری نیدان بنو! بازو بند ڈھیلے، نین تیرے رسیلے
بازو تیرے جوشن سوہیں اور اکوں کی جوڑی
اے میری نیدان بنو! بازو بند ڈھیلے، نین تیرے رسیلے
ہاتھوں میرے پہنچیاں سوہیں اور کنگن کی جوڑی
پیروں تیرے جھانجن سوہیں اور چوڑیوں کی جوڑی
اے میری نیدان بنو! بازو بند ڈھیلے نین تیرے رسیلے

مطلب :

دولہا کہتا ہے کہ میری نادان یعنی کم سن دلہن تو ایسی بھولی اور الھڑ ہے کہ تجھ سے بازو بند بھی کھینچ کر نہیں بندھے، ڈھیلے پڑے ہیں۔ یہ تیرا بھولا پن مجھے نہایت بھایا۔ اس کے سوا دوسری خوبی تجھ میں یہ ہے کہ تیری آنکھیں رسیلی یعنی قدرتی مد بھری ہیں۔ تیرے بازوؤں پر اکوں کی جوڑی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ تیرے ہاتھوں میں پہنچیاں اور کنگن کی جوڑی زیب دے رہی ہے۔ تیرے پاؤں میں جھانجن اور چوڑیاں جوبن دکھا رہی ہیں۔

دیگر

کھاتے نہ جانے بینڈیاں لاڈو میری باندھے نہ جانے بند
سیانی ہونے دو

باوانے کس دیا ڈولا ، اماں بیوی جانے نہ دے
سیانی ہونے دو

چچانے کس دیا ڈولا ، چچی بیوی جانے نہ دے
سیانی ہونے دو

بھائی نے کس دیا ڈولا ، بھابو بیوی جانے نہ دے
سیانی ہونے دو

علیٰ ہذا ہر ایک رشتے دار کا نام لے کر یہی فقرہ کہا جاتا ہے ۔

مطلب :

دلہن والیاں اپنی دلہن کی تعریف کر کے دولہا سے کہتی ہیں کہ ہماری ناز پروردہ لڑکی ایسی کمسن اور کم عمر ہے کہ ابھی تک نہ تو وہ (اپنے ہاتھ سے) پینڈیاں گندھانی جانتی ہے اور نہ بازوبند کے بند ہی اسے باندھنے آتے ہیں ۔ ذرا سیانی ہو جانے دو ۔ باوانے رخصت کے واسطے (بیدردی سے) ڈولا کس دیا ، لیکن ماں اسے نہیں جانے دیتی اور یہ بھی کہتی ہے کہ ابھی وہ یانی اور بھولی بھالی ہے ۔ وہ سمدھیانے کے طریقوں کو کیا جانے گی ۔ چچانے بھی چونکہ مردوں کو محبت کم ہوتی ہے ڈولا لا کھڑا کر دیا مگر چچی جو عورت ذات یعنی رحمدل ہے ، اپنی بھتیجی کو رخصت نہیں کرتی ۔ علیٰ ہذا بھائی ، پھوپا خالو وغیرہ کا نام لے کر اسی طرح گائے چلے جاتے ہیں ۔

دیگر

آیاری لاڈو تیرا بنا بن آیا ؍ منہ مقنع سر سہرا براجے
اچھی ہنو گھر لایا اللہ نبی کا سایا ؍ آیاری لاڈو تیرا بنا بن آیا
سہرے والا ری بنا ہر یالاری بنا ؍ آیاری لاڈو تیرا بنا بن آیا

مطلب :

لاڈو تیرا دولہا بناؤ کر کے بن ٹھن کے آیا ہے۔ اس کے منہ پر نہیں مقنع سر پر سہرا زیب دے رہا ہے۔ وہ تجھ جیسی خوبصورت بنڑی اپنے گھر لایا ہے۔ دونوں پر اللہ اور نبی کا سایا ہے۔ یہ بنڑا سہرے والا بھی ہے اور ہریالا، یعنی خوش و خرم اور تر و تازہ بھی ہے۔

دیگر

سگھڑ میرے بنڑے بنو مانگے گی رنگ رلیاں

چتر میرے بنڑے بنو مانگے گی رنگ رلیاں

مطلب :-

اے میرے خوش سلیقہ اور سگھڑ دولہا! تیری بنو عیش و عشرت کی خواہش کرے گی۔ اے میرے ہوشیار اور چتر بنڑے، تیری دلہن رنگ رس کی باتیں چاہے گی، تو اے سگھڑ اپنے پر حرف نہ آنے دیجو۔

ابٹنا (۱) کھیلنا

دولہا دلہن کو مائیوں بٹھانے کے بعد نیز ساچق کے دن اندر عورتوں میں، باہر لڑکے بالوں اور مردوں میں ابٹنا کھیلا جاتا ہے۔ اس وقت بالکل ہولی اور رنگ پاشی کا سماں بندھ جاتا ہے۔ دلہن کے رشتہ دار دلہن کے ہاں دولہا کے رشتہ دار دولہا کے ہاں ابٹنا کھیلتے ہیں۔ سالے، بہنوئی، نندیں، بھاوجیں، غرض سب مل کر دھوکا دھیا اور ادھم مچاتے ہیں۔ کسی کے منہ کو کسی کے سر کو کسی کی آنکھوں کو کہیں زبردستی کہیں خوشی سے ملتے ہیں۔ عورتیں عورتوں کی، مرد مردوں کی، خوب

---

(۱) ہلدی اور جو کا بھنا ہوا آٹا، کھلی، چھیل چھبیلا، ناگر موتھا، بیج، بالچھڑ، تیز پات اور تیل ڈال کر پانی میں گھولا جاتا اور منہ پر صفائی کے واسطے ملا جاتا ہے۔

گت بناتے ہیں۔ بڑے بڑے لگنوں میں اُبٹنا گھولا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو خوب لتھیڑتا اور ہر ایک آپ آپ کو بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ اس کے بعد نہا دھو کر ساچق کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔

اہل قلعہ میں تو دولہا والے دلہن والوں کے ہاں اور دلہن والے دولہا والوں کے ہاں ابٹنا کھیلنے جایا کرتے تھے بلکہ اب بھی ان لوگوں میں یہ رواج پایا جاتا ہے۔

ساچق

ایک ترکی لفظ بکسر جیم فارسی ہے مگر بفتح جیم فارسی رسم شادی میں مستعمل ہے۔ اصل رسم حنا بندی کا نام ساچق ہے۔ اس میں اشیائے ذیل جنہیں بری (۱) کہتے ہیں۔ بر یعنی دولہا کی طرف سے دلہن کے ہاں آرائش اور باجے گاجے کے ساتھ جاتی ہے جس میں کنبے کی عورتیں اور چند مرد بھی ہمراہ ہوتے ہیں۔ ساچق چڑھنے کا وقت سہ پہر سے مغرب تک ہے۔ بعض اوقات دلہن کے گھر تک پہنچتے پہنچتے دیر بھی ہو جاتی ہے۔ امیروں کے ہاں چاندی کا سہاگ پڑا (۲) اس میں دو سونے چاندی کی کنگھیاں، سہاگ کا عطر (۳) اور پھلیل منقش شیشوں میں سرخ کاغذ

---

(۱) بری دو طرح کی ہوتی ہے ایک پکی بری جیسے یہاں لکھی جاتی ہے۔ دوسری کچی جس میں اشیائے مخصوصہ کی بجائے نقد روپیہ لے لیا جاتا ہے۔ دہلی سے اس کا دستور اٹھ گیا۔ شاذ و نادر غریب یا وہ شخص جس کا کنبہ اس قدر نہیں ہوتا کہ اتنا سامان ان میں تقسیم کیا جائے۔ کچی بری مانگ لیتا ہے۔ مگر یہ طریقہ داخل عیب ہے۔ البتہ باہر والوں میں یہ دستور ابھی تک بعض خاندانوں میں مروج ہے۔

کی سنہری کٹوریاں لگی ہوئی، تھیلی جس کے اندر چھیل چھبیلا، ناگر موتھا، بالچھڑ چھوٹی الائچیاں، کپور، کچری، لونگیں، چنبہ کی جڑ، ہلدی، جوز، جوتری، تیزپات، صندل، زعفران، مشک دانہ اور مسّی کی دو پڑیاں ہوتی ہیں اور اسی کو سہاگ پڑا کہتے ہیں۔ گلاب کے نقاشی شیشے ایک چاندی کے چوگھڑے میں رکھے ہوئے (چاندی کی چار ٹھلیاں، دو میں دودھ، دو میں شربت بھرا ہوا۔ ان کے گلے میں سونے چاندی کی مچھلیاں کلاوے سے بندھی ہوئی) سواپانچ سیر کھانڈ، پانچ سیر قند، ڈھائی سیر مہندی کے تین پڑے باوا فرید (۱) کے نام کے جن پر سونے روپے کے خول چڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ گیارہ سیر مہندی پانچ سیر کلاوے، پچیس من نقل (۲)

بقیہ صرانہ

(۲) سہاگ پڑا ایک بہت بڑی کاغذ کی تھیلی جس میں خوشبو کی ادویات ہوتی ہیں اور وہ ریت رسم کے موقع پر دولہا اور سہاگنوں سے پسوا کر دلہن کی مانگ میں لگایا جاتا ہے۔

(۳) سہاگ کا عطر جو خوشبودار ادویات سے تیار کیا جاتا ہے اس میں اکثر وہی چیزیں ڈالی جاتی ہیں جو سہاگ پڑے میں ہوتی ہیں۔

(۱) بابا فرید حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے مراد ہے۔ جو ایک مشہور ولی کامل خاندان چشتیہ سے ۶۶۴ ہجری میں گذرے ہیں۔ آپ کا مزار پرانوار پٹن واقعہ ملک پنجاب میں جسے پاک پٹن بھی کہتے ہیں۔ اب تک زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

(۲) نقل ایک قسم کی شیرینی جس کے اندر پستے یا چنے یا بادام رکھ کر گول گول لڈو سے بنا دیتے ہیں۔

پانچ من قرص (۱) گیارہ من میوہ، نُقلاں، قرصوں اور میوں کی خونیں پہلے روانہ کر دی جاتی ہیں۔ باقی سب چیزیں خونوں میں لگا کر ساتھ لے لی جاتی ہیں۔

ان کے علاوہ ایک جوڑا برات کا جس میں اساوی یا کسی اور کپڑے کا ایک ہرا پائجامہ، آنچل پلو کا لال دوپٹہ اور لال ہی کرتہ مصالحہ ٹکا ہوا، تمامی کی پشواز، گھتیلی جوتی۔ دوسرا جوڑا چوتھی کا جو سب سے بھاری اور بیش قیمت ہوتا ہے۔ اس میں زربفت کی کلیوں دار تہ پوشی، آنچل پلو کا لال دوپٹہ، سلمے ستارے سے لپا ہوا، ایسی ہی محرم کرنی زرتار بانی گھتیلی جوتی جس میں چاندی کے گھونگرو لگے ہوئے کشتیوں میں لگا کر اوپر سے کھیلیں چھڑک دیتے ہیں۔ غریبوں کے ہاں کسی قدر فرق اور ان چیزوں کی مقدار کم ہوتی ہے۔ مثلاً سوا من نقل، پانچ سیر میوہ، پانچ سیر قرص ۲۱/۲ سیر مصری ۲۱/۲ سیر کلاوے، پانچ سیر کھانڈ، دو ٹھلیاں، ایک میں شربت، ایک میں دہی، ان ٹھلیوں کے منہ پر دو آسے ڈے کی مچھلیاں بندھی ہوئی ہوتی ہیں۔ سہاگ پڑا بدستور ایک سادہ اور ایک مصالحہ کا جوڑا، سادہ برات کو دلہن کو پہنایا جاتا ہے اور مصالحہ چوتھی کے روز۔ ایک جوتی، دو سرخ کنگھیاں، دو مسّی کی پڑیاں، دو عطر کی شیشیاں، ایک گلاب کا منقش شیشہ، پاؤ بھر چنبیلی کا تیل، سہاگ اور موتیا کا عطر۔

چڑھاوے کی رقمیں امیروں میں مفصلہ ذیل ہوتی ہیں۔ اور غریبوں میں علی قدر مقدور، جھومر بینا جو ماتھے کا ایک جڑاؤ زیور ہوتا ہے۔ نتھ، چھلکے کے بالے، نورتن دھگدگی، چمپا کلی، زمرد کی انگوٹھی، سونے یا چاندی کی کشتی میں پھولوں کا گہنا (۲)

---

(۱) قرص سرخ یا سبز کھانڈ کی چھوٹی چھوٹی ٹکیاں ہوتی ہیں جو بری کے ساتھ جاتی ہیں۔

(۲) پھولوں کا گہنا اور جوڑا نائی لے کر جایا کرتا ہے۔

پالوں کے بڑے سونے روپے کے ورق لگے ہوئے، چاندی کی چنگیر، پاندان میں رکھے ہوئے، خوان پوش، تورے پوش، کشتی پوش ڈال کے قرینے سے سجا کر ساچق کے ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔ سواریاں رتھوں میں، پالکیوں میں، ڈولیوں میں، گاڑیوں میں ہوتی ہیں۔ آگے آگے آرائش، پیچھے پیچھے سواریاں۔ اگر شروع تورے والے نہ ہوئے تو آرائش کے آگے باجا گاجا۔

آرائش ان چیزوں سے مراد ہے۔ اہلِ قلعہ کے ہاں نشان کا ہاتھی، سپاہیوں کا تمن (۱)، رنگ برنگ کے پھولوں کی ٹٹیاں، سو سو ٹٹیوں کے بیچ میں ایک ایک نقارخانہ جو بانس پنی اور ابرک کا بنا ہوا ہوتا اور اس میں نوبت بجتی جاتی ہے۔ بانسوں کے کھاٹ بیلوں پر بندھے ہوئے، تمامی سے منڈھے ہوئے ان میں لونڈے ناچتے جاتے ہیں۔ بانس کی کھپچیوں کے سیکڑوں چوگھڑے ابرک، پنی، کاغذ سے منڈھے ہوئے۔ ان میں چار چار مٹی کی ٹھلیاں رنگ برنگ کی نقاشی کی رکھی ہوئی سیکڑوں ابرک کے کنول سہاگ پڑے کے آگے روشن چوکی بجتی ہوئی پیچھے پیچھے سب بری کی چیزیں۔ سواریاں خواص، خاص بردار، چوبدار ہٹو بڑھو کہتے ہوئے ساتھ ہوتے ہیں۔

جب دلہن کے ہاں پہنچتے ہیں تو سارا سامان وہاں کے آدمیوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ وہ گھر میں پہنچا دیتے ہیں۔ سواریاں اترنی شروع ہو جاتی ہیں۔ مرد مردانے میں جا بیٹھتے ہیں۔ اگر خلعت دیا جاتا ہے تو دولہا بھی ساتھ جاتا ہے۔ خلعت میں عمدۃ الخالق، نیمہ آستین، دوشالہ، گوشوارہ، مندیل، شملہ، قبا، پیجامہ، زری کی

---

(۱) تمن سو سو آدمیوں کا دستہ جس میں ایک ایک نشان باجہ اور ایک عہدہ دار ہوتا ہے۔

ٹوپی سو دو سو روپے علی قدر حیثیت نقد خلعت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ انہیں روپوں کو کھانے جوڑے کے روپے کہتے ہیں اور ان کپڑوں کو خلعت۔ یہ ساری پوشاک نہایت عمدہ اور بیش قیمت ہوتی ہے۔

ساچق یا برات کے ساتھ جو عورتیں رشتے دار یا میل ملاپ والی آتی ہیں وہ سمدھنیں کہلاتی ہیں۔ اسی طرح جن کے ہاں جاتی ہیں وہ بھی سمدھنوں کے نام سے نامزد ہوتی ہیں۔

جب سمدھنیں اترتی ہیں تو دلہن والوں کی طرف سے دو عورتیں ایک پھولوں کے ہار دوسری گھسا ہوا صندل لے کر کھڑی ہوتی ہے۔ ہر ایک سمدھن کے گلے میں ہار ڈالتی اور مانگ میں صندل لگاتی جاتی ہیں۔ بعض خاندانوں میں شربت پلائی کے وقت ہار اور صندل کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ سمدھنیں اترتی اور گاؤتکیوں سے لگ لگ کر بیٹھتی جاتی ہیں۔ دلہن ایک کونے میں الگ مسند پر گھونگٹ نکالے بیٹھ اور گردن جھکائے آنکھیں بند کئے چپ چاپ بیٹھی رہتی ہے۔ جس وقت سب اتر چکتی ہیں تو پن سپاری کی تھالیوں اور پان زردے سے ان کی مدارات کی جاتی ہے۔

جب مدارات ہو چکتی ہے تو دولہا کی بہنیں خواہ بھاوجیں (اہل قلعہ کے ہاں دولہا کی ماں) دلہن کو پہلے پھولوں کا گہنا ہر ایک گہنے میں سات سات پھول نظر گذر کے توڑ کے پہناتی ہیں۔ اس کے بعد کلمے کی انگلی میں اول نقرئی چھلا پھر سونے کی انگوٹھی ڈال کر مصری کی سات ڈلیاں کھلا کر منہ میں پان کا بیڑا دیتی ہیں۔ دولہا کی ماں دولہن کے ہاتھ میں نشان کے طور پر حسب مقدور کچھ نقدی جو پانچ روپے سے کم نہیں ہوتی رکھ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ باقی رقمیں خواہ اپنی طرف کی خواہ رشتے داروں کی طرف کی جس قدر ہوتی ہیں چڑھا دی جاتی ہیں۔ رشتے داروں کی رقوں کے ساتھ ان کا نام بھی ساتھ کے ساتھ لیتی جاتی ہیں کہ یہ رقم خالہ کی طرف سے ہے،

یہ رقم بہن کی طرف سے ہے، علیٰ ہذا۔ بعدازاں دلہن کی بلائیں لے کر سب اپنی اپنی جگہ پر جا بیٹھتی ہیں۔ اب ڈومنیوں کے گانے کا دور آتا ہے۔ بعض گھرانوں میں چڑھاوا چڑھاتے ہی شادیانہ اور گالیاں شروع کر دیتے ہیں۔ بعض میں شربت پلانے کے بعد یہ رسم ادا کی جاتی ہے۔ ڈومنیاں شادیانے میں یہ فقرے گاتی ہیں:

ہریالی بنو ہووے مبارک شادی
بنے کی بنو ہووے مبارک شادی
جم جم نت ہووے آبادی
بنے بنو ہووے مبارک شادی

اہل قلعہ میں اس موقع پر بہادر شاہ کا بنایا ہوا شادیانہ حسب ذیل گایا جاتا ہے:

محفل شادی ظفر آج بھی ہو کل بھی ہو
گھر ترا شادی کا گھر آج بھی ہو کل بھی ہو
رات کو ہو رتجگہ صبح کو صحنک شہا
دھوم یہ شام و سحر آج بھی ہو کل بھی ہو

شادیانے ختم کر کے گالیاں یعنی سیٹھنیں شروع ہوتی ہیں۔ یہ رسم اہل ہند سے لی گئی ہے۔ یہ گالیاں اکثر ذو معنی فقرے ہوتے ہیں یعنی ان کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک پہلو سے بدتہذیبی دوسرے سے تہذیب ظاہر ہوتی ہے:

سمدھی میرے گھر آیا ڈالوں وا کے گلے موتیوں کا ہروا
سات سکھیوں میں ایسا لاگے جیسے بسنت کا گڑوا
جیسے ہولی کا بھڑوا

خاص اہل قلعہ کی سیٹھنیں ہم اس جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا پہلا لفظ نہایت

ہی کراہت اور بدتہذیبی ظاہر کرتا ہے۔ گو دوسری دفعہ کہنے میں پورا ہو کر اس خیال کو بدل دیتا ہے۔ لیکن ہمارا قلم یاری نہیں دیتا کہ ہم اسے لکھیں۔ اس وقت ہر ایک سمدھن شرم کے مارے منہ چھپاتی اور بظاہر ان باتوں کو ہنسی میں اڑاتی رہتی ہے۔

شربت پلائی

اس وقت دلہن کو دولہا والیوں کے آگے سے اٹھا لیتے ہیں کیونکہ وہ غریب کمر جھکائے جھکائے اور آنکھیں بند کیے کیے تھک جاتی ہے۔ اس کے بعد شربت پلائی شروع ہوتی ہے۔ دلہن والوں کی طرف سے ایک عورت شربت کا شیشہ دوسری چاندی کی تھالی اور شربت کی پیالی تیسری رومال (اہل قلعہ میں چوتھی عورت گوٹے اور پھولوں کے ہار) ماما چلمچی آفتابہ لے کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ شربت پلانے والی پیالی میں شربت ڈالتی اور پلاتی جاتی ہے۔ ماما کلی کراتی اور رشتہ دار عورت رومال سے منہ پونچھتی اور صاف کرتی جاتی ہے۔ اس وقت ہنسی اور چہل بھی ہوتی جاتی ہے۔ منہ پونچھنے والی اس زور سے شربت پینے والی کا منہ مسل دیتی ہے کہ وہ سی کر کے رہ جاتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ کل ہمارا وار ہے، تم بھی ذرا ہوشیار رہنا۔ شربت پینے والیاں شربت پلائی تھالی کے اندر ڈالتی جاتی ہیں۔ ایک روپے سے لے کر پانچ روپے تک ڈالتی ہیں۔ ماما کو ہاتھ دھلائی کا حق علیحدہ دیا جاتا ہے۔ بلکہ ڈومنیاں جو گالیاں دیتی ہیں ان کے روپے بھی علیحدہ دیے جاتے ہیں۔ عام لوگوں میں وارپھیر میں یہ رقم متفرق کر کے بیل کی طرح دیتی ہیں۔ غرض شربت پینے، گالیاں کھانے کے بعد سمدھنیں رخصت ہو جاتی ہیں۔

منہدی

ساچق کے روز تو دولہا کے ہاں سے بری کے ساتھ دلہن کے واسطے دولہا

کی جھوٹی مہندی آتی ہے۔ اب ساچق کے بعد انہی کے ہاں سے دلہن کی بہنیں دولہا کے گھر مہندی لے کر جاتی ہیں۔ گویا یہ ساچق کا جواب یا بدلہ ہے۔ امیروں یا شہزادوں کے ہاں پانچ ہزار ہنڈیاں جن پر چاندی سونے کے ورق لگے ہوئے، گیارہ سیر ابٹنا، دلہن کی جھوٹی مہندی، چاندی کی چوکی، چاندی کا لوٹا، کٹورا طباق، لگن، نہلانے کا تنیڑا، لنگی، کھیس، سوزنی، مائیوں کا جوڑا، زرد جامہ، برات کا جوڑا، اساوری کا پاجامہ، چوتھی کا خلعت، ٹاٹ بافی جوتی، ہیرے کا چھلا، زمرد کی انگوٹھی، مگر متوسط درجے کے لوگوں میں ملیدہ خوانوں میں بھرا ہوا، گندھی ہوئی مہندی سینی میں لگی ہوئی اور مہندی میں چار شمعیں کھڑی ہوئی۔ چاندی کی چوکی اس پر سوزنی بچھی ہوئی یہ سامان ہوتا ہے۔ امیروں میں آگے آگے سپاہیوں کے تمن، تاشہ، مرفہ، روشن چوکی، سیکڑوں ابرک کے کنول، ان میں شمعیں روشن، مہندی کا سامان پیچھے پیچھے پالکیوں رتھوں، گاڑیوں میں زنانی، ہاتھیوں، گھوڑوں پر مردانی سواریاں ساتھ ساتھ فلیتے، مشعلیں، پنجیاں روشن، نوکر چاکر انتظام اور بندوبست کرتے ہوئے دولہا کے ہاں مہندی لے کر پہنچتی ہیں۔

متوسط درجے کے لوگوں کے ہاں صرف باجا گاجا، ٹٹیاں، کنول، پنجیاں بھی دھوم دھام میں خیال کی جاتی ہیں۔

جب دولہا والوں کے ہاں جا کر اُترتے ہیں تو وہ تعظیم و تواضع سے سب کو بٹھاتے ہیں۔ مرد مردانے میں عورتیں زنانے میں جا بیٹھتی ہیں۔ دولہا والے سب کو اسی طرح شربت پلاتے اور ساچق کی ہنسی کا بدلہ آج مہندی میں لے لیتے ہیں۔ بن سپاری کی تشتریاں گلوریاں تقسیم ہوتیں اور گوٹے پھولوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں۔ سالیاں چاندی کی چوکی بچھاتی اس پر دولہا میاں کو بٹھاتی، دولہا کے ہاتھ پر ایک اشرفی رکھتی ہیں۔ مہندی لگاتی اور اپنا نیگ مانگتی ہیں۔ اس وقت

مذاق کے لیے ان کی حیثیت سے کم یعنی ایک روپیہ سالیوں کے ہاتھ پر رکھ دیا جاتا ہے۔ وہ لڑنے جھگڑنے لگتی اور کہتی ہیں واہ واہ دولہا میاں ہم تو اسی لائق ہیں۔ ہم تو نہیں لیتے ہیں بلکہ مہندی بھی نہیں لگاتے۔ دولہا ہاتھ پسارے بیٹھا رہتا ہے۔ جب ان کو حسب مقدور نیگ دے دیا جاتا ہے تو مہندی لگاتی اور خوش ہو جاتی ہیں۔ اس وقت کی ادھر کی ڈومنیاں مبارک باد گاتی اور اسی طرح انہیں گالیاں دیتی ہیں۔ دلہن والے شربت پلائی، گالیاں اور چلمچی کے روپے دے دلا کر اپنے گھر آجاتے اور اب دونوں طرف برات کی تیاریاں ہونے لگتی ہیں۔

برات

برات سے ایک دو روز پیشتر عورتوں کو دولہا کی ماں کی طرف سے اور مردوں کو دولہا کے باوا کی جانب سے بلاوا دیا جاتا ہے بلکہ مردوں کے واسطے رقعے تقسیم ہوتے ہیں، جن کی عبارت اس طرز کی ہوتی ہے کہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے فیضِ اتم سے یہ دن نصیب ہوا ہے کہ تمام عزیز و اقارب اس خوشی کے موقع پر برخوردار فلاں کے عقد و نکاح میں فلاں تاریخ فلاں وقت قدم رنجہ فرما کر برات کے ساتھ دلہن کے گھر تک تشریف لے چلیں اور شریک نکاح ہو کر بندہ کو اعزاز بخشیں۔ دوسرے روز شامل ولیمہ ہوں (۱) اور طعام ماحضر تناول فرما کر ممنون فرمائیں۔

صحنک (۲)

---

(۱) ولیمہ، نکاح کی ضیافت، شادی کی دعوت۔

صبح کو صحنک کی تیاری ہوتی ہے۔ صحنک حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز سے مراد ہے۔ اس کا ایجاد عہد جہانگیری میں جودھ بائی والدہ شاہ جہاں کی طرف سے ہوا ہے۔ جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ نورجہاں جو بادشاہ کی آنکھ لگائی بیوی تھی، اس راجپوت زادی کو ہر بات پر چھیڑا کرتی تھی۔ کبھی کہتی کہ تو تو نری گنواری پھوہڑ ہے۔ کبھی کہتی کہ تو تو ہندو بچی ہے۔ تجھے ہمارا سا سلیقہ کہاں میسر ہے۔ کبھی کہتی کہ مارواڑن کو بھی دن لگے۔ جودھ بائی آخر کو تھی تو رئیس زادی، اور راجکماری یہ باتیں سنتی اور خون کے سے گھونٹ پی کر خاموش ہو رہتی۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ تو کسی طرح باز ہی نہیں آتی جہانگیر کے سر چڑھتے چڑھتے میرے سر چڑھنے لگی تو اس نے اس کے ذلیل کرنے کے واسطے یہ ترکیب سوچی کہ ایک روز تمام بیگمات کی دعوت کی اور کہا کہ آج میں حضرت فاطمہ رضؓ کی نیاز دلواؤں گی۔ سب کو اس متبرک نیاز میں شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کرنا چاہئے۔ غرض تمام شہزادیاں، بیگمیں اور عزت دار خاندانی عورتیں جیسے وزیر زادیاں نوابزادیاں تک اس میں شریک ہونے آگئیں۔ اس نے نیاز کا دہی خشکہ پکوایا۔ کورے کورے کونڈوں میں رکھا۔ عطر اور پھولوں سے دسترخوان کو مہکایا ساتھ ترکاریوں سے سجایا۔ جب سب عورتیں جمع ہو گئیں تو آواز بلند فرمایا کہ بی بیو! اس متبرک اور پاک صحنک کو وہی بیوی زن کھا سکتی ہے جس نے دوسرا خاوند نہ کیا ہو۔ ہمیشہ پاک دامن اور پارسا بنی رہی ہو۔ چونکہ نورجہاں شیر افگن خاں کے بعد جہانگیر کے نکاح میں آئی تھی وہ نہایت شرمندہ ہوئی اور اس روز سے بڑا بول

بقیہ صہ ۱۰۹ (۲) ــــــ صحنک، عربی لفظ صحن کی تصغیر ہے۔ بمعنی طباق خورد یعنی رکابی کونڈی وغیرہ، اصطلاحی معنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فاتحہ اور فاتحہ کا طباق یا کونڈہ۔

بولنا چھوڑ دیا۔ پس اب یہ نیاز ہر ایک تقریب اور شادی و مراد کے موقع پر ہونے لگی۔ اس کا بڑا ادب کیا جاتا ہے۔ اس کے کھانے کے واسطے پاک دامن اور نہایت پارسا عورتیں مخصوص کی جاتی ہیں۔ جنہیں بیوی زنیں کہتے ہیں۔ خاص کر سیدانیوں کا زیادہ حق سمجھا جاتا ہے اور اب تو چوڑی والیاں یعنی منہاریاں پاک دامنیں بن کر اسے کھانے لگی ہیں۔ دوہاجو عورت کو اب تک نہیں کھانے دیتے۔ ہم نے اس نیاز کا عام طریقہ رتجگہ میں بیان کر دیا ہے۔ یہاں اہل قلعہ کے موافق لکھ کر اس کا فرق جتاتے ہیں۔ ان کے ہاں اور سب چیزیں تو بدستور ہیں مگر لال لال اوڑھنیاں اور چوڑیاں بڑھا دیتے ہیں۔ پہلے چونے کی تشتریاں پارسائی کے امتحان کے واسطے بیوی زنوں کے آگے لاتے ہیں۔ پھر دہی کھانڈ ڈال کر کھلاتے ہیں۔ کھانے والیوں کو چراغی کے روپے دیتے ہیں۔

صحنک کے علاوہ اس موقع پر اہل قلعہ میں بابر بادشاہ کی دیگ بھی ہوتی ہے۔ اس دیگ پر بادشاہ کی فاتحہ دے کر دلہن کو لے کر آپس میں سب شہزادیاں ناچ کا ایک شگون کرتی ہیں۔ اور ناچ میں یہ گیت گاتی تھیں جس کے معنی ترکی زبان میں خدا جانے کیا ہیں: " یارو لنگ خوش ولنگ، یار، یار، یار (۱) اس قسم کی رسمیں معزز شہزادوں اور سلطانی مقربوں میں ہوتی تھیں اور یہ لوگ پہانے سلاطین کہلاتے تھے۔ حضرت ابو ظفر بہادر شاہ کے زمانہ میں اکثر رسمیں اور سلطنت کے قاعدے کم ہو گئے تھے مگر ان کے والد بزرگوار کے زمانہ تک برابر جاری رہے۔

رات کو ویسا ہی رتجگہ ہوتا ہے جیسا چھٹی میں ہوا تھا یعنی گلگلے اور کھنکڑیاں تلی جاتی، اللہ میاں کا رحم بنایا جاتا اور دولہا کی سلامتی کی جیگھٹ بھری جاتی ہے،

---

(۱) دیکھئے فرہنگ

یعنی ایک ٹھلیا میں شربت، بدھنی میں دودھ، اس کی لوٹنی میں پان کا بیڑا، گلے میں پھولوں کا سہرا باندھا اور ایک ستھری چوکی پر یہ سب کچھ رکھا جاتا ہے۔ رات بھر سہاگ کے گیت گائے جاتے ہیں اور پچھلے کو نیاز دلوا کر سب کو پکوان تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

برات کی تیاری

اب سمدھنوں کا برات میں جانے کے واسطے بناؤ سنگار شروع ہوتا ہے۔ اس قدر شور و غل مچتا ہے کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی۔ کوئی کہتی ہے کہ اری باندی میرا زیور کا صندوقچہ لا۔ کوئی کہتی ہے کہ عطر کا خوانچہ نکال۔ کوئی چیختی ہے کہ اری کم بخت! میری جا دانی اور پیٹی تو لاؤ جو میں جوڑا نکالوں۔ ہر ایک سمدھن اپنے اپنے شوق اور اپنی اپنی پسند کے رنگین جوڑے نکالتی اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتی ہے کہ بوا اس وقت کون سے رنگ کا جوڑا بدلوں۔ کوئی دریافت کرتی ہے کہ گلابی جاڑے میں اگر گرمی کی پوشاک بدلتی ہوں تو رات کو سو سو کرتی پھروں گی اور جو جاڑے کے کپڑے پہنتی ہوں تو آتی دفعہ خاصی گرمی ہو جائے گی، اس وقت دم بوکھلانے گا۔ غرض ایسی ہی باتوں میں بہت سا وقت گزار کر گہنے پاتے سے لد کر پھولوں کے کنٹھے گلے میں ڈال کر سوار ہوتی ہیں۔ ادھر عورتیں چلنے کی تیاریاں کرتی ہیں، ادھر حجام دولہا کو نہلا دھلا کر لنگی اور بدن کا جوڑا لے کر فرصت پاتا ہے۔ اب دولہا کو شاہانہ پوشاک پہنائی جاتی ہے۔ نیچے کرتہ، کرتے کے اوپر قبا یا انگرکھا، سر پر دستار، دستار پر گوشوارہ۔ شہزادوں میں موتیوں کا طرہ اور سہرا، متوسط درجہ والوں میں پھولوں کا سہرا۔ پھولوں ہی کا طرہ، پھولوں ہی کی بدھی۔ اہل قلعہ میں بازو پر بجو بند ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے، خواہ کنگنا، چھنگلیا میں زمرد کی انگوٹھی۔ ہیرے کا

چھلا پہنایا جاتا، کمر میں پٹکا، ہاتھ میں پیش قبض دیا جاتا تھا۔ اتنے میں دولہا تیار ہوا۔ زنانی سواریاں رتھوں میں، پالکیوں میں گاڑیوں میں سوار ہو گئیں۔ دولہا کے واسطے زرق برق زیور سے آراستہ گھوڑا آیا۔ اس کے سہرا باندھا گیا۔ دولہا سوار ہوا۔ پیچھے شہ بالا بیٹھا۔ شہ بالا دولہا کا بھائی یا رشتے دار لڑکا جس کا ختنہ نہ ہوا ہو بنایا جاتا ہے۔ ایک ہاتھ میں لگام، دوسرے میں رومال، منہ سے ڈھکا ہوا دولہا آگے بڑھا۔ تمام براتی پیچھے پیچھے، دولہا آگے آگے چلا۔ سب سے پیچھے سواریاں اور سب سے آگے باجا گاجا ہوا۔ اسے برات چڑھنا کہتے ہیں۔ اکثر برات پچھلی رات کو چڑھا کرتی تھی مگر اب تو دن ہی میں سب کچھ ہو ہوا جاتا ہے۔ ورنہ برات کے دونوں طرف پچیوں کی روشنی، مہتابیوں کی چمک، ابرکی فانوس، کنولوں کی جگمگ جگمگ عجب بہار دکھایا کرتی تھی۔ اس پر طبل کی گونج باجوں کی گمگ، تڑی کی دھوتو، نوبت کی جھنکار نفیریوں میں " شادیاں مبارک بنے کو رنگ بھری برات ہے " کی دلکش آواز غضب کا لطف دکھایا کرتی تھی۔ جب برات دلہن کے دروازے پر پہنچتی تھی تو آتش بازی چھوڑی جاتی تھی۔ برات میں اب میں بھی یہ بات ہوتی ہے۔ جس وقت دروازے پر دولہا پہنچتا ہے لوگ پیشوائی کو آتے یا دروازے پر دو طرفہ قطار باندھ کر استقبال کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دلہن والے پانی کا لگن بھر کر دولہا کے گھوڑے کے سموں کے نیچے ڈال دیتے ہیں تاکہ دولہا پانی پانی اور ہمیشہ نرم بنا رہے۔ بعض خاندانوں میں بھات (۱) کا ڈلا کھینچ کے دولہا کے مارتے ہیں۔ دولہا اور دلہن کے بھائی کھڑے ہوئے تاک میں رہتے ہیں کہ کب دولہا گھوڑے سے اترے اور کب ہم اچک کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو جائیں۔ دونوں میں سے جس کا وار لگتا ہے جھٹ سوار ہو جاتا ہے۔

---

(۱) خشکہ کا لڈو بنا کر مارنے سے مراد ہے۔

اگر دولہا کا بھائی سوار ہو گیا تو کہتے ہیں کہ دولہا ہمیشہ دلہن پر غالب رہے گا اور جو دلہن کا بھائی سوار ہو گیا تو دلہن ہمیشہ ورر ہے گی ۔ گھوڑے پر چڑھنے والے جب تک اپنا نیگ نہیں لے لیتے گھوڑے پر چڑھنے والے جب تک اپنا نیگ نہیں لے لیتے گھوڑے پر سے نہیں اترتے تھے ۔ مگر اب اس کا نیگ نہیں ملتا یوں ہی رسم ادا ہو جاتی ہے ۔

اب زنانی سواریاں زنان خانے میں اُترنی شروع ہوتی ہیں ۔ دولہا اور سب براتی مردانے میں چلے جاتے ہیں ۔ دولہا کو صدر میں مسند پر بٹھاتے ہیں ۔ اس کے ہم عمر بھائی بند اس کے پہلو میں ادھر ادھر بیٹھ جاتے ہیں ۔ نوکر چاکر اور خدمتی ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ قاضی کو بلوایا جاتا ہے ۔ قاضی صاحب ہاتھ میں قلم دان ، بغل میں بستہ ، بستے میں نکاح کا رجسٹر اور لکھا لکھایا کابین نامہ (۱) جس میں دولہا دلہن کا نام اور مقدار مہر درج کرنے کی جگہ چھوٹی ہوئی ہوتی ہے ، لئے ہوئے آتے اور سلام کر کے بیٹھ جاتے ہیں ۔ جب تک نکاح نہیں ہوتا دلہن والے حقّہ پان وغیرہ کچھ کھانے کو نہیں دیتے ۔ جب نکاح ہو چکتا ہے فوراً یہ چیزیں آنی شروع ہو جاتی ہیں ۔ قاضی صاحب بروقت نکاح دولہا کے سامنے جا بیٹھتے ہیں وکیل اور اس کی وکالت کے دو گواہ ان کے قریب ہو بیٹھتے ہیں اول معمولی خطبہ پڑھا جاتا ہے جس میں حمد و نعت ، نصیحت اور تناسل کی توصیف ہوتی ہے خطبہ پڑھ کر قاضی صاحب وکیل یا وکیل کے دونوں گواہوں سے تصدیق کرا لیتے ہیں ۔ اس کے بعد ولی یا وکیل کی طرف مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ " آپ نے مسماۃ فلاں بنت فلاں کو شخص کے نکاح میں اس قدر مہر کے بالعوض اس کی

---

(۱) کابین نامہ وہ کاغذ جس میں حمد و نعت کے بعد دولہا دلہن کا نام مہر کی مقدار ، موجل یا معجل کی تفصیل اور تاریخ نکاح درج ہوتی ہے ۔

زوجیت میں دیا؟" وہ جواب دیتا ہے کہ "ہاں دیا"۔ پھر قاضی صاحب نوشہ کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کرتے ہیں کہ "تم نے مسماۃ فلاں بنت فلاں کو اس قدر مہر پر اپنی زوجیت میں قبول کیا؟" دولہا کہتا ہے "ہاں قبول کیا"۔ غرض تین مرتبہ اسی طرح دریافت کر کے قاضی اور تمام اہلِ مجلس دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور لوگ مبارک باد دیتے ہیں۔ دعا سے غرض یہی ہوتی ہے کہ خدائے تعالےٰ دونوں میں سلوک رکھے۔ آج کے روز دلہن کا باپ سامنے نہیں آتا لیکن شرعاً یہ بات ناجائز اور خاص ہند کا دستور ہے۔

نکاح کے ختم ہوتے ہی شہدے[1] (آواز) لگاتے ہیں۔ ایک کہتا ہے "الٰہی سازگاری ہو، محمدؐ کا صدقہ"۔ سب کہتے ہیں "آمین"۔ پھر وہی کہتا ہے "الٰہی دولہا ست پوتا ہو"۔ سب کہتے ہیں "آمین"۔ پھر پکارتا ہے کہ "دولہا کے باوا کو پوتے پڑپوتے کھلانے نصیب ہوں"۔ ساتھ ہی کہتے ہیں "آمین"۔ نکاح پڑھا کر دولہا کو شربت پلاتے، اور اس کا جھوٹا شربت دلہن کو بھیجتے ہیں۔ دولہا کے سر پر سے چھوارے لٹاتے اور شیرینی تقسیم کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ قاضی کو دوہرا حصہ ملتا ہے۔ دولہا والے شیرینی تقسیم کرتے اور دلہن والے بن سپاری کی تھالیاں اور گلوریاں بانٹتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نکاح کے کاغذ پر دولہا کی مہر اس کے رشتہ داروں کی گواہیاں کرائی جاتی ہیں۔ جب کاغذ تیار ہو جاتا ہے تو قاضی جی کی مہر سے مزین ہو کر دلہن کی ماں یا باوا کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ امیروں میں قاضی جی کو خلعت

---

(۱) شہدوں کا ایک فرقہ ہے جس کی دیانت داری اور ایمان داری مشہور ہے۔ یہ لوگ شادی کے موقع پر اپنا انعام جدا لیتے ہیں اور پلنگ لے جانے کا حق جدا۔ کیوں کہ پلنگ ان کے سوا کوئی نہیں لے جاتا۔

اور انعام، متوسط درجہ والوں میں پانچ روپے، غریبوں میں سوا روپیہ دیا جاتا ہے، قاضی کے انعام میں سے حلال خوری بھی ایک آنہ فی روپیہ لے لیتی ہے۔

اسی وقت دلہن والوں کی طرف سے کشتیوں میں دولہا کا جوڑا اور حسب مقدور سلامی کے روپے آتے ہیں۔ جوڑے میں دوشالہ، مندیل، بنارسی دوپٹہ، پانچوں کپڑے رومال وغیرہ ہوتے ہیں۔

سلامی ہر ایک رشتہ دار دلہن کے باوا کے پاس جمع کر دیتا ہے۔ وہ سب کے روپے اکٹھے کر کے دولہا کے حوالہ کر دیتا ہے۔ بعض لوگ دولہا کے ہاتھ میں دلواتے ہیں۔ شربت بھی دلہن والوں کی طرف سے اسی وقت سمدھیوں کو پلایا جاتا ہے۔ ہر ایک سمدھی شربت پیتا اور شربت پلائی شربت کی تھالی میں ڈالتا جاتا ہے۔ یہ سب روپے دلہن کے گھر میں بھیج دیئے جاتے ہیں۔ پابند شرع لوگ اس وقت اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور ناچ رنگ شروع ہو جاتا ہے۔ کنچنی کھڑی ہو کر سہرا گاتی اور سہرے کا نیگ لیتی ہے۔ ایک سہرا تو معمولی گھریلو بنا ہوا ہوتا ہے، جسے ہر ایک جگہ ڈومنی اسی کو گاتی ہے اور رنڈیاں بھی اول اول اسی سے شروع کرتی ہیں مثلاً:

ہریالے ہمارے بنے کے لیے سہرا گوندھ لا موری مالنیا
بیلے چنبیلی کی کلیاں سہرا گوندھ لا موری مالنیا
آؤ میری مالن بیٹھو مورے آنگن کو سہرے کا مول
سات لکھ سہرے کا مول ری عطر میں لبسی لڑیاں
ہریالے ہمارے بنے کے لئے سہرا گوندھ لا موری مالنیا

مطلب:

اے ہمارے گھر لانے کی مالن ہمارے ہریالے بنڑے یعنی دولہا کے واسطے سہرا گوندھ کر لے آ۔ اس میں بیلے اور چنبیلی کی کلیاں گوندھ (کیونکہ یہ عمدہ اور خوشبودار پھول ہوتے

ہیں) ہماری مالن آور ہماری انگنائی میں بیٹھ کر سہرے کا مول چکا۔ مالن کہتی ہے کہ بی! سہرے کی قیمت سات لاکھ روپے ہے۔ کیونکہ اس کی لڑیوں کو عطر میں بسایا ہے۔

دوسرا وہ ہوتا ہے جو شاعر دولہا کی خوشامد میں کہہ کر خود سناتے یا رنڈیوں سے گواتے ہیں۔ جیسے ذوق اور غالب کے سہرے مشہور ہیں جو میرزا جواں بخت کی شادی کے موقع پر کہے گئے تھے۔ چنانچہ اسی قسم کے ایک سہرے کے چند شعر یہاں لکھے جاتے ہیں:

سہرا

چرخ تک دھوم ہے کس دھوم سے آیا سہرا
چاند کے دائرہ پر زہرہ نے گایا سہرا

جسے کہتے ہیں خوشی اس نے بلائیں لیکر
کبھی چوما کبھی آنکھوں سے لگایا سہرا

رشک سے لڑتی ہیں آپس میں الجھ کر لڑیاں
باندھنے کو جو ترے سر پہ اٹھایا سہرا

صاف آتی ہیں نظر آب گہر کی لہریں
جنبش باد سحر نے جو ہلایا سہرا

مطلب:

اتنی بڑی دھوم دھام سے سہرا آیا ہے کہ آسمان تک اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ زہرہ نے بھی چاند کا دائرہ لے کر سہرا گانا شروع کر دیا ہے۔ خوشی کا یہ حال ہے کہ وہ بلائیں لے لے کر کبھی آنکھوں سے لگاتی ہے اور کبھی چومتی ہے۔ اے نوشہ تیرے سر پے باندھنے کے واسطے جو سہرا چنگیر دان سے اٹھایا تو ان کی لڑیاں رشک سے آپس میں الجھ کر لڑنے لگیں

اور ہر ایک نے یہی چاہا کہ پہلے میں ہی سہرے کے پاس پہنچوں۔ نسیم صبح نے جو سہرے کو لہرایا تو موتیوں کی آب و تاب کی لہریں آنکھوں کے سامنے پھرنے لگیں۔

سہرے کے بعد مبارک باد گائی جاتی ہے جیسے:

مبارک باد

دھوم شادی کی دھواں دھار مبارک ہووے
پیاری دلہن کو یہ دل دار مبارک ہووے
طوطیاں گادیں چہک کر تری محفل میں بنے
سہرا پھولوں کا زری دار مبارک ہووے

مطلب:

یہ شادی کی زور دار دھوم دھام نوشتہ اور اس کے باوا کو مبارک ہو اور پیاری دلہن کو یہ معشوق صفت دولہا سازگار ہو۔ طوطیوں کو، اے بنے! مناسب ہے کہ وہ تیرے بیاہ کی محفل میں چہک چہک کر یہ گادیں کہ پھولوں کا زری دار مقیش سے جھجھماتا ہوا سہرا تجھے مبارک!

ریت رسم

اب ریت رسم کے واسطے دولہا کو اندر بلایا جاتا ہے۔ دولہا سہرا لٹکائے گردن جھکائے منہ پر چوتہ رومال رکھے، آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا ڈیوڑھی پر آتا ہے۔ یہاں سے دولہا کی بہنیں دولہا کے سر پر آنچل ڈال کر اندر لے جاتی ہیں ڈومنیاں دولہا کی صورت دیکھتے ہی شروع والوں کے ہاں دائرہ سے اوروں کے ہاں ڈھولک سارنگی سے یہ گیت گانا شروع کر دیتی ہیں:

بنا بنڑی کے لئے سبھ گھڑی آیا ری بنا

نت گھڑی آیا ری بنا

سیجیں مخمل کی بچھیں تکئے مشجر کے لگے

نور کے تنبو تلے لا کے بٹھایا ری بنا

بنا بنڑی کے لئے سبھ گھڑی آیا ری بنا

مطلب :

دولہا دلہن کے لینے کو مبارک گھڑی آیا ہے۔ اچھی گھڑی آیا ہے۔ دولہا کے لیے مخمل کے بچھونوں کی سیجیں بچھی ہیں۔ مشجر کے گاؤ تکیے لگے ہیں اور اسے نور کے خیمے کے نیچے لاکر بٹھایا ہے۔ دولہا دلہن کے لینے کو سبھ گھڑی آیا ہے۔

دیگر

آج رین سہاگ کی بنڑی کو بنایا

گاؤ جب رنگ آج بدھاوا

رب نے یہ دن دکھایا

بنڑا بنی تخت پر بیٹھے آرسی مصحف دکھایا

مطلب :

چونکہ آج تخت کی رات یعنی برات کی مبارک شب ہوگی اس لیے دلہن کو بنایا سنوارا ہے۔ جب رنگ آج مبارکباد کا گیت گانا چاہیے کہ خدا نے یہ دن دکھایا ہے، دولہا دلہن دونوں تخت یعنی منصہ پر بیٹھے ہیں اور دونوں کو آئینہ و قرآن دکھایا جارہا ہے۔

گو یہ خوشی کا گیت ہے مگر درحقیقت دولہا پر ادائے رسوم کی مشکلیں پڑنے کا وقت ہے جنہیں ہفت خوان رستم یا ہفت خوان اسفندیار سے کم نہیں سمجھنا چاہیے۔

پہلی شکل: دلہن والیاں اول اسے کوٹھری کی دہلیز میں بٹھا کے کالے تل اور کھانڈ دلہن کے ہاتھ پر رکھ کر منہ سے چٹواتی ہیں۔ دولہا حیوانوں کی طرح گویا گائے بن کر بغیر ہاتھ لگائے زبان سے چاٹتا ہے۔ اس ٹوٹکے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ گئو اور تابع دار بنا رہے۔ یہ رسم ہندوانی ہے۔ چنانچہ اسی سے ایک ہندی محاورہ مشہور ہوگیا ہے کہ ہم نے ایسے ہی تمہارے کالے تل چابے ہیں جو ہم تم سے نیچی آنکھ کریں۔ بعض گھرانوں میں جہاں ریت رسم کے واسطے دولہا کو بٹھاتے ہیں اسی جگہ چٹواتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اور ٹوٹکے بھی اس وقت کیئے جاتے ہیں مثلاً دلہن کی جوتی پر کاجل پار کر دولہا کی آنکھوں میں لگاتے ہیں تاکہ ہمیشہ بیوی کی جوتی تلے رہے اور کبھی آنکھ سامنے نہ کر سکے۔ دلہن کے پاؤں کے نیچے کا پان دولہا کو کھلاتے ہیں۔ جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ ہمیشہ پاؤں پڑتا رہے۔ دولہا کے ایک ہاتھ سے دلہن کے پاجامے میں ازاربند ڈلواتے ہیں۔ اور دلہن وہی پاجامہ پہن کر آرسی مصحف کی رسم کے واسطے آکر بیٹھتی ہے۔

دوسری مشکل: اس کے بعد دولہا کے ایک ہاتھ سے مروج (۱) پسوایا جاتا ہے۔ اس جگہ مروج سہاگ پڑے کی چیزوں یعنی بالچھڑ، کپور، کچری چھیل چھبیلے، صندل، مشک دانہ وغیرہ خوشبودار اشیاء سے مراد ہے۔ مروج بڑی

---

(۱) اگرچہ مروج چھیل چھبیلے اور خوشبودار چیز کو کہتے ہیں مگر یہاں غالباً مروٹ سے یہ طریقہ اخذ کرلیا ہے۔ کیونکہ ہندوؤں میں شادی یا لگن وغیرہ کے موقع پر جو دولہا دلہن کے ماتھے اور رخساروں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک رولی سے لکیر کھینچ دیتے ہیں۔ اسے مروٹ کہتے ہیں۔ یہاں ریت رسم کے موقع پر اس کی بجائے خوشبو کی چیزیں صرف دلہن کی مانگ میں بھری جاتی ہیں۔

بڑی مشکل سے باریک ہوتا اور دولہا کو پسینے پسینے کر دیتا ہے۔ جب دولہا کا ہاتھ تھک جاتا ہے تو سات سہاگنیں دولہا کا ہاتھ ہٹا لیتی اور بل کر پسوا دیتی ہیں۔ جب پس چکتا ہے تو دولہا اور سہاگنوں سے دلہن کی مانگ میں بھر وا دیتے ہیں۔ یہ گویا سہاگ اور سہاگن بننے کی نشانی ہے۔

تیسری مشکل: جب مانگ بھر لی جاتی ہے تو " نو باتیں " چنواتے ہیں۔ نوبات نبات کو بگاڑ لیا ہے کیونکہ مصری کی ڈلیاں ہوتی ہیں جو دولہا کو ڈھکا ڈھکا کر ہاتھ لگائے بغیر اس کے منہ سے چنواتے ہیں۔ نیز ان سات سلاموں سے مراد ہے جس کا بیان آگے آئے گا۔ نو باتیں ڈومنی اس طرح چنواتی ہے کہ پہلے دلہن کے سر پر مصری کی ڈلی رکھتی ہے اور کہتی ہے کہ دولہا میاں اس کو منہ سے اٹھا کر کھا جاؤ۔ جب دولہا سر کے پاس منہ لے جاتا ہے تو وہاں سے جھٹ ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دیتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ ایسا بھوکا دولہا بھی نہیں دیکھا کہ ایک ڈلی کے پیچھے کہاں کہاں منہ دوڑاتا ہے۔ جب سر کی ڈلی بمشکل دولہا کھا لیتا ہے تو اسی طرح دو ڈلیاں دونوں مونڈھوں پر رکھ کر کھلواتے ہیں۔ پھر پیٹھ پر دونوں کوہنیوں اور گھٹنوں پر رکھ کر اس کے منہ سے اٹھواتی اور کہتی جاتی ہیں کہ میاں تم نے کبھی اپنے باوا کے گھر بھی کھائی تھی یا نہیں۔ ڈلیاں کھلانے کے ساتھ ساتھ ڈومنیاں یہ فقرے گاتی جاتی ہیں۔

شربت سے میٹھاری بنا

ہریالاری بنا میٹھاری بنا

مطلب:

یعنی یہ دولہا شربت سے میٹھا او گھول کر پی جانے کے لائق ہریالا بنا ہے۔

چوتھی مشکل: اب سات سلام اس کی زبان سے کہلائے جاتے ہیں۔ پہلا سلام، تیرے باپ کا غلام، دوسرا سلام، تیری ماں کا غلام

تیسرا سلام، تیری بہن کا غلام، چوتھا سلام، تیری خالہ کا غلام، پانچواں سلام، تیری نانی کا غلام، چھٹا سلام، تیری چچی کا غلام، ساتواں سلام، تیرے سارے کمبنے کا غلام۔

پانچویں شکل : نو باتیں چنواکر ٹونے گائے جاتے ہیں اور ہر ایک ٹونے پر "ٹونا میرا جگت سلونا" کہہ کر دولہا سے اقرار لیا جاتا ہے کہ یہ ٹونا مجھے لاگا یعنی اس جادو نے مجھ پر اثر کیا اور میں اس کا پابند ہو گیا۔ اس موقع کا ٹونا اصل میں ایک قسم کا گیت ہے۔ جس میں اکثر دولہا کی طرف سے عجز اور فرمانبرداری کا اقرار لیا جاتا ہے۔ مثلاً :

ٹونا

ڈھائی پونی کچا سوت — میں باندھوں ساسو کا پوت
باندھ بوندھ کر کیا غلام — دہلی بیٹھا کرے سلام

مطلب :

دلہن جادوگرنی بن کر کہتی ہے کہ میں روئی کی ڈھائی پونی اور کچا سوت پڑھ کر اپنے منتر کے زور سے اپنی ساس کے بیٹے کو جکڑ لوں گی یعنی اپنا پابند کر لوں گی اور جادو کے وسیلے سے باندھ کر ایسا غلام اور فرماں بردار بنالوں گی کہ دروازہ پر بیٹھا ہوا سلام کیا کرے گا۔

دیگر

میں تو ہریالے بنے لاڈلے بنے ایسا ٹونا بناؤں گی
جب دیکھے جب میرا ہی مکھ دیکھے سنگ لگائے پھرونگی
میں تو ہریالے بنے پر ٹونا بناؤں گی

مطلب :

یعنی اے ہریالے اور لاڈلے دولہا میں تیرے واسطے ایسا جادو بناؤں گی کہ جب تو دیکھے گا میرا ہی منہ دیکھے گا اور میں تجھے ساتھ لئے لئے پھروں گی میں تو ہریالے بنے پر جادو کردوں گی ۔

دیگر

ہشیار رہیو بنے ٹونا میں ہی کروں گی
سونا مکھی (۱) باندھوں بنے کی دونوں آنکھیں باندھوں
بنے کا بالا جی
ٹونا میں ہی کروں گی جادو میں ہی کروں گی
ہشیار رہیو رے بنے ٹونا میں ہی کروں گی
اری اے ری بنا گڑ بھیلی بنا، آرسی بنا، ٹونا میں، کروں گی

مطلب :

یعنی دولہا میاں ذرا ہشیار رہنا (اور کی تو کیا مجال ہے) میں ہی جادو کرونگی سونا مکھی جو آنکھوں کے لیے اکسیر ہے جادو کے زور سے بے اثر کردوں گی ۔ اور تیری دونوں آنکھوں کو اوروں کی طرف سے بالکل باندھوں گی (کذا) اس لئے کہ تیرا ناتجربہ کار یانا جیوڑا ہے ۔ تو کسی کے پھندے میں نہ آجائے ۔ ہشیار رہنا جادو اور ٹونا میں ہی کرونگی اور یہ بات دعوے سے کہتی ہوں ۔ اے بیویو ! دولہا گڑ سا میٹھا سر تا سر بھیلی ہے ۔ صرف میٹھا ہی نہیں بلکہ خوبصورتی میں آئینہ رو ہے میں اس پر ضرور جادو کروں گی ۔

---

(۱) ایک قسم کا سنہری پتھر ہے جو آنکھ کی دوا کے کام آتا ہے جسے حجر النور عربی میں و سنگ نور فارسی میں کہتے ہیں ۔

جب آرسی مصحف کا وقت آیا تو ڈومنی نے دولہا کے کان میں بیسوا (۱) کا ٹکا ہلایا۔ سالی نے کان میں سہاگا چھوایا (۲) اور کان پکڑے کھڑی رہی۔ لڑ جھگڑ اپنا نیگ لیا۔ جب جاکر دولہا کا کان چھوڑا۔ اب آرسی مصحف کا وقت آیا۔

آرسی مصحف

چھٹی مشکل: دولہا دلہن کو سر جوڑ کر آمنے سامنے بٹھاتے۔ بیچ میں تکیہ، تکیے پر قرآن شریف رکھ کر دولہا سے کہتے ہیں کہ میاں سورۂ اخلاص نکالو اور پڑھ کر دلہن کے منہ پر پھوں کو۔ اگر وہ پڑھا ہوا ہے تو جھٹ نکال کر پڑھنے لگتا ہے ورنہ کوئی اور نکال دیتا ہے۔ غرض قرآن شریف پر آئینہ رکھ کر دولہا اور دلہن دونوں کے اوپر کپڑا ڈال دیتے ہیں۔ کسی کے ہاں دولہا کی کمر کا پٹکا کسی کے ہاں دولہا کی ماں یا بہن کا دوپٹہ خواہ دوشالہ اُڑھا دیتے ہیں۔ ڈومنی دولہا سے کہتی ہے "کہ میاں اپنی زبان سے کہو بیوی انکھیں کھولو، میں تمہارا غلام، تمہارے باپ دادا کا غلام، آنکھیں کھولو" اس پر بھی نہیں کھولتی تو ڈومنی کہلواتی ہے کہ میاں کہو تمہارے محلے کا غلام، تمہارے کنبے کا غلام مگر وہ شرم و لحاظ اور دستور

---

(۱) یہ خاص قلعہ کا دستور تھا جس سے غرض یہ ہے کہ جس طرح پانۂ غیر کو اپنا کر لیتی ہے اسی طرح اس کے نام کا ٹکا نکالنے سے دلہن دولہا کو اپنا کرلے گی۔

(۲) سہاگہ بھی قلعہ ہی کے دستور میں ہے۔ چونکہ اس میں سہاگ کا لفظ آیا اس خیال سے کہ میاں بیوی میں سہاگ یعنی اخلاص رہے یہ ٹوٹکا کیا جاتا ہے۔

سبب اس قدر آنکھیں بند کرکے اور پیٹھ جھکا کے بیٹھتی ہے کہ کسی ڈھب آنکھیں کھلنے میں نہیں آتیں۔ اگر گرمی کا موسم ہوا تو دونوں بیٹھے بیٹھے پسینوں میں نہا گئے اور جو جاڑے کے دن ہوئے تو سمدھنوں اور کنبے والیوں کے ہجوم سے جیٹھ بیساکھ کی گرمی کا مزہ آگیا۔ جب دلہن اس پر بھی آنکھیں نہیں کھولتی تو اس کی ماں بیٹی کی منّت سماجت کرتی ہے کہ بیوی بنو دیکھو تو دولہا کس طرح گڑگڑا رہا ہے اب تو اس پر رحم کھاؤ اور آنکھیں کھول کر آئینہ میں اس کا منہ دیکھو، اپنا دکھاؤ۔ غرض نہایت کوشش اور سعی سے وہ آنکھیں ذرا ٹمٹما دیتی ہے اور دولہا یہ سمجھ کر کہ مشکل آسان ہوئی کہہ دیتا ہے کہ آنکھیں کھولیں، بعض دولہا چالاکی سے ازخود کہہ دیتے ہیں کہ کھولیں۔ لیکن پھر بھی اس کو یہ مصیبت اٹھانی ہی پڑتی ہے۔ آرسی اس غرض سے رکھی جاتی ہے کہ دلہن چونکہ شرم کے مارے اجنبی، مرد یعنی دولہا کو سن مکھ ہو کر نہیں دیکھ سکتی۔ آئینہ کو دیکھے اور آئینہ میں ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر خوش ہو جائیں۔ قرآن شریف اس نیت سے رکھا جاتا ہے کہ جس وقت آئینہ پر نظر پڑے تو قرآن شریف بھی نظر آجائے۔ تاکہ اس عمل سے نظر گذر نہ ہو اور خدا برکت دے۔ قصہ کوتاہ کم سے کم تین تین مرتبہ غلام کہلا کر پیچھا چھوڑا جاتا ہے۔ سالی داؤں لگا کر دولہا کے شانے سے جوتی چھوا دیتی ہے تاکہ جوتی تلے یہ دبا رہے۔ جس وقت یہ مشکل حل ہو جاتی ہے تو بعض خاندانوں میں تو دولہا میاں کو پلنگ پر بٹھا کر دودھ پلاتے اور اس وقت بہنوں سے آنچل ڈلواتے ہیں بلکہ سسرال والوں کی طرف سے سلامی کے روپے بھی اسی وقت جھڑا جھڑ پڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ کوئی اشرفیاں دیتا ہے کوئی روپے دیتا ہے اور دولہا سلام کر کرکے لیتا ہے۔ اب دان دہیز (۱) نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔

---

(۱) دہیز اصل میں عربی جہیز تھا جو جہاز کا امالہ ہے۔ یعنی وہ سامان جو بیٹی کو رخصت کے

جہیز

جہیز اصل میں گھربار کی ضروری چیزوں اور گھرداری کے سامان سے مراد ہے۔ جو ہر ایک شخص اپنے اپنے مقدور حوصلہ اور بساط کے موافق اپنی بیٹی کو رخصت کے وقت دیتا ہے تاکہ اسے وہاں جاکر گھر بنا کر بیٹھنے میں کسی چیز کی ضرورت نہ پڑے۔ یہاں تک کہ بال بچہ ہونے تک کا سامان بھی مثلاً طشت چوکی وغیرہ دینا پڑتا ہے۔ امیر گھرانوں میں مفصلہ ذیل چیزیں دی جاتی ہیں اور متوسط درجے والوں یا غریبوں میں، ان میں سے ہر ایک چیز کی تعداد میں کمی کر دی جاتی اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے "کم خرچ بالانشیں" ضرب المثل کو پیشِ نظر رکھ کر ہر ایک چیز کا جوبھوجا اور صرف ظاہری ٹیپ ٹاپ کی بنائی جاتی ہے۔ چنانچہ جو چیز ناپائیدار اور لودی ہوتی ہے اسے جہیز و جیز کے نام سے نام زد کرتے ہیں۔

سامان جہیز

بھاری بھاری جوڑے سات سے لے کر اکیس تک اس سے بھی زیادہ مگر تعداد میں جفت نہیں طاق ہوں گے۔ دوہرے، تہرے گہنے غریبوں اور متوسط درجہ کے لوگوں کے ہاں ایک ہی ایک گہنا دیا جاتا ہے۔ مشہور گہنے یہ ہوتے ہیں:

سر اور ماتھے کے گہنے : جھومر، ٹیکا، بینا، چٹا، چوٹی۔

کان کے زیور : بالیاں، پتے، بالے، جھپکے کے بالے، جھمکے، مرکیاں بجلیاں، کرن پھول، مگر، چوءانیاں، کھٹکے یعنی جھلنیاں، جھرٹکے کے بالے، سہارے۔

(بقیہ صفحہ ۱۲۵) وقت گھر بنا کر بیٹھنے کو دیا جاتا ہے۔

ناک کے گہنے : نتھ ، بلاق ، کیل ، نک بیسر ۔

گلے کے گہنے : توڑا ، توڑا گجرا ، گلوبند ، چمپاکلی ، ستلڑا ، جگنی ، ٹیپ ، ہیکل ، کنٹھی ، ہنسلی ، توڑا چاند دار ، دھگدگی ، چندن ہار ، زنجیر ، مالا ۔

بازو کے گہنے : بازوبند ، نورتن ، بھوج بند ، جوشن ، نونگے ، تعویذ ٹھیکری ، اکے یا اک نگے ۔

ہاتھ کے گہنے : پہنچیاں ، پہنچیاں ، نوگریاں ، چوہے دتیاں ، کنگن ، لچھے کڑے ، چوڑیاں ، شمشیر بند ، علی بند ، دست بند ۔

انگلیوں کے گہنے : چھلے ، چھلے جوڑ ، انگوٹھیاں ، آرسی ۔

پاؤں کے گہنے : پازیب ، جھانجن ، کڑے ، چوڑیاں ، توڑے ، لچھے ، بانک ، چنکی ، چھلے ، زنجیر دار چنکی چھلے ۔

امیروں کے ہاں چاندی کے برتن ، چنور ، مورچھل ، چاندی کا پلنگ ، چاندی کا چھپرکھٹ ، متوسط درجہ والوں کے ہاں تانبے کا پلنگ ، چوبی چھپرکھٹ ، یا صرف پلنگ خواہ چوبی ہو خواہ تانبے کا ، اور اوقچہ یعنی پلنگ کا جھالردار بچھونا جو کمخواب یا اطلس یا مشروع کا ہوتا ہے ۔ اور پلنگ کے پایوں پر چاروں طرف لٹکتا رہتا ہے ۔ مخملی یا ریشمی غلاف کے تکیے جو کئی قسم کے ہوتے ہیں ۔ مثلاً سرہانے کا تکیہ ، پہلو کا تکیہ ، گل تکیہ ، ران تکیہ وغیرہ ۔ بالا پوش پلنگ زریں پیچ بند سے کسے ہوئے ۔ پلنگ پوش زربفت یا کسی عمدہ کپڑے کے بنے ہوئے ۔ دلدا پیش گیر یعنی چھوٹا سائم گیرا جو چھپرکھٹ کے آگے کھڑا کیا جاتا ہے ۔ جس میں کلابتونی جھالر اور گنگا جمنی ڈوریاں ، چاندی کی چوبیں لگی ہوئی ہوتی ہیں ۔ شیشے ، چینی تانبے کے برتن ، شطرنجیاں ، چاندنیاں ، مسند ، گاؤ تکیہ ، غالیچہ ، قالین ، پیٹی چمڑے کے پٹارے ، صندوق ، جاندانیاں ، دسترخوان ، خوان پوش ، کسنے

تورے پوش، خون کشتیاں، کھانچا، گھڑونچی، لگن، تخت، چوکیاں، پالکی پوش، ڈولی پوش۔

امیروں میں گھوڑا چاندی کا گہنا پہنے ہوئے، سنہری روپہلی ساز پڑا ہوا، کارچوبی گردنی ڈالے ہوئے۔ شہزادوں میں ہتھنی یا ہاتھی چاندی کے زیور، کارچوبی جھول اور چاندی کے ہودے سے کسا ہوا ایک خاصگی رتھ، چاند تارے کا پردہ پڑا ہوا، سورج مکھی کی سنہری کلیاں لگی ہوئی، اسی طرح بیلوں کی جوڑی جھولوں اور سنگوٹیوں سے آراستہ ایک تصرفی رتھ۔

اس سامان کے علاوہ اور بہتیری چھوٹی موٹی چیزیں ہوتی ہیں۔ جن کا لکھنا فضول ہے۔ یہ سارا سامان لوگوں کو دکھایا جاتا اور اس کی دو فہرستیں تیار کی جاتی ہیں۔ ایک فہرست دلہن والے دستخط کرا کر رکھ لیتے ہیں۔ دوسری دولہا والوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ یہ فہرست بعض موقعوں پر کام بھی دیتی ہے۔ مثلاً دلہن مر جائے اور کوئی بال بچّہ نہ چھوڑ جائے تو باپ یا ماں یا بھائی دعویٰ کر کے واپس لے لیتے ہیں یا ایسی صورت میں کہ بیوی خاوند کو چھوڑ دے یا خاوند بیوی سے قطع تعلق کر لے تو سب واپس کر دینا پڑتا ہے۔ لیکن یہ ایک معیوب بات ہے۔ بہت کم اور لالچی لوگ جہیز یا مہر کا دعویٰ کیا کرتے ہیں۔ ورنہ جو دے دیا سو دے دیا، ہاں اولاد کو ضروری حق ملتا ہے۔ عورتیں جہیز دیکھ کر آپس میں اس کا چرچا وہیں ایک دوسرے سے کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ کوئی کہتی ہے کہ کیا خاک دیا، فلاں چیز تو دی ہی نہیں۔ کوئی کہتی ہے کہ فلاں چیز تو برتی ہوئی دے دی۔ کوئی نیک مزاج نیک دل یہ بھی کہتی ہے کہ سچ پوچھو تو اس نے اپنی گڑیا خاصی سنوار دی۔ دولہا والیاں اگر نیک ذات ہوئیں تو کہا جس نے بیٹی دی اس نے کیا رکھا یعنی سب کچھ دے دیا۔ ہمیں اپنے دامن تلے ڈھانک لیا۔ کوئی کہتی ہے کہ صورت شکل

کی بھی اچھی ہے۔ کوئی کہتی ہے کہ صورت کو لے کر کیا چاٹے گا، گُن اچھے ہوں تو سب کچھ اچھا ہے۔ غرض اب دلہن کی رخصت کا وقت آتا ہے۔ ماں، بہنیں، نانی دادی، سہیلیاں، ہمجولیاں مل مل کر روتی ہیں۔ باوا آتا ہے تو روتا ہوا، بھائی آتا ہے تو روتا ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ ہمارے گھر سے لچھمی چلی۔ کوئی کہتا ہے کہ ہمارے گھر کی آبادی اب دوسرے گھر کی آبادی ہوئی اِدھر سب مل کر روتے ہیں اُدھر منڈھا یعنی رخصت کا گیت گایا جاتا ہے جو عجب پر اثر ہوتا ہے اور اسے سُن سُن کر کلیجا کٹتا ہے۔

منڈھا

ہرے ہرے بانس کٹا مورے بابل
نیکا منڈھا چھوا اور ے
پربت بانس منگا مورے بابل
باقوں منڈھا چھواؤ رے
سگنی، نجومی، جوتشی سب ہی بھیج بلاؤ رے
جیسی لاڈلی بیٹی بابل ویسا ہی کاج رچاؤ رے
ہرے ہرے بانس کٹا مورے بابل نیکا منڈھا چھواؤ رے
منڈھے اوپر کلس براجے دیکھے راجا راؤ رے
مستک ہاتھی سوبھا دینا بابل دل دریاؤ رے
ہرے ہرے بانس کٹا مورے بابل نیکا منڈھا چھواؤ رے
سونا بھی دینا روپا بھی دینا، دینا جڑت جڑاؤ رے
ایک نہ دینی سر کو رے کنگھی میری ساس نند بولے بول رے
ہرے ہرے بانس کٹا مورے بابل نیکا منڈھا چھواؤ رے

نو مہینے گربھ میں راکھا اب نہ راکھا جائے رے

او لے رے کو لے گڑیاں چھوڑیں چھوڑا سکھیوں کا ساتھ رے

ہرے ہرے بانس کٹا مورے بابل نیکا منڈھا چھواؤ رے

دہلیاں پربت بھئیں بابل انگنا بھیا بدیس رے

لے بابل گھر اپنا ہم چلے پیا کے دیس رے

ہرے ہرے بانس کٹا مورے بابل نیکا منڈھا چھواؤ رے

رخصت کے گیت کا ترجمہ اور مطلب

دلہن باپ کی طرف خطاب کر کے کہتی ہے کہ میرے ابا جان (اب میری رخصت کا وقت قریب آگیا) ہرے ہرے بانس کٹا کر اچھا منڈھا چھوا دو۔

پھر اسی مطلب کو دہراتی ہے۔ کہ ابا جان پہاڑ سے بانس منگواؤ (اور پتوں کی بجائے) پانوں کا منڈھا چھواؤ (تاکہ تمہاری بیٹی کے ساتھ محبت دیکھی جائے) سگن بچارنے والے، اچھے بُرے ستارے دیکھنے والے، گرہ گوچر پہچاننے والے نجومیوں کو بلا لو (تاکہ وہ رخصت کا اچھا وقت اور مہورت دیکھ لیں۔ جیسی تمہاری بیٹی لاڑلی (جواہر کا ٹکڑا) ہے ویسا ہی بیاہ بھی رچانا (تاکہ دور دور دھوم ہو جائے)۔

میرے ابا تمہاری عالی حوصلگی سے منڈھے کے اوپر کلس براج رہا ہے کہ راجا اور راؤ دیکھ دیکھ کر عش عش کر رہے ہیں۔ جہیز کے ہاتھی کی مستک ایسی آراستہ ہے کہ اس سے میرے ابا کا دریادل ہونا ثابت ہے۔

ابا جان خدا تمہیں سلامت رکھے تم نے مجھے سونا جھونا بھی دیا، چاندی روپا بھی دیا جڑاؤ زیور بھی عنایت کیا (جس کی میں شکر گزار ہوں) مگر صرف ایک

سر کی کنگھی نہ دینے سے ساس نندیں طعنے مار رہی ہیں کہ دیا کیا خاک۔ ایک ذرا سی کنگھی تو میسر ہوئی ہی نہیں جو بیٹی سر میں کرتی۔

میرے پیارے ابا (اماں نے) نو مہینے پیٹ میں تو رکھ لیا مگر اب ان سے بھی (گھر میں) نہیں رکھا جاتا۔ ابا ہم نے طاق بھری گڑیاں ہی کیا چھوڑیں بلکہ اپنی سہیلیوں کا ساتھ بھی پرائے بس چھوڑ دیا۔

اب تو اباجان تمہارا دروازہ ہمارے لئے اونچا پہاڑ ہوگیا۔ تمہاری انگنائی ہمیں پردیس کی برابر ہوگئی۔ (اب ہمارا آنا جانا مشکل ہے) لو اب تم اپنا گھر سنبھالو ہم تو اپنے خاوند کے گھر چلے (بس خدا حافظ)

جب دلہن کے سوار ہونے کا وقت آیا تو دولہا کو دلہن کا جھوٹا دودھ پلایا۔ دولہا نے روتی ہوئی دلہن کو گود میں اٹھایا اور پالکی میں لاکر بٹھادیا۔ ایک دلہن اور ایک اس کی ساتھ والی اور نندیں اس کے ساتھ بیٹھیں۔ پالکی کے اوپر جھم جھماتا ہوا غلاف ڈالا۔ رہیں خدامہ یعنی انا، ددا، مانی، چھوچھو، لونڈیاں، باندیاں، وغیرہ وہ بھی گاڑیوں، رتھوں وغیرہ میں بیٹھ ساتھ ہولیں۔ اگر شہزادی ہوئی تو ادھر کہاروں نے پالکی اٹھائی ادھر چوبدار نے آواز لگائی " بسم اللہ الرحمن الرحیم"۔ دوست شاد و دشمن پامال، اللہ رسول کی امان"۔ سقنی نے صراحی بجھیرا۔ یعنی تانبے کا لگن، سبودان یعنی ٹھلیا کا ڈنڈی دار مسی سرپوش، کہار کہاریوں نے ضروری چیزوں کا لوغ بند یعنی گٹھڑی، پٹارا، پاندان، مقابہ سروں پر رکھا۔ شہدوں نے پلنگ چھپر کھٹ اٹھایا، کہاروں نے بہوڑے کا کھانا، حلالخوری نے طشت چوکی اٹھائی۔ آگے آگے باجا گاجا، پیچھے پیچھے دولہا گھوڑے پر سوار منہ پر رومال رکھے، سہرا مندیل سے لپیٹے، اس کے پیچھے براتی، براتیوں کے پیچھے قطار میں جہیز، جہیز کے پیچھے زنانی سواریاں، برات رخصت ہوئی، دلہن کی پالکی پر بکھیر کی گئی، بھر بھر

مٹھیاں روپے پیسے چاندی کے پھول دونیاں چونیاں جو میسر ہوا وہ نچھاور کیا، لٹیرے اس طرح گدبد گدبد گرے جیسے ٹپکے کے آم۔ برات آگے نکل گئی لوٹنے والے خاک چھاننے اور اس میں سے رہا سہا گرا پڑا پیسہ ٹکا ڈھونڈھنے بیٹھ گئے۔ غرض یہ رخصت کی کیفیت ہوتی ہے۔ جب دلہن کی سواری دولہا کے گھر پر پہنچتی ہے تو ایک مرغا خواہ بکرا حلال کر کے اس کا خون دلہن کے دائیں پاؤں کے انگوٹھے میں مل کر اسے دودھ سے دھو دیتے ہیں۔ بعض خاندانوں میں صرف خون سے، بعض خاندانوں میں صرف دودھ سے۔ دولہا پہلے دلہن کا سیدھا پاؤں پھر اُلٹا دھلا دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ دلہن کو گود میں لے کر اندر آتا ہے تو بہنیں ڈوپٹے سے بار روک کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ جب تک بار رکائی کا نیگ نہیں مل لیتا کپڑا روکے کھڑی رہتی ہیں۔ جب دولہا نیگ دے دلا کر فارغ ہوتا ہے تو گھر کے اندر قدم رکھنا نصیب ہوتا ہے۔ یہاں چھپر کھٹ بچھا ہوا، اس کے آگے دلدا پیش گیر کھچا ہوا، اس کے پیچھے دولہا دلہن کی مسند لگی ہوتی ہے۔ دولہا دلہن مسند پر بیٹھتے اور سب کنبے قبیلے والے اپنے اپنے دستور و مقدور کے موافق دلہن کو مُنہ دکھائی دیتے ہیں۔ اسی وقت ست کورے کھو یا ست کولے کی کھیر آتی ہے۔ چونکہ کھیر کے سات سات لقمے دولہا اور دلہن کو کھلائے جاتے ہیں۔ اس سبب سے یہ نام رکھا گیا کیونکہ کور یا کول ہندی میں لقمہ کو کہتے ہیں۔ پہلے دولہا دولہن کو اپنے ہاتھ سے سات نوالے کھلاتا ہے۔ اس کے بعد کوئی عورت یعنی بہن یا بھاوج دلہن کا ہاتھ پکڑ کر اس کے ہاتھ سے دولہا کو سات نوالے کھلاتی ہے۔ پھر سب کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ کھانا کھا پی کر سونے کا وقت آجاتا ہے۔ اس وقت ڈومنیاں یا دولہا والیاں گیت گاتی اور دولہا دلہن علیحدہ مکان میں جا سوتے ہیں۔ اس رات کا نام سہاگ رات یا تخت کی رات ہے۔ جب دلہن سونے جاتی ہے تو ساتھ والیاں سمجھا دیتی ہیں کہ سوتے وقت دولہا سے پانی

مانگ کر پینا۔ اس سے وہ ہمیشہ کو پانی سا بنا رہے گا۔ چنانچہ دلہن اس وقت نہایت آہستگی سے کہتی ہے کہ پانی! وہ ناواقف یہ جان کر کہ اسے پیاس لگی ہے، جھٹ اُٹھ کر پانی لا دیتا ہے۔ اس وقت اس قسم کے گیت گائے جاتے ہیں مثلاً:

بنڑا

بنے مکھ دیکھ تری بنو ہے سہاگ بھری
تاروں بھینی رات رے رہیو جیسے چندر کی کرن کھڑی
بنے مکھ دیکھ تری بنو ہے سہاگ بھری

مطلب:

یعنی اے دولہا اپنی دلہن کی صورت دیکھ وہ (سراپا) محبت اور پریت سے بھری ہوئی ہے (آج) تاروں سہانی رات ہے۔ تو بھی چاند کی کرن کی طرح کھڑا یعنی جاگتا اور تازہ دم رہیو۔ اس کی باتوں کو نیند کے ہاتھوں گنوا مت دیجیو۔

دیگر

پھولوں بسی بنو سوئے، رنگ بھینی بنڑی، رنگ بھینا بنڑا
عطر باسی بنو سوئے، رنگ بھینی بنڑی، رنگ بھینا بنڑا
گلے لاگی بنو سوئے، رنگ بھینی بنڑی، رنگ بھینا بنڑا
پھولوں باسی بنو سوئے رنگ بھینی بنڑی رنگ بھینا بنڑا

مطلب:

یعنی پھولوں میں بسی ہوئی دلہن آرام کرتی ہے۔ دلہن کا رنگ بھی سہاونا ہے، اور دولہا بھی عطر میں معطر۔ دلہن سکھ فرما رہی ہے۔ دونوں کا رنگ سہاونا اور صورت من بھاونی ہے۔

دیگر

میں واری جاؤں ، میں واری جاؤں ، بنڑے سے نیہا لاگا
آؤ میاں بنڑے چوسر کھیلیں ، بازی لگے میری جان
میں ہاروں تو میاں بنڑی تمہاری ، جیتوں تو حبشی غلام
میں واری جاؤں ، میں واری جاؤں ، بنڑے سے نیہا لاگا
اٹھو میاں بنڑے ہوا ہے سویرا ، دو اماں کو جا کر جواب
میں واری جاؤں ، میں واری جاؤں ، بنڑے سے نیہا لاگا

مطلب :

یعنی دلہن بیان کرتی ہے کہ میں اپنے دولہا پر صدقہ اور قربان ہو جاؤں کہ مجھے اس سے عشق ہو گیا ہے ۔ پھر دولہا سے مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ آؤ ہم تم چوسر کی بازی کھیلیں ۔ میرے پیارے دونوں طرف سے ہار جیت کی بازی لگے ۔ اگر میں ہار گئی تو تمہاری بنڑی ہوں ہی اور جو جیت گئی تو بھی شیدن (۱) لونڈی سمجھنا (مجھے تم سے بڑھ جانے میں فخر نہیں ہے ، بلکہ تم سے ہیچ رہنے میں بھی فخر ہے ، پھر جتاتی ہے دولہا میاں اٹھو صبح ہو گئی ہے ۔ اپنی اماں کے سوال کا جواب دو ۔

نوٹ :

جب وداع کی صبح ہوتی ہے تو دولہا کی ماں بہنیں یا دور کے کنبہ رشتہ کی بہنیں ہنس کر دریافت کرتی ہیں کہ میاں کھوسٹورا بنائیں یا خالی خولی ہی گھر جائیں ۔ وہ اشارہ کر دیتا ہے

---

(۱) چونکہ حبشی غلام اور شیدن لونڈیاں نہایت فرمانبردار اور وفادار ہوتی ہیں اس وجہ سے یہاں حبشی یا شیدی غلام سے نسبت دی گئی ہے ۔

یہ اشارہ پاتے ہی سب مل کر ستورا بنانے میں مصروف ہو جاتی ہیں اور دلہن کا شبینہ جوڑا بہنوں کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ غرض تخت کی رات کی صبح کو اول حلوا بنا کر اسے ایک رکابی میں رکھ کر گڑھا کر دیتے ہیں اور اس میں تیل بھر کر دولہا دلہن کا ماتھے سے ماتھا ملا کر دونوں کا منہ اس میں دکھاتے ہیں اور یہ حلوہ حلال خوری کو بطور صدقہ دے دیتے ہیں۔ اس کے بعد ستورا بنتا ہے۔ اسے دولہا دلہن کو کھلاتا ہے اور دلہن دولہا کو اور باقی بیاہی بیٹیوں بھاوجوں کو تقسیم ہو جاتا ہے اسے بن بیاہی لڑکی نہیں کھاتی یعنی کنواری کو نہیں دیتے۔

چوتھی

دوسرے دن دلہن کے بھائی مٹھائی کے خون یا ٹوکریاں ساتھ لے کر بہن کو لینے آتے ہیں۔ انہیں شربت پلایا اور ناشتہ کرایا جاتا ہے۔ وہ شربت پلائی دیتے ہیں۔ بعض خاندانوں میں آج کے دن شربت نہیں پلاتے۔ وہ دلہن کو گھر لے جاتے ہیں۔ دلہن وہاں جا کر نہاتی دھوتی اور چوتھی کے بھاری جوڑے کے پہننے کے بناؤ سنگار کرتی ہے۔ دولہا کے ہاں چوتھی کے سامان کی تیاری ہوتی ہے کھلانے کی سات طرح کی ترکاریاں طرح بہ طرح کے پھل، پانوں کے بیڑے بازار سے منگائے جاتے ہیں۔ پھولوں کی گیندیں، پھولوں کی چھڑیاں، ہار مالنیں لے کر آتی اور یہ سب چیزیں خونوں میں لگائی جاتی ہیں۔ دلہن کے ہاں بہت سی کھیر پکائی جاتی ہے۔ نائیں شیرمالیں تیار کرائی جاتی ہیں۔ جب تیسرا پہر ہوتا ہے تو دولہا اور دولہا والیاں یعنی سمدھنیں چوتھی کھیلنے روانہ ہوتی ہیں۔ جس وقت دلہن کے مکان پر جا کر سب اترتی ہیں تو دولہا کی سالیاں بنڑے کی جوتی چھپا دیتی ہیں۔ جب تک اپنا جوتی چھپائی کا نیگ نہیں لے لیتیں اس کی جوتی نہیں دیتیں۔ یہ نیگ دس روپے سے لے کر بیس پچیس تک بلکہ اس سے بھی زیادہ علیٰ قدر حیثیت ہوتا ہے۔

چوتھی کھیلنے سے پیشتر دولہا دلہن کو کھیر کے سات نوالے کھلاتا ہے مگر وہ صرف بمشکل تمام برائے نام چاٹ لیتی ہے۔ پھر ڈومنی دلہن کے ہاتھ سے دولہا کو سات نوالے ڈھکا ڈھکا کر کھلاتی اور کہتی جاتی ہے کہ میاں ابا جان کے گھر بھی کبھی کھیر کھائی تھی یا نہیں۔ کھیر کی رسم ادا کر کے دولہا دلہن کے سہج سہج پھولوں کی سات چھڑیاں لگاتا ہے۔ ڈومنی دلہن کے ہاتھ سے پھولوں کی چھڑیاں پکڑا کر دولہا کے سٹا سٹ لگواتی ہے۔ ایک دوسرے کی طرف پھولوں کی گیندیں پھینکتے اور اس طرح چوتھی کھیلتے ہیں۔ دولہا دلہن کا وار ختم ہو کر سمدھنوں کا لگا لگتا ہے۔ کوئی چکوترا کھینچ مارتی ہے، کوئی کھٹا پھینک مارتی ہے، کوئی رنگترے سے کسی کی پیٹھ لال کر دیتی ہے، کوئی آم کے سے دھپے کا ناس ملا دیتی ہے۔ غرض چوتھی کیا کہ خاصی ہولی کھیلی جاتی ہے۔ دولہا دلہن چوتھی کھیل کر واپس آتے ہیں تو کھیر اور نانیں جو دلہن والوں کے ہاں کے ساتھ کر دی جاتی ہیں انہیں سب بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ سسرا یا کوئی اور بڑا بوڑھا جیسے چچیا سسرا یا بڑا جیٹھ یا دادیا سسرا وغیرہ دلہن کا گھونگھٹ اٹھا کر اسے مناسب حال خطاب دیتا ہے۔ تمام سسرال والے نام کے بجائے کسی خطاب سے ان کا نام لیا کرتے ہیں۔ مثلاً شہزادوں میں آفتاب دلہن یا مہتاب دلہن، اقبال دلہن وغیرہ۔ مغلوں میں سکندر زمانی، سردار بیگم، امراؤ دلہن، اختر زمانی، بہو بیگم، اقبال زمانی، منور بہو وغیرہ۔ غرض چوتھی کی صبح کو خطاب ملا کرتا ہے۔ یہ خطاب پہلے ہی مشورہ کر کے تجویز کر لیتے ہیں۔ نوابوں اور شہزادوں میں دولہا کو بھی خطاب دیا جاتا ہے۔ جیسے نواب دولہا، امراؤ دولہا وغیرہ۔ چوتھی کے روز ہی چیکٹ (۱) اتروائی کی رسم ادا کی جاتی ہے اس میں دلہن کے نانا،

---

(۱) چونکہ بیاہ کے کاروبار کی مصروفیت کے سبب دلہن کی اں کو کپڑے بدلنے

نانی، ماموں یا خالہ کی طرف سے دلہن کی ماں کو جوڑا پہنایا جاتا اور کچھ نقدی علی قدر حیثیت دی جاتی ہے۔ اور آج ہی کے دن دونوں سمدھنیں آپس میں ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔

چالے

چوتھی کے بعد چار چالے ہوتے ہیں۔ پہلا چالا ماں، دوسرا خالہ یا پھپھی، تیسرا نانی، چوتھا دادی کرتی ہے۔ اگر اور کوئی نہ کرے یا اس رشتہ کے نہ ہوں تو باپ کو چاروں چالے کرنے پڑتے ہیں۔ یہ چالے اکثر جمعہ یا پیر کو ہوا کرتے ہیں۔ جس کی طرف سے چالا ہوتا ہے اس کے ہاں سب سے پہلے دلہن جاتی ہے۔ اس کے بعد دولہا دولہا کے رشتہ دار یا جن جن کو بلایا جائے، وہ سب ہوتے ہیں۔ دھوم کی دعوت کی جاتی ہے۔ امیروں میں دولہا دلہن کو جوڑے نقدی اور متوسط درجہ والوں میں دولہا کو صرف نقدی پان کے ساتھ خاص دان میں رکھ کر دلہن کو زیور یا جوڑا یا کوئی چھوٹی موٹی رقم دی جاتی ہے اور ترکاری نیز مٹھائی دے کر دونوں کو رخصت کر دیتے ہیں۔

پہلے چالے کے بعد یعنی اس کے دوسرے روز دلہن کی ماں کی طرف سے چوبے جاتے ہیں۔ ساچق اور برات کی شربت پلائی کے عوض ہوتے بلکہ اسی روپیہ میں سے بنائے جاتے ہیں۔ چوبوں میں یا تو میوہ قابوں میں بھر کر بھیجتے ہیں۔ یا زردے

بقیہ صہ ۱۳۶ ——— کی فرصت نہیں ملتی اور وہ اسی سبب سے میلی چیکٹ ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے اس کے میکے والے بطور امداد بہ رسم ادا کرتے اور اسے چیکٹ اتروائی کہتے ہیں۔

کے طباق ان پر بادلہ کا طرہ لگا اور میوہ پڑا ہوا اس کے بعد حمل کا موقع آتا ہے تو حمل کی رسمیں شروع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً پانچویں یا ساتویں مہینے سدھور بھیجی جاتی ہے۔ نویں مہینے نوماسا کیا جاتا ہے۔ جس کا ذکر پہلے حصہ میں مولود کے متعلق آچکا ہے۔

فصد، جلاب اور جونکوں کے موقع کی رسم

ہندوستان میں ایک دستور یہ بھی ہے کہ بعض اچھے بھلے تندرست آدمی رنگ نکھرنے خون صاف ہونے یا کسی اور غرض سے خواہ مخواہ فصد کھلواتے، جلاب لیتے اور جونکیں لگواتے ہیں بلکہ امیروں کا تو یہ ایک چونچلا ہے کہ جب کسی تقریب کا کوئی موقع ہاتھ نہیں لگتا تو یہ بہانہ کر کے محفل جماتے، ناچ رنگ کرلتے اور دل کا حوصلہ نکالتے ہیں۔ اس موقع پر سسرال کی طرف سے احباب کی جانب سے رشتہ داروں کے ہاں سے ڈھیروں گنڈھے، گلوریاں، اولے، گھی خواہ اس کے عوض نقدی عطر کی شیشیاں، بن دھنیا، چکنی ڈلیاں اور عمدہ سے عمدہ جو گھڑا الائچیاں آتی ہیں

جو شخص خون نکلواتا ہے یا جلاب لیتا ہے اسے رات بھر سونے نہیں دیتے ورنہ آدھی رات تک تو ضرور ہی گانے بجانے کے شغل میں جگائے رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ ایسی حالت میں سونے سے خون سو جاتا ہے۔

سفر کی رسمیں

اگر دولہا یا اس کے کسی رشتہ دار کو سفر پیش آئے یا ادھر دلہن والوں میں سے کوئی باہر جائے یا باہر سے آئے تو رسوم ذیل عمل میں آتی ہیں: اول چالا دیکھا جاتا

ہے یعنی دساسول کو دیکھتے ہیں کہ وہ پشت پر ہے یا نہیں ۔ اگر دساسول (۱) پشت پر یا بائیں ہاتھ پر ہوا تو سفر کرنا مبارک ہوتا اور کسی قسم کا اندیشہ پیش نہیں آتا ہے اور جو دیکھا کہ جانا ضرور ہے تو ایک روز پیشتر یا تراب کر لیتے ہیں ۔ یعنی سامان سفر گھر سے نکال کر دوسرے گھر میں پہنچا دیتے ہیں ۔ دساسول یعنی مردانِ غیب شنبہ، دوشنبہ کو مشرق میں ، جمعہ اور یکشنبہ کو مغرب میں ، سہ شنبہ اور چہارشنبہ کو شمال میں ، اور پنجشنبہ کو جانب جنوب ہوتے ہیں ۔ جن کے گھر سے کوئی سفر اختیار کرتا ہے تو اول وہ لوگ اور بعد میں کنبے رشتے اور سمدھیانے والے اس کے دائیں بازو پر

---

(۱) دساسول یا رجال الغیب یعنی مردان غیب کہو خواہ جوگنی وفرضی غائب وجود ہے جو دنیا کے دائرہ میں حرکت کرتا رہتا ہے اور اس کا مقام پہلی ، نویں ، سولھویں ، چوبیسویں کو مشرق میں ، تین ، گیارہ اٹھارہ ، چھبیس کو گوشۂ جنوب مشرق میں ، پانچ ، تیرہ ، بیس اٹھائیس کو جنوب میں ، چار، بارہ ، انیس ، ستائیس کو گوشۂ جنوب مغرب میں ، چھ، چودہ ، اکیس ، انتیس کو مغرب میں ۔ سات، پندرہ بائیس کو گوشۂ شمال و مغرب میں ، دو، دس ، سترہ ، پچیس ، کو شمال میں ، آٹھ، تیئیس کو گوشۂ شمال مشرق میں ہوتا ہے ۔ اس کا اثر ہر روز اور علی الخصوص نو گھڑی یا تین گھنٹے چھتیس منٹ تک دن کے غروب ہوتے وقت رہا کرتا ہے ۔ اس صورت میں جس طرف یہ ہو اس طرف سفر کرنا منحوس ہے ۔ ہاں اگر بائیں طرف ہو تو مضائقہ نہیں لیکن سامنے پڑنا یا دائیں ہاتھ پر ہونا منحوس خیال کیا جاتا ہے ۔

....

امام ضامن (۱) کا روپیہ قند میں رکھ کر باندھتے ہیں۔ یہ روپیہ منزل مقصود پر پہنچ کر کسی غریب سید کو دے دیا جاتا ہے۔ بروقت روانگی دہی کا ٹیکہ ماتھے کو لگایا جاتا اور ذرا سا چکھا دیا جاتا ہے۔ گھر سے قدم باہر رکھتے ہی اس کی پیٹھ کو آئینہ دکھایا جاتا ہے جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ جس طرح جاتے کی پیٹھ دیکھی اسی طرح آتے کا منہ دیکھیں۔ بعض مسافر گھر سے اڑد کی دال کھا کر بعض بن گوشت کی ترکاری ہمراہ لے کر سفر کرتے ہیں۔ گوشت کھا کر جانا اور ساتھ لے جانا باعث اندیشہ خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اب اس امر کی پابندی اٹھتی جاتی ہے۔ اور بہت سی اُٹھ گئی۔ جب کوئی شخص سفر سے آتا ہے تو اس کے سسرال والے رشتہ کنبے والے اور دوست احباب تیل مالش، صدقے کے ٹکے، جلیبیوں کے کونڈے بھیجتے ہیں۔ مالش ایک خون میں بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کے اندر بادیئے میں کڑوا تیل اور خاصدان میں صدقے کے پیسے۔

مسافر اول تیل میں اپنا منہ دیکھتا ہے۔ اس کے بعد اڑد کے دو چار دانے اس کے اندر ڈال دیتا ہے۔ تیل مالش حلال خوری کو دے دیئے جاتے اور ٹکے غریبوں کو تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ بعد ازاں دیدار پیر کا کونڈا ہوتا ہے۔ یعنی عورتوں نے جو ایک ایسا پیر مان رکھا ہے کہ وہ مسافر کی صورت دوبارہ دکھاتا ہے۔ اس کے نام کی نیاز جلیبیوں کے کونڈے خواہ شکرانہ خواہ زردے یا میٹھے چاولوں پر دلائی جاتی ہے۔ یہاں تک بیاہ کی رسمیں ختم ہوئیں۔ اب میت کی شروع کی جاتی ہیں۔

---

(۱) امام ضامن علیہ السلام کی مفصل کیفیت منگنی کے بیان کے اخیر میں لکھی جا چکی ہے۔

رسوم میّت

جب کوئی مسلمان سخت بیمار پڑتا ہے یا مرض الموت میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی صحت کے واسطے بہت سے جتن کئے جاتے ہیں۔ اس کے گھر کی عورتیں بکرے کی کلیجی صدقہ اتار کر سیندور لگا کر بکرے کی سری لے کر چوراہے میں رکھواتی ہیں۔ اس کے سرہانے کوڑیاں یا پیسے رکھ کر بچوں کو تقسیم کراتی ہیں۔ اکثر تین یا سات روز تک یہ عمل ہوتا ہے۔ بعض لوگ ست نجا بیمار کے ہاتھ سے چھوا کر غریبوں کو دے دیتے ہیں۔ مقدور والے صدقہ کے بکرے ذبح کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ کھال کی قیمت کے پیسے اور گوشت کے پارچے مسکینوں کو بانٹتے ہیں۔ بیمار سے اس کی نہایت پیاری اور عزیز چیز خیرات کرا دیتے ہیں اور علاج معالجہ و بیمار داری میں کسی طرح کی کسر نہیں رکھتے ہیں۔ چونکہ قضائے مبرم کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی اور بیمار کو گھلاتے گھلاتے جان کنی کی نوبت پہنچا دیتی ہے۔ پس اس وقت اس کے آس پاس کے لوگ بار بار کلمۂ توحید اتنی آواز سے کہ بیمار سن تو لے مگر اسے ناگوار یا تکلیف دہ نہ ہو پڑھ کر اسے خدا کے دھیان کی توجہ دلاتے اور سورۂ یٰسین جاں کنی کی مشکل آسان ہونے کے واسطے سُناتے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ خاص کر دم واپسیں پر پڑھی جاتی ہے اس وجہ سے وہمی عورتوں نے اس کا نام ہی نناویں رکھ دیا۔ یعنی وہ سورت جس کا نام نہیں لینا چاہئے اس وقت شہد، اور بشرط دستیابی آبِ زمزم چمچوں میں بھر بھر کر اس بیکس اور بے بس بیمار کے منہ میں چوآتے ہیں۔ تاکہ خوب نجات ہو۔ موت کی پیاس مشہور ہے۔ ہونٹوں پر پپڑیاں بندھ بندھ جاتی ہیں پسینے پر پسینہ چلا آتا ہے۔ اس لئے مرتے دم پانی ٹپکانا ضرور ہوتا ہے۔ اسی وقت کے واسطے اولاد یا عزیز کو عزیز رکھتے ہیں۔ بعض لوگ بیمار کی داہنی جانب

استغفار اور بائیں جانب کلمۂ توحید بآواز بلند پڑھتے ہیں۔ استغفار سے غرض توبہ گناہ و دعائے مغفرت ہے۔

مردے کو جب تک ہوش رہتا ہے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے عزیز و اقارب کو دیکھتا رہتا ہے۔ جہاں غفلت نے دبایا اور روح نے پرواز کیا، لاش کی درستی میں مشغول ہو گئے یعنی اگر منہ کھلا رہ گیا تو منہ کو اور آنکھیں کھلی رہ گئیں تو آنکھوں کو فوراً بند کر دیا۔ ڈھاٹا باندھ دیا تاکہ گردن سیدھی رہے۔ اور بآ کرانہ جائے۔ تکیہ سرہانے سے ہٹا دیا کہ گردن اونچی نہ رہ جائے۔ ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے، دونوں پیروں کے انگوٹھے ملا کر باندھ دیئے۔ عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اگرچہ پکار کر رونا شریعت میں قطعی منع ہے۔ مگر اس وقت نہ تو دل قابو میں ہوتا ہے اور نہ اس سے خاموش رہا جاتا ہے۔ مرد سامان غسل اور تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے۔ بوریے، چارپائی، ٹھلیاں، روئی، بدھنیاں منگوائی گئیں۔

خطمی، بیری کے پتے، صابن خواہ سجی ڈال کر غسل کا پانی جوش کرایا گیا۔ اور غسل کے واسطے صابن، ملتانی مٹی، استنجے کے ڈھیلے موجود کئے گئے۔ کفن کے کپڑے میں سے نہلانے کے کیسے سلوائے گئے۔ جوڑوں پر ملنے کے لیے گلاب، کافور، عطر گلاب، صندل، مشک وغیرہ اور جو عورت ہوئی تو زعفران اور بڑھا کر حنوط (۱) تیار کر لیا۔ لحد کھدوائی گئی، نہلانے کے تختہ کو لوبان یا اگر کی دھونی دی گئی، اسے لحد پر بچھایا، تختہ پر مردہ کو لٹایا، منہ اور پاؤں قبلہ رو کر دیئے۔ ستر عورت پر کپڑا ڈال کر لباس اتار لیا اور مردہ شوئے نے حسب شریعت تہبند اوپر ڈال کر اس پانی سے جو جوش ہوا تھا نہلانا شروع کیا۔ ہاتھوں میں صابن گھس کر کیسے کے اندر بھر لیا۔

---

(۱) وہ مرکب خوشبو جو مردے کے واسطے تیار کی جاتی ہے۔

کانوں نتھنوں میں روئی رکھ دی تاکہ پانی نہ بھر جائے۔ ڈھیلوں سے استنجا پاک کر لیا، صابن مل کر پانی ڈالا، بدن صاف کرنے کے بعد ملتانی مٹی سے بال دھوئے ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو حنوط ملا، خشک کپڑے سے بدن پونچھا۔ انگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتوں اور ہونٹوں کو صاف کیا۔ غرض تین غسل دیکر مردہ کو اٹھا لیا، اتنے میں کفن تیار ہو کر آگیا۔

کفن کے واسطے اس قدر کپڑا لیا جاتا ہے کہ اس میں سے تین چادریں، دو تہبند، ایک جانماز، ایک توشے کا رومال اور کیسے نکل آئیں۔

مردے کے کفنانے کو بوریہ بچھا کر اس پر دو چادریں اوپر تلے بچھا دیں اور مردے کو لٹا دیا۔ دونوں ہتھیلیوں، تلووں، نتھنوں، ماتھے اور دونوں گھٹنوں پر کہ اعضائے سجدہ ہیں، حنوط یعنی کافور وغیرہ مل دیا بلکہ کفن کو بھی اس سے معطر کر دیا۔

مرد کی میّت کے واسطے یہ تین کپڑے سنت ہیں۔ ازار، لفافہ، قمیص

لفافہ ان چادروں کا نام ہے جنہیں کفناتے وقت نیچے اوپر ڈال کر ان پر قمیص بچھا دیتے ہیں۔ جس چادر کو اول بچھاتے ہیں اسے لفافہ اور جو چادر اس کے اوپر بچھائی جاتی ہے اسے ازار۔ ہر ایک چادر اس قدر لمبی اور چوڑی ہوتی ہے کہ مردہ اس میں سر سے پاؤں تک بخوبی لپیٹ جاتا ہے۔

قمیص اس کفنی کو کہتے ہیں جس میں کلیاں اور آستینیں وغیرہ نہیں ہوتیں صرف گلے کی جگہ چاک ہوتی ہے۔

عورت کے واسطے پانچ کپڑے سنّت ہیں۔ درع، خمار، لفافہ، ازار خرقہ، قمیص یعنی کفنی مردوں اور درع یعنی چادر عورتوں سے متعلق ہے۔ درع کو سینے کے اوپر سے چاک کر دیتے ہیں۔ قمیص کو مونڈوں کے اوپر سے۔ خمار اوڑھنی کو کہتی ہیں۔ خرقہ تین ہاتھ سے کم لمبا نہیں ہوتا اور غرض اس قدر ہوتا ہے کہ بغلوں

سے لے کر گھٹنوں تک جسم چھپ جائے ۔ خمار یعنی اوڑھنی کا طول دو ہاتھ، عرض دو بالشت کافی ہوتا ہے ۔

کفنانے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بوریے پر اول لفافہ بچھاتے ہیں ۔ پھر ازار، دھونی دے کر پھر ازار پر بھی خوشبو چھڑک دیتے ہیں ۔ بعد ازاں آدھی کفنی ازار پر بچھا کر آدھی میت کے سر کی طرف رہنے دیتے ہیں ۔ دھونی صندل اور اگر کی دی جاتی ہے ۔ اس کے بعد پھر سر، ڈاڑھی اور ساتوں اعضا پر حنوط کافور مل کر ستر عورت کے ساتھ کفنی پر لاکر لٹاتے اور کفنی کے چاک میں اس کا سر ڈال کر پہنا دیتے ہیں ۔ اب میت تیار ہوتی ہے ۔ چارپائی پر بوریہ ڈال کر میت کو اس پر رکھتے اور اوپر سے سفید چادر ڈال دیتے ہیں ۔ اگر عورت کا جنازہ ہوا تو گہوارہ (۱) باندھ کر چادر ڈالتے ہیں ۔ بعض لوگ کسی متبرک کپڑے کی چادر ڈال کر مکے کے غلاف کا ٹکڑا سینے پر رکھ دیتے ہیں ۔

نہلانے اور کفنانے کے بعد اقارب مردے کا چہرہ آکر دیکھتے اور اس کی صورت کو ہمیشہ کے واسطے خیر باد کہتے ہیں ۔ رسم دیدار کے بعد جنازہ گھر سے باہر لاتے ، تین مرتبہ زمین پر رکھتے اور تین ہی مرتبہ اٹھاتے ہیں ۔ جو لوگ شریک جنازہ ہوتے ہیں کم سے کم دس دس قدم تک چاروں پایوں کو کندھا دیتے اور کلمہ پڑھتے ہوئے مقام نماز تک لے جاتے ہیں ۔

بعض لوگ میت کے ماتھے یا کفن پر با امید بخشش عہد نامہ بھی لکھ دیتے ہیں ۔ اور بعض صرف کاغذ پر لکھ کر قبر میں یا طاقچہ بنا کر قبر کے اندر رکھ دیتے ہیں ۔ بعض

---

(۱) گہوارہ ، چارپائی کی دونوں پٹیوں میں کھپچیاں باندھ کر جو محراب سی بنا دیتے ہیں اسے گہوارہ کہتے ہیں ۔

ماتھے پر صرف (بسم اللہ) لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ عہد نامہ ایک مخصوص دعا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :

عہد نامہ کا ترجمہ

اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اور اے ڈھکی چھپی اور ظاہر و آشکار (چیزوں) کے جاننے والے خدا! میں اپنی دنیوی زندگی کی نسبت اقرار کرتا اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرا شریک نہیں۔ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔

(میرے پروردگار!) اگر تو میرے نفس کی طرف دیکھے تو وہ تیرے نزدیک بھلائی سے دور اور برائی سے قریب یعنی معمور ثابت ہوگا (اس لئے) میں تیری رحمت کے بغیر (سہارے) کبھی (منزل مقصود) کو نہیں پہنچ سکتا۔ پس (اے میرے مولا!) میرے لئے (نجات) کا اقرار کر اور اسے قیامت کے دن پورا کر، یقیناً تو وعدہ خلاف نہیں ہے۔

جنازے کی نماز میں کم سے کم تین صفیں بنائی جاتی ہیں۔ جب نماز جنازہ پڑھ چکتے ہیں تو میت کا وارث یا کوئی بڑا بوڑھا خواہ رشتہ دار اذن عام دیتا ہے۔ جس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہماری عام اجازت ہے۔ جن صاحبوں کا جی چاہے رخصت ہو جائیں۔ اپنا ہرج نہ فرمائیں۔ کامی اور دوست احباب اس وقت رخصت ہو جاتے ہیں۔ رشتے دار با اور ہمدرد جن کو میت سے ذاتی انس تھا قبر تک باری باری سے کندھا دیتے ہوئے جاتے ہیں۔

قبرستان میں پہنچ کر جب تک جنازہ کو کندھے سے اتا کر زمین پر نہیں رکھ لیتے سب کھڑے رہتے ہیں۔ قبر پہلے سے تیار ہوتی ہے یا کچھ کسر باقی ہوتی ہے تو

اس وقت نکال دی جاتی ہے۔ قبر دو طرح کی بنائی جاتی ہے یا تو بغلی جس کا سب سے زیادہ ثواب ہے۔ ایک لمبا مثل قبر گہرا گھڑا کھود کر اس کے پہلو میں جانب قبلہ اندر ہی اندر قبر بنا کر مردے کو رکھ کر بیچ میں دیوار چن، اس گڑھے کو بھر دیتے ہیں اور اوپر سے قبر کا نشان بنا دیتے ہیں۔ مگر ایسی قبر کے واسطے زمین کا سخت ہونا ضروریات سے ہے۔

دوسری قبر صندوقچی ہوتی ہے۔ یہ میّت کے قد کے برابر لمبی اور قدِ آدم یا سینے کے برابر گہری ہوتی ہے۔ دونوں پہلو پٹاؤ کے واسطے چنے جاتے ہیں۔ یا اگر مضبوط مٹی ہوئی تو اس کے اندر کھودے بیچ رکھ دیئے جاتے ہیں۔ جس بغلی گڑھے میں مردے کو رکھتے ہیں اسے اور جس گڑھے میں تختہ رکھ کر نہلاتے ہیں اسے لحد کہتے ہیں۔ اس پچھلی لحد کو جو شخص کھودتا ہے، وہی بھرتا بھی ہے۔ صندوقچی قبر میں لحد نہیں ہوتی، پٹاؤ دیا جاتا ہے۔ میت کو قبر میں قریبی رشتہ دار اتارتے ہیں۔ قبر میں رکھ کر سرہانے اور پائنتی کی گرہ کھول دیتے ہیں۔ کمر کی گرہ رہنے دیتے ہیں۔ قبر میں رکھ کر مردے کا مُنہ بجانب قبلہ کر دیتے ہیں۔ اس وقت اگر قریبی رشتہ دار چاہیں تو اس کا منہ بھی دیکھ سکتے ہیں۔

پٹاؤ دھرنے کے بعد تین تین مٹھی خاک تمام حاضرین ڈالتے اور اسے مٹی دینا کہتے ہیں۔ ہر ایک خاک کی مٹھی کے ساتھ مخصوص دعا بھی پڑھتے ہیں (۱)۔ ادھر مردے کو قبر میں اتارتے ہیں ادھر گیہوں، نمک، پیسے، کوڑیاں، جو جنازے کے ہمراہ لاتے ہیں غریبوں کو تقسیم کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ گورکنوں کو گیہوں اور توشہ کی روٹی جو میّت کے ساتھ جاتی ہے دی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا قرآن شریف کسی طالب علم

---

(۱) دیکھیے فرہنگ: مٹی دینا۔

کو للہ دیا جاتا ہے۔ امیروں میں اس وقت سالن، روٹیاں، پلاؤ، زردہ وغیرہ بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ میت کے کپڑوں میں سے ایک جوڑا بھی آج ہی اللہ دے دیتے ہیں اور باقی پھر۔ جب مٹی دے چکتے ہیں تو گورکن قبر کی نمود بنا دیتے ہیں۔ اس وقت ایک شخص سرہانے قبر کی مٹی پر انگلی رکھ، دوسرا پائنتی پر انگلی رکھ کر سورۂ بقر کا اول اور آخیر حصہ پڑھتا ہے۔ اس کے بعد اذان دے کر فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔ قبر کے اوپر ہری ہری ٹہنی یا کھجور کی ہری شاخ رکھ دیتے ہیں۔ اور اس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ جب تک یہ ٹہنی ہری رہے گی مردے پر عذاب قبر نہیں ہوگا۔ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ ایسا ہی کیا اور فرمایا تھا۔ اب مردے کو اول منزل پہنچا کر واپس آ جاتے ہیں۔ پہلے میت کے مکان پر جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور گھر میں جاتے وقت پان یا ساگ بھی یعنی ہری چیز ایک آدمی لے جاتا ہے۔ گھر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد حاضری کھاتے ہیں۔ یہ حاضری کسی رشتہ دار کی طرف سے دی جاتی ہے۔ اس میں شیرمالیں، سیخ کے کباب، کتری ہوئی پیاز، مولی، پودینہ، پنیر وغیرہ یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ اسی کو کڑوی کھچڑی یا کڑوی روٹی بھی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کنبے رشتے والے حاضری کے نام سے نقدی بھی ماتم دار کو دیتے ہیں۔ سمدھیانے والے کھانے کی حاضری اور نقدی دونوں چیزیں دیتے ہیں۔ میت کے گھر والے تین روز تک چولھا گرم نہیں کرتے۔ ان کے واسطے رشتہ داروں کے گھروں سے کھانا آتا ہے۔

آج ہی کے دن دونوں ٹھلیاں، دونوں بدھنیاں، بوریا چارپائی اور جلانے کا تیل مسجد میں بھجوایا جاتا ہے۔ جس جگہ مردے کا دم نکلتا ہے وہاں لوبان اور چراغ چالیس روز تک برابر جلاتے اور فاتحہ کی روٹی مسجد میں اسی عرصہ تک متواتر بھجواتے ہیں۔ اگر کسی کی بیاہی بیٹی مر جاتی ہے تو اس کے والدین یا سگا بھائی خواہ سوتیلا

بھائی کفنانے دفنانے کا سارا خرچ اٹھاتا ہے جسے اخیر دان کہتے ہیں۔ امیر لوگ پھولوں کا خرچ بھی اپنے ذمّے لے لیتے ہیں۔ اس میّت کی حاضری کا روپیہ اس کی ساس کو دیا جاتا ہے اور بصورت نا اتفاقی ساس کے رشتہ دار ساس کو، میکے کے رشتے دار مرنے والی کے ماں باپ کو دیتے ہیں۔ آج ہی سے جو لوگ رشتے دار ہوتے ہیں وہ عذر خواہی کو آتے، فاتحہ پڑھتے اور صرف تسکین کے الفاظ سُنا کر چلے جاتے ہیں۔ عورتیں عورتوں میں پُرسہ دینے آتی ہیں۔ قریبی رشتہ والیاں تو مرنے کے دن سے ہی آنی شروع ہو جاتی ہیں اور باقی پھولوں کے روز آجاتی ہیں۔ بلکہ یہ سلسلہ چالیسویں تک جاری رہتا ہے۔

ماتم دار عورت کو ہر ایک پرسہ دینے والی کے ساتھ رونا پڑتا ہے جسے منہ ڈھانکنا اور پرسہ لینا کہتے ہیں۔ پرسہ لینے والی عورت صاحبِ خانہ ہوتی ہے۔ اس میں بیوی ہو نانی ہو، دادی ہو یا بہن کوئی ہو۔

جس وقت کوئی پرسہ دینے والی آکر اترتی ہے تو ماتم دار کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھ جاتی ہے۔ یہ اس کے بیٹھتے ہی پلہ لیتی، منہ ڈھانکتی، میّت کے اوصاف اپنی تکلیف اور صدمہ بیان کرتی اور چلا چلا کر روتی ہے۔ وہ بھی اس کے ساتھ رونا شروع کر دیتی ہے۔ جب کچھ دیر ہو جاتی ہے تو پرسہ دینے والی پرسہ لینے والی کا ماتھا پکڑتی ہے تاکہ سر میں درد نہ ہو جائے، اسے سمجھا کر صبر دلاتی اور مرنے کی کیفیت دریافت کرتی ہے۔ غرض ماتم دار کو چالیس روز تک اسی طرح ہر ایک پرسہ کو آنے والی عورت کے ساتھ رونا یعنی پرسہ لینا پڑتا ہے۔ چنانچہ نمونۃً اس کے بیان کے دو ایک اصلی فقرے لکھے جاتے ہیں:

بیان

مثلاً باپ کے مرنے پر بیٹی روتی ہے۔ " ہائے بابل میرے کس پر چھوڑا گھر بار

ہائے ابا تم نے مجھے کس پہ چھوڑا۔ ہائے اب میں کس کو ابا کہوں گی، ہائے یہ میرے ننھے ننھے پھلم والے بھائی بہن اب کس کے آنے کی راہ دیکھیں گے" اور اگر خاوند کا انتقال ہوا ہے تو یوں روتی ہے " اے میرے وارث تو نے مجھے کس پر چھوڑا، اے میرے سہاگ کے رکھنے والے مجھ نربھاگی سے منہ کیوں موڑا۔ اب کون میرا مان گوں رکھے گا۔"

اور اگر کم سن بیٹا مرا ہے تو ان فقروں سے اسے روتی ہے۔" ہائے میرے لال تم نے مجھے کس پر چھوڑا، ہائے میں تو یہ جانتی تھی کہ مجھ کو یہ جا کر رکھے گا، ہائے میرے کلیجے میں آگ لگ رہی ہے، میں کیا کروں، ہائے میرے لال تمہیں کیا کہہ کر روؤں، اللہ نے میرے اتنے دنوں کی محنت لے لی، ہائے میں کیا جانتی تھی، میرے لال تم مجھ کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے، میرے میاں تم نے جنگل آباد کر لیا ہے، مجھ کو میرے میاں نے نہ بلایا، اے میرے لال تو مجھے چھوڑ کر کہاں چلا گیا، اے میرے لال میرے کلیجے کی آگ آکر بجھا دے۔"

بیٹی ماں کے مرنے پر اس طرح روتی ہے " ہے ہے وہ بندی تو ابھی سے بن میا کی ہو گئی، ہائے اماں اب میں کس کے پاس میکے جاؤں گی، ہائے اللہ میرا میکا اُجاڑ دیا، ہائے میرے دکھ درد کا سننے والا کوئی نہ رہا۔"

غرض اسی طرح کا رونا پیٹنا میت کے اٹھانے سے اس کے جہلم تک ہوا کرتا ہے۔ شریعت میں تین دن تک ماتم جائز ہے۔ رونا پیٹنا منع مگر آنسوؤں سے رونا داخل گناہ نہیں لیکن ہندوستان کی عورتوں میں چالیس دن تک کم سے کم اور برس روز تک زیادہ سے زیادہ سوگ رکھا جاتا ہے۔ جس میں بیاہ شادی وغیرہ کوئی خوشی کی تقریب نہیں کی جاتی اور نہ کسی شادی میں شریک ہوتی ہیں۔ لیکن اب یہ دستور بہت کم ہو گیا ہے۔ صرف چالیسویں تک یہ پابندی رہتی ہے۔

جس کا خاوند مر جاتا ہے وہ تاریخ وفات سے سوا چار مہینے تک بناؤ سنگار

کرتی نہ نیا کپڑا پہنتی ہے اور نہ کسی غیر محرم (۱) کے سامنے ہوتی ہے۔ اسی کو عدت کہتے ہیں۔ خاوند کے مرتے ہی چوڑیاں جو سہاگ کی علامت ہیں توڑ دی جاتی اور تمام زیور اتار لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ناک میں کیل تک نہیں رکھتے۔ اس بیوہ کو پھولوں کے روز رنڈسالہ پہنایا جاتا ہے جو خاص ہندوؤں کی رسم ہے۔ اس میں کورا کرتا، نیا پاجامہ، نیا دوپٹہ۔ بیوہ کی ماں یا بہنیں یا اور قریبی رشتہ داروں کی طرف سے دیا جاتا ہے۔

ہندوؤں کی طرح مسلمانوں میں بھی بیوہ کی دوسری شادی ہندوستان کے رواج کے موافق نہیں کی جاتی۔ بہتیری جوانیں، نو عمریں تمام عمر بیٹھ کر رانڈاپا کاٹتی اور اپنے خاوند کی اسی میں ناک سمجھتی ہیں۔ بلکہ مسلمانوں نے اس میں یہاں تک ترقی کی ہے کہ منگیتر کو بھی باوجودیکہ اس کا نہ تو نکاح ہوا ہے اور نہ اس غریب نے خاوند کی صورت دیکھی ہے رانڈوں کی طرح سے محروم رکھا جاتا ہے لیکن اب یہ رسم بہت ہی کم ہے۔ نکاح ثانی بعض بعض خاندانوں میں ہونے لگا ہے، لیکن خاص شہر دہلی میں۔ دیہات کے لوگ اب بھی اس کو بہت بڑا عیب اور بے عزتی سمجھتے ہیں۔

غریب ہر جمعرات کو مردے کی فاتحہ سوا مہینے تک دلواتے ہیں اور امیر برابر کھانا پکا کر للہ دیتے رہتے ہیں۔

فاتحہ سوم یا پھول جسے تیجا کہتے ہیں

وفات کے تیسرے روز پھولوں کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اگر بدھ کو تیسرا روز

---

(۱) غیر محرم جس سے نکاح جائز ہو۔

پڑتا ہے تو ایک دن بڑھا دیتے ہیں۔ عورتوں کا خیال ہے کہ اگر بدھ کے روز پھول کیے جائیں تو چار بدھوں کو رنج اٹھانا پڑتا اور ویسا ہی موقع پیش آجاتا ہے۔ علیٰ ہذا اگر بدھ کو کوئی خوشی کا کام کیا جائے تو اسے متواتر چار خوشیوں کا موقع ملتا ہے۔

جس روز میت کو دفن کر کے آتے ہیں صاحب خانہ پھولوں کا دن اسی روز بتا دیتا ہے کہ فلاں روز رسم فاتحہ سوم ادا ہوگی۔ تیجے کے روز صبح سے دس بجے تک مرد مقام فاتحہ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ اور عورتوں کے آنے کا تانتا تو شام تک برابر لگا رہتا ہے۔ مہمانوں کے واسطے عمدہ عمدہ کھانے تیار کیے جاتے ہیں اور بعد از فاتحہ انہیں کھلائے جاتے ہیں۔ مردوں کو کھلانے کا دستور امیروں میں اور عورتوں کو کھلانے کا طریق عام ہے۔ بلکہ رشتہ دار مردوں کو بھی اس کھانے میں شریک کر دیا جاتا ہے۔

عورتوں میں گھر کے اندر حلوے پر مردے کی نیاز دلوائی جاتی ہے جسے بھتی یا حلوائے مرگ کہتے ہیں۔ یہ فاتحہ ماتم دار یعنی صاحب خانہ یا چچا ماموں یا باپ وغیرہ اندر آکر دیتے ہیں۔ باہر مردوں میں پورا قرآن شریف ایک ایک دو دو سپارے پڑھ کے ختم کیا جاتا اور مردے کی روح کو بخشا جاتا ہے۔ اور چنوں پر فی چنا ایک ایک کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ پڑھنے کے واسطے ساڑھے بارہ سیر چنے کافی ہوتے ہیں۔ کیونکہ سوا لاکھ مرتبہ کلمہ پڑھا جانا چاہیئے۔ جس سے مردے کی نجات ہو جاتی ہے اور یہ مقدار اس کے واسطے کافی ہوتی ہے۔ لیکن ہجوم خلقت کے موافق یہ وزن بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔

جب چنے اور قرآن شریف ختم ہو جاتا ہے تو چنوں کو ایک چادر میں اکٹھا کر کے اس میں الائچی دانے ملا دیتے ہیں۔ اب فاتحہ خوانی شروع ہوتی ہے۔

کئی آدمی مل کر باری باری سے قرآن شریف کی سورتیں پڑھتے ہیں۔ جسے قل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس روز اول کوئی رکوع یا بڑی سورت پڑھ کر تین مرتبہ قل ہواللہ، ایک ایک مرتبہ قل اعوذبرب الفلق و قل اعوذبرب الناس پڑھ کر سورۂ فاتحہ شروع کر دیتے اور اس کے ساتھ ہی سورۂ بقر کا رکوع شروع کر کے باقی معمولی آیتیں پڑھ کے میت کے واسطے دعائے مغفرت مانگتے ہیں۔ جس وقت فاتحہ شروع کرتے ہیں اس وقت ارگجا (۱) چنوں کے پاس رکھ دیتے ہیں اور لوبان یا اگر کی بتی روشن کر دیتے ہیں۔ جب فاتحہ ختم ہو جاتی ہے تو ایک طرف سے لوگ چنے تقسیم کرتے جاتے ہیں، دوسری جانب سے ارگجے میں پھول ڈلواتے جاتے ہیں۔ کچھ چنے بعد میں آنے والوں کے واسطے رکھ چھوڑتے ہیں اور باقی عورتوں میں تقسیم کرنے کو بھیج دیتے ہیں۔ ارگجا اس مرکب خوشبو کا نام ہے جو برادۂ صندل، مشک، کافور، عنبر اور عرق گلاب سے تیار کر کے ایک پیالے کے اندر رکھی جاتی ہے اور اس پیالے کو پھولوں کی بھری ہوئی رکابی میں رکھ کر ہر ایک فاتحہ خواں کے پاس لے جاتے ہیں۔ وہ ایک ایک پھول اٹھا کر اور اس پر سورۂ اخلاص پڑھ کر ارگجے کے پیالے میں ڈال دیتا ہے اور یہ سارا سامان مع چادر گل مردے کی قبر پر اسی روز بھیج دیا جاتا ہے۔

اگر کسی کا باپ مر جاتا ہے تو اس وقت اسے جائز وارث قرار دینے کی غرض سے ننھیال والوں کی طرف سے پگڑی بندھوائی جاتی ہے جسے دستار بندی کہتے ہیں۔ سب سے پہلے بڑے لڑکے کو جو اس کا جانشین قرار دیا جاتا ہے، اس کے بعد باقی لڑکوں خواہ یتیموں کو دستار بندی میں ایک ایک پگڑی اور اس کے ساتھ کچھ نقدی بھی دی جاتی ہے۔ دستار بندی یا فاتحہ خوانی کے بعد ان دیگوں پر نیاز دی جاتی ہے

---

(۱) اس کی مفصل کیفیت تمہید میں بیان کر دی ہے۔

جو مہمانوں اور غربا کو تقسیم کرنے کے واسطے پکائی جاتی ہیں۔ جس طرح مرنے کے ساتھ ہی ایک جوڑا فی سبیل اللہ دیا گیا تھا اسی طرح آج کے روز دوسرا جوڑا دیا جاتا ہے بلکہ دسویں بیسویں اور چہلم کو بھی ایک ایک جوڑا اللہ دیتے ہیں جس کا ذکر اپنے اپنے موقع پر آئے گا۔

پھولوں کے بعد دسویں کی فاتحہ ہوتی ہے۔ یعنی جب مردے کو مرے ہوئے دس روز ہو جاتے ہیں تو اس روز اس کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کھانا پکوا کر اور اس کے ساتھ ایک کپڑوں کا جوڑا رکھ دیا جاتا ہے۔ مہمان کے طریق قریبی رشتے کی عورتیں بھی آجاتی ہیں۔ اسی طرح بیسویں اور مہینے کی فاتحہ مع جوڑے کے دلوائی جاتی ہے۔

چالیسواں

جب میت کو دفنائے ہوئے تقریباً چالیس روز ہو جاتے ہیں تو چالیسویں کی رسم ادا کی جاتی ہے لیکن اس کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہے کہ پورے چالیس ہی روز کرائے جائیں، کم سے کم تین یا ۵ روز گھٹا دیا کرتے ہیں آج کے روز نیا جوڑا اُن چوکی اور پانچ برتن مثلاً لوٹا، کٹورا، رکابی خواہ تشتری، پتیلی، کفگیر اس کے علاوہ تسبیح، مسواک، جانماز وغیرہ بھی للہ دی جاتی ہے۔ اور اگر عورت ہے تو اس کے لیے زنانہ جوڑا، زنانی جوتی، کنگھی، مسّی، سرمہ عطر وغیرہ زیادہ کر دیتے ہیں۔

چالیسوں کو بھی اسی قدر افراط سے کھانا پکایا جاتا اور مہمان جمع کئے جاتے ہیں جس قدر پھولوں کے روز ہوئے تھے۔ آج کے روز سوگ اُتر جاتا ہے۔ لیکن دیہات میں برس روز تک بھی سوگ رہتا ہے۔ یعنی میت کے گھرانے والے نہ تو کسی کی شادی اور خوشی کی تقریب میں شریک ہوتے ہیں۔ اور نہ اپنے ہاں کوئی شادی رچاتے ہیں۔

اگرچہ شرعاً پکی قبر بنانی درست نہیں مگر اکثر لوگ نمود قائم رکھنے کے واسطے یا تو بالکل پکی یا ہو دہ کچا رکھ کر چبوترہ پکا بنوا دیتے ہیں۔ پکی قبر چالیس روز کے بعد بنائی جاتی ہے۔ مرد کی قبر ماہی پشت اور عورت کی سپاٹ ہوتی ہے۔

سہ ماہی، چھمائی، اور برسی کی فاتحہ پر بھی ایک ایک جوڑا خیرات کیا جاتا ہے۔

صاحب مقدور چالیسویں کے بعد روٹی بھی کیا کرتے ہیں جس میں باقرخانیو کے سیر سیر یا دو دو سیر کے جوڑے، نقلوں کی تھیلیاں یا میٹھا تمام خویش واقارب اور میل ملاپ والوں کو گھر بیٹھے تقسیم کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ اپنی روٹی اپنی زندگی میں خود کر جاتے ہیں۔ خدا جانے ان کے بعد کوئی کرے یا نہ کرے۔ روٹی سے غرض یہ ہے کہ جن جن لوگوں کی تقریبوں یا موتوں کا کھانا اپنی زندگی میں کھایا، انہیں یہ کھلا کر احسان اُتار دیا جائے۔

عرفہ

جس سال مردہ مرتا ہے اس سال کی شب برات کو فاتحہ نہیں دلواتے بلکہ اس کی بجائے عرفہ کو یعنی شب برات سے ایک روز پہلے نیاز دلوا دیتے ہیں۔ دوسرے سال سے وہ مردوں میں شامل کیا جاتا ہے اور پھر ہر ایک شب برات کو اور مردوں کے ساتھ میں اس کی فاتحہ بھی دلوائی جاتی ہے۔

تبارک (۱)

---

(۱) تبارک کے لغوی معنی بزرگ، یہاں قرآن شریف کی اس مشہور سورۃ سے مراد ہے

مرنے کے بعد جو رجب (۲) کا مہینہ آتا ہے تو اس مہینے کے اندر اندر میت کے وارث جمعہ یا جمعرات کو مردے کی بخشش کے واسطے کم سے کم اکتالیس مرتبہ سورۃ تبارک پڑھوا کر مردے کی ارواح کو ثواب پہنچاتے ہیں۔ بعض سو سو، سوا سوا سو مرتبہ بلکہ جس قدر زیادہ ممکن ہوتا ہے مختلف لوگوں سے سورۂ مذکورہ پڑھوا کر مردے کے نام پر بخشوا لیتے ہیں۔ اس سے مردے کی روح کو تقویت ہوتی اور وہ مردہ بخشا جاتا ہے۔

اس میں اکثر میدے کی میٹھی روغنی تنوری روٹیاں جن کے اوپر سولف پستہ، بادام، خشخاش جمی ہوئی ہوتی ہے۔ تقسیم کی جاتی ہیں۔ اگر روٹیاں نہ ہوں تو بالوشاہی یا کوئی اور مٹھائی خواہ کھجلے فاتحہ دلوا کر اقارب و احباب کو بانٹ دیے جاتے ہیں۔

یہ رسم شارع اسلام نے مقرر نہیں فرمائی مگر یہ خیال خیرات مثل ادعیہ ماثورہ اسے مانتے ہیں۔ ادعیہ ماثورہ وہ دعائیں ہیں جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے اصحاب سے منقول ہیں۔

(بقیہ عدد ۱۵۴) جس سے انتیسواں سی پارہ شروع ہوتا ہے۔ اس سورہ کی بہت سی بزرگیاں لکھی ہیں۔ از روئے مذہب اسلام یہ سورۃ مانع عذاب قبر اور شافع روز محشر ہے۔ اکثر مسلمان اسے رات کو پڑھ کر سویا کرتے ہیں تاکہ عذاب قبر اور تکالیف حشر سے نجات پائیں۔

(۲) رجب مسلمانوں کے قمری سال کا ساتواں واجب التعظیم اور متبرک مہینہ ہے جسے اہل عرب شہر اللہ کہا کرتے تھے۔ اس مہینے کی نسبت رسول مقبولؐ فرمایا کرتے تھے کہ رجب بہشت کی ایک نہایت شیریں برف کی مانند مصفا پانی والی نہر کا نام ہے جو اس مہینے میں روزہ رکھے گا اس نہر کا ٹھنڈا اور میٹھا پانی پیے گا۔ اس مہینے کا زمانہ اکثر وسط ستمبر سے وسط اکتوبر تک ہوتا ہے۔

دلیسا

مرنے کے دو برس بعد خاص تاریخ وفات پر دیسے کی رسم برتی جاتی ہے اس میں قریبی رشتہ کے مہمان جمع ہوتے ہیں اور نیاز دلوائی جاتی ہے۔ دیسے کی مہمانی اکثر عورتوں کی ہوتی ہے۔ اس موقع پر بھی نیا جوڑا اللہ دیا جاتا ہے۔

سہاگنوں اور اوتوں کی فاتحہ

جب کبھی بیاہ یا بال بچّہ پیدا ہونے کی خوشی منائی جاتی ہے تو ان عورتوں کی جو سہاگن رہنے کی حالت میں مرجاتی ہیں یا ان مردوں کی جو بن بیاہے دنیا سے گزر جاتے ہیں اچھے اچھے کھانوں پر نیاز دلوائی جاتی ہے تاکہ وہ اس خوشی کے موقع سے محروم نہ رہیں۔ مگر یہ نیاز بزرگوں کی نیاز کے بعد دلوائی جاتی ہے یعنی بیوی کی صحنک پیغمبر کی نیاز دلوا چکتے ہیں جب ان کی باری آتی ہے۔

فصل کی ترکاریاں

ہر ایک فصل کی نئی ترکاری مثلاً خربوزے، آڑو، فالسے، آم وغیرہ جب نکلتے ہیں تو پہلے منگوا کر مردے کی فاتحہ ان پر دلواتے اور ریں آپ کھانا شروع کرتے ہیں۔

اذکارِ مردگاں

مرد جب کبھی کسی مردے کا ذکر کرتے ہیں تو پہلے خدا بخشے، خدا جنت نصیب کرے وغیرہ اسی قسم کے الفاظ زبان سے نکال کر اس کا نام لیتے اور بیان کرتے ہیں۔

عورتیں بھی عورتوں کی نسبت اس قسم کے الفاظ زبان سے نکال کر عورت ہوئی تو بہشتن، مرد ہوا تو بہشتی کہہ کر ذکر کرتی ہیں بلکہ وہم کے سبب ان کی ارواح ادھر ہی رہے، یہ کہنے کے بعد زبان پر نام لاتی ہیں تاکہ ان کی روح اس طرف توجہ فرما کر زندوں کو بھی اپنی جانب نہ گھسیٹ لے۔

قبروں کی درستی

محرم کے دنوں میں عشرہ کے اندر اندر مردے کے وارث اپنے رشتہ داروں یا لواحقوں کی قبروں پر مٹی ڈلواتے اور پانی چھڑکواتے اور اسے باعث ثواب سمجھتے ہیں۔

شہید مردے

ان مردوں سے مراد ہے جو امر حق پر یا راہ خدا میں مارے گئے ہوں یا انھیں ناحق باغیوں، حربیوں، رہزنوں خواہ کافروں نے از راہ تعصب بے گناہ قتل کر دیا ہو اور ان میں کوئی قتل کی نشانی مثلاً ناک، کان، آنکھ وغیرہ سے خون کا جاری ہونا بھی پایا جاتا ہو۔ ایسے مردے کو بغیر نہلائے بغیر کفنائے ان ہی خون آلودہ کپڑوں سے دفن کر دیتے ہیں۔ مگر نماز جنازہ ضرور پڑھتے ہیں۔ جن لوگوں کو ناحق زہر دے کر مارا جاتا ہے وہ بھی شہید کامل ہیں۔ چنانچہ حضرت امام حسنؑ یا دیگر امام جو زہر سے ہلاک کیے گئے شہید کامل ہیں۔ یہ اول درجہ کے شہید یا شہید کامل مانے جاتے ہیں۔ اور جو لوگ اتفاقیہ صدمے سے مر گئے ہوں جیسے دب کر، گر کر، وبا سے، طوفان سے، بجلی سے، جلنے سے، زہریلے جانور کے کاٹے، گھوڑے سے گر جانے، ذات الجنب یا مرض دق وغیرہ سے، عورت ہو تو وہ جننے یا مرض دق

کے سبب مرنے سے دوسرے درجے کے شہیدوں میں شمار ہوتی ہے۔ ایسے شہیدوں کو پوری شرطوں کے ساتھ نہلایا اور کفنایا جائے گا۔

ہر قسم کے شہید ثواب آخرت کے مستحق ہوتے ہیں۔ جاہلوں میں مشہور ہے کہ اول درجے کے شہیدوں کا خون تا قیامت بند نہیں ہوتا۔ ان کی قبر جب کھود و خون آلودہ نظر آئے گی مگر یہ صرف خیال ہی خیال ہے۔ ان لوگوں کی فاتحہ درود بھی دلوائی جاتی ہے بلکہ کامل شہیدوں کی قبروں پر عام لوگ ہر جمعرات کو روشنی کرتے، پھول شیرنی چڑھاتے، ان کی قبروں کا بڑا ادب کرتے ان سے مرادیں مانگتے اور مقبولِ بارگاہِ الٰہی جانتے ہیں۔

جس طرح دوسرے درجے کے شہیدوں کو غسل اور کفن دیا جاتا ہے اسی طرح اس شہید کو بھی نہلانا اور کفنانا پڑتا ہے جس کا قاتل معلوم نہ ہو چنانچہ اس شہادت کو شہادت مستور کہتے ہیں اور اس پر احکام شہید جاری نہیں کئے جاتے۔

شہدائے کربلا

ان بہتر تنوں یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعزاء اقربا و انصار سے مراد ہے۔ جو دشت کربلا میں یزید علیہ اللعنۃ کے حکم سے دس دن کے اندر بلا قصور ماہِ محرم ۶۱ھ ہجری میں شہید کئے گئے۔ ماہ محرم میں ان کی نیاز دلوائی جاتی، تعزیئے بنائے جاتے، مرثیئے پڑھے جاتے اور مجالس ماتم منعقد کی جاتی ہیں۔ جگہ جگہ سبیلیں شربت کی، پانی کی دودھ کی لگائی جاتی ہیں کیونکہ آپ بھوکے اور پیاسے شہید ہوئے تھے۔ مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے تاکہ آپ کی بھوک یاد آئے۔

یہ ایک بڑا بھاری مذہبی واقعہ ہے۔ جس کی بنا یزید پلید کی امام حسین علیہ السلام سے ناواجب اور غیر مستحق بیعت طلبی ہے۔ اگر آپ اس گمراہ و بدراہ سے بیعت کر لیتے

تو امّت رسول اللہ میں خللِ عظیم پیدا ہو جاتا اور اسلام کی ساری باتیں اپنے اصول سے گر جاتیں۔ آپ نے فقط دینِ محمدیؐ کے قیام و استقلال کے واسطے اپنی جان اپنے نانا کی امت پر نثار کر دی اور مع خاندان اس قدر صعوبت اٹھائی کہ کوئی کیا اٹھائے گا۔

اس واقعہ جاں کاہ و ہوش ربا کے سوگ میں اہل شیعہ چارپائیوں پر سونا پان کھانا(۱)، آرام پانا مطلق چھوڑ دیتے ہیں۔ اہل سنّت و جماعت بھی بیاہ شادی کرنا کسی قسم کی خوشی منانا ذرا روا نہیں رکھتے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے پیاسوں کو پانی پلاتے، روزہ رکھتے، ذکرِ شہادت سنتے اور نہایت ہی رنج کرتے ہیں۔

چونکہ محرم میں عام مسلمانوں پر یہ دینی صدمہ چھایا ہوا ہوتا ہے اور وہ ان دنوں میں لڑنے مرنے کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اس وجہ سے یہ مثل مشہور ہو گئی ہے کہ محرم کے غازی اور رمضان کے نمازی اپنی بات کے پورے اور عادت کے پکے ہوتے ہیں۔ ان سے الجھنا مناسب نہیں۔ ان کے نزدیک ان دنوں میں مرنا شہادت کا مرتبہ پانا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ جیسا یہ غم و الم اور ماتم کا موقع ہے اس کی بجائے عوام کالانعام اسے ایک میلہ بنا کر وہ وہ حرکتیں کرتے ہیں۔ جن سے رنج کی بجائے خوشی ظاہر ہوتی ہے۔ تاشوں سے ڈھولوں سے ماتم کیا جاتا ہے۔ تال سر کے ساتھ مرثیے پڑھے جاتے اور ان میں ایسی ایسی علم موسیقی کی باریکیاں ظاہر کی جاتی ہیں کہ وہ سرتاسر نامناسب اور بیجا معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی

---

(۱) پان کی بجائے ان لوگوں نے گوٹا ایجاد کیا ہے جو کھوپرا، دھنیہ، مغز خربوزہ، الائچی بن، چھالیہ وغیرہ ڈال کر بنایا اور کھایا جاتا ہے۔

ضرور ہے کہ حضرت انیسؔ و دبیرؔ وغیرہ نامی شعرائے لکھنؤ نے مرثیہ گوئی، مرثیہ خوانی کو ایک خاص علم اور فن بنا دیا ہے۔ ان کی قادر الکلامی سخت دلوں کو بھی رلائے بغیر نہیں رہتی۔ خیر کچھ ہی ہو اس سے قیامت تک یہ واقعہ یاد رہے گا اور ویسے ناحق شناسوں کو روز محشر تک آماجگاہ رسوائی اور بدنامی بنائے گا۔

اس واقعہ کے ساتھ حضرت امام حسن علیہ السلام کو بھی یاد کیا جاتا ہے، اور تعزیئے کے اندر دو تربتیں بنا کر رکھی جاتی جس میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی تربت سبز، زہر دیئے جانے کے سبب بنائی جاتی ہے۔

شب برات

اس کے لغوی معنی ہیں حصے تقسیم ہونے کی رات اصطلاحی ماہ شعبان کی چودہویں شب جس میں فرشتے بحکم الٰہی رزق کی تقسیم اور عمر کا حساب لگاتے ہیں۔ اس تاریخ میں اہل اسلام اپنے اپنے مردوں اور پیشواؤں کی فاتحہ دلواتے، سارا گھر یا خاص کر فاتحہ کی جگہ اور چولہا لیپتے پوتتے، کوری کوری ٹھلیاں، کورے کورے آبخورے، لاتے حلوہ پوری پکاتے، باہم حصے تقسیم کرتے، آتش بازی چھوڑتے اور اسے ایک مردوں کی خوشی کا تہوار سمجھتے ہیں۔

اس موقع پر سب سے پہلے پیغمبر صاحب ان کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ و دیگر پیشوایان مذہب یہاں تک کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ماما حوا سے لے کر اولیاء اللہ تک کی نیاز دلوائی جاتی ہے۔ اس کی ابتداء یہ ہے کہ جب رسول مقبول جنگ احد فتح کر کے اپنے یاروں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو دیکھا، ہر ایک شخص اپنے اپنے مردوں کی تعزیت کرتا، ان کو روتا، اور ان کے نام کی فاتحہ دلوا رہا ہے۔ یہ حال دیکھ کر آپ نے ارشاد کیا کہ

افسوس امیر حمزہ رضؓ کا کوئی بھی رونے والا نہیں۔ انصار نے یہ سُن کر فوراً اپنی اپنی عورتوں کو امیر حمزہ رضؓ کے گھر بھیج دیا تاکہ ماتم داری کریں۔ شام سے لے کر آدھی رات تک وہ عورتیں ان کا ماتم کرتی اور مرثیہ پڑھتی رہیں۔ چنانچہ اب تک اہلِ عرب میں یہی دستور ہے کہ کوئی کسی مردے کی تعزیت کو کیوں نہ آئے مگر پہلے حضرت امیر حمزہ رضؓ کی تعزیت کرے گا۔ بعد میں اس میت کی جس کے گھر پر آیا ہے۔ غرض شبِ برات کی فاتحہ کا دستور اسی موقع سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کی فاتحہ کے بعد اوتوں (۱) کی اور سہاگنوں (۲) کی جدا جدا فاتحہ دلوا کر باقی رشتہ داروں کی ایک ہی جگہ نیاز دلوا دیتے ہیں۔ جداگانہ نیاز کے ساتھ ایک ایک پانی کا آبخورہ اور دو دو چار چار چپاتیاں خواہ پوریاں اور میٹھا رکھتے جاتے ہیں۔ عوام میں مشہور ہے کہ آج کے روز مردے اپنے اپنے عزیزوں کے مکان پر آتے اور ان سے فاتحہ کے خواستگار ہوتے ہیں۔ جاہلوں میں یہ بھی زبان زد خاص و عام ہے کہ جس شخص کو آج کے روز اپنا سایہ نہ دکھائی دے وہ آئندہ شبِ برات تک زندہ نہیں رہے گا۔

شبِ برات کے موقع پر یہ فقرے بطور ضرب المثل نہایت مشہور ہیں جن سے شبِ برات کی تیاری اور اس کے لوازمات کا اچھا ثبوت ملتا ہے۔

آمد شب برات، بہو ساس سے لڑی
کوئی لیپے کوئی پوتے، کوئی کمہار کے گھر کھڑی
مٹکے اچھے دیجیو بھیّا آویں گے مردے

---

(۱) اوتوں سے مراد مردے ہیں جو بن بیاہے یعنی کنوارے مر گئے ہیں۔
(۲) سہاگن وہ عورتیں جو بیاہ ہو جانے کے بعد فوت ہو جائیں۔

چھوڑیں گے انار اور پھلجھڑی

استاد لوگ شب برات میں بچّوں کو عیدیاں تقسیم کرتے اور ان کا انعام لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک عیدی اس جگہ بھی لکھ دی جاتی ہے۔

عیدی

شبِ برات تو چوں روز عید روشن باد
گل مراد تو خنداں و خوش چو گلشن باد
ہمیشہ دولت و بخت و سعادت ازلی
ز فیض لطف الٰہی ترا بدامن باد

تمت

فرہنگ

رسُوم دہلی

فرہنگ رسوم دہلی

مرتبہ
سید یوسف بخاری، دہلوی

آ

آبادی جلی — بیاہ کے بعد لڑکی کا ماں باپ کے گھر رہنا سہنا ختم ہوا۔ گھر کی رونق جارہی ہے۔

آثار شریف — جامع مسجد، دہلی کے شمال مشرقی والان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا بال، ان کا نقش قدم اور بعض دوسرے تبرک جن کی زیارت کی جاتی ہے۔

آنچل پلو (نون غنہ) — مقیش کی جھالر کا دوپٹہ جس کے دونوں کناروں پر عرض میں زری کا کام ہو۔

آنول (نون غنہ) — وہ جھلی جو نومولود بچے کی نال کے آخر میں ہوتی ہے۔

(الف)

ادوان (فتح ا، سکن د) — چارپائی کے پائنتی کی رسی جس سے بنائی کو کسا جاتا ہے۔

ازار (کسر ا) — مردے کا تہبند، عام معنی میں ستر پوشی کا کپڑا، پاجامہ۔

ازدیاد (کسر ا، د) — افزائش: بڑھوتری، بڑھتا۔

اقل درجہ (فتح ا، شدل) — کم سے کم حصہ، قلیل کا صیغہ تفضیل اقل ہے۔

اگھو گھو — بچوں کے بہلانے کے بول ہیں:

(فت ا،م، و ج) "اکھو مکھو نینے کو اللہ رکھو"۔

الخالق — ایک قسم کی روئی کی قبا جس کا سینہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔

امورات (ضمہ ا، و مع) امر کی جمع الجمع بمعنی بہت سے کام یا باتیں۔

اوپر والیاں — (زچگی کے وقت) اوپر کا کام یعنی متفرق گھریلو کام کاج کرنے والی عورتیں۔

اودھم (و مع، فت دھ) غل، شور، دھما چوکڑی، نیز اُدھم۔

اوقچہ (فت ا، د) پلنگ کا جھالردار بچھونا جو اطلس کمخواب یا مشروع کا ہوتا ہے اور پلنگ کے چاروں طرف پڑا رہتا ہے۔

ام الصبیان (کس ص) صرع۔ بچوں کا مرگی کا مرض۔

اخیر دان — بہنوئی کے مرنے پر بھائی کا کفن و دفن کے اخراجات اٹھانا۔

ادعیہ ماثورہ (فت ا، شدی) وہ دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے اصحاب سے منقول ہیں۔

(ب)

بابل (ضم ب) باپ

بادیہ (کس د، فت ی) تانبے کا پیندے والا بڑا کٹورا۔

باڑ روکنا — بہنوں کا دوپٹے تان کر دولہا کا راستہ روکنا

بالا پوش — بستر کو ڈھانکنے کی چادر، پلنگ پوش

بٹھا رکھنا — لڑکی کی شادی نہ کرنا۔

بدھی (فت، ب، شد دھ) پھولوں کے ہاروں کا بنا ہوا زیور جو کاندھوں سے کمر تک بڑا اور سینے اور پیٹھ پر آڑی لڑیوں کی صورت میں

سجا ہوتا ہے۔

بدھاوا (فت ب) بچہ پیدا ہونے کی مبارک باد کا انعام۔

بلائیں لینا صدقے، قربان ہونا۔ کسی کے سر سے منہ تک ہاتھ پھیر کر اپنی کنپٹیوں پر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں رکھ کر چٹخانا۔

بنج (فت ب، ن) بیاہ شادی، رشتہ ناتا، اصل معنی لین دین، بیوپار۔

بویں بھؤیں کا بگاڑ، مثلاً بویں فرزند کے۔

(فت ب، و مج ن غنہ)

بور (و مع) گیہوں، پھلوں یا بیجوں کا خشک چھلکا (بور کے بڑے اور لڈو مشہور ہیں)۔

بوغ بند (و مج) بڑا بغچہ، گٹھڑی باندھنے کا کپڑا۔

بھٹ (فت بھ) چولھے کی سوختہ راکھ کی پپڑیاں۔

بہنگی (فت، ب، بروزن مہنگی) بوجھ لے جانے کی ایک ڈولی۔ ایک لمبے بانس کے دونوں سروں پر رسیوں کے سہارے بوجھ رکھنے کے لیے ترازو کی طرح بڑے بڑے چھینکے سے بندھے ہوتے ہیں۔

بھانڈ (سکن ن) ناچ گانا اور مسخراپن کرنے والا شخص یا ان کا طائفہ۔

بیوری (ی مع) بیوی کا بگڑا ہوا تلفظ۔

بیساکھ (ی مج بہ فت) گرمی کے موسم کا ایک ہندی مہینہ جو اپریل اور مئی کے لگ بھگ ہوتا ہے۔

بانک (ن غنہ) ایک قسم کا زیور جس کو ہندو عورتیں پاؤں میں اور مسلمان عورتیں بازوؤں پر باندھتی ہیں ایک قسم کی چوڑی جو عورتیں کلائی میں پہنتی ہیں۔

بجھیرا (ی مع) لکڑی کا صراحی دان۔

بھوڑہ (فت ب وج) برات کے دن دلہن کے ساتھ جو کھانا دولہا کے گھر بھیجا جاتا ہے۔

بکھیر (فت ب، ی مج) شادی کے موقع پر دولہا کے سر سے روپے پیسے نچھاور کرنا۔

بھگیتا (ی مع) بھانڈوں کا ایک فرقہ۔

بانسا (ن غنہ) ناک کی ہڈی۔

بلاق (ضمہ ب) جو دونوں نتھنوں کے بیچ میں پہنا جاتا ہے۔

بھنڈیلا (ی مج) بھانڈ کی تصغیر، گانے اور ناچنے والا۔

بھج بند (ضمہ بھ) بازو بند بھج: کہنی کے اوپر کا حصہ۔ زیور کا نام۔

(پ)

پاتراب (ضمہ ت) سفر کی پہلی منزل کے طور پر، نیک ساعت میں ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلا جانا۔

پالکی (سکن ل) لکڑی کی بنی ہوئی صندوق نما چھت اور پردے والی سواری جس کے آگے پیچھے ڈنڈے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس میں کئی سواریاں بیک وقت بیٹھ سکتی ہیں اور کئی آدمی مل کر اٹھاتے ہیں۔

پائنتی (ضمہ ن غنہ) چارپائی یا بستر کا نچلا حصہ جس طرف پاؤں پھیلاتے ہیں۔ سرہانے کی ضد۔

پپڑیاں بندھنا ہونٹوں کا پیاس کی شدت سے خشک ہو جاتا ہے۔

پٹکا (فت پ، سکن ٹ) دوپٹہ جو کمر پر باندھا جاتا ہے۔

پٹارا (کس پ) بانس یا لکڑی کا بنا ہوا ڈھکنے والا ٹوکرا۔

پٹاؤ (فت پ) وہ تختہ یا پتھر جو قبر یا کسی اور چیز کو اوپر سے ڈھکنے کے لئے ہو۔

پٹلیا (ضمہ ب، فت ٹ، سکن ل) چھوٹی گٹھری یا پوٹلی۔

پرچھانواں (ن غنہ) آسیب یا بھوت پریت کا سایہ، اثر، خلل۔

پٹریاں جھولا جھولنے کی لکڑی کی تختیاں جن کے دونوں سروں پر کٹاؤ ہوتے ہیں جن میں رسّی پھنسی رہتی ہے۔

پڑوتا۔ چوتھی پشت میں بیٹا اپنے پردادا کا پڑوتا ہوتا ہے۔

پشواز لہنگا جس کی کلیاں آگے سے کھلتی ہیں۔

پلنگ کو لات مار کر زچگی سے صحت پانا۔ کھڑا ہونا

پنجیاں (فت پ، سکن ن، کس ج) پانچ شاخوں یا بتیوں والی بانس کی مشعل۔

پوتڑا (و مج) تکونا کپڑا جو شیر خوار بچوں کے کولھوں پر باندھا جاتا ہے تاکہ نیچے کا نہالچہ وغیرہ گندا نہ ہو۔

پھاندیاں (ن غنہ کس د) گنّے کے بندھے ہوئے مٹھے

پھلیل (ضمہ پھ ی مج) پھولوں کا خوشبودار تیل۔

پھلروا ہے پھول جیسے خوبصورت، ننھّے منّے۔

پیش رفت نہ گئی اپنے قابو یا بس کی بات نہ تھی۔

پیش قبض (ی، ج، سکن ب) خنجر، کٹار

پیٹی (ی مج) دھات یا لکڑی کی بنی ہوئی صندوقچی، نیز صندوق۔

پیٹیاں (ی مج، کس) شیشے یا ابرک کی چھوٹی چھوٹی جامدانیاں یا صندوقچیاں،

پرا باندھنا قطار میں کھڑا ہونا۔

پاتر (ضمہ ت) رنڈی، بیسوا، قحبہ۔

پاؤں پھیرنے جانا (۱) حاملہ دلہن کا پہلوٹھی کے حمل میں زچگی سے پہلے ماں باپ کے ہاں جانا۔

(۲) زچگی کے بعد چلّہ نہا کر بچے کو لے کر ماں باپ کے ہاں جانا۔

(۳) ہندو عورتوں کا شادی کے دوسرے روز ماں باپ کے گھر جانا

(ت)

تمتیڑا (فت ت) پانی گرم کرنے کی گھڑیا۔

تڑت کا بچہ نو مولود نیز وہ بچہ جو معمولی تکلیف کے بعد پیدا ہو جائے۔

تگہ (فت ت، شد گ) (صحیح اٰتکہ) انا یا دایہ کا خاوند۔

تامی (فت ت) ایک قسم کا ریشمی کپڑا۔

توشہ (و مج، فت ش) مسافر کا راستے کا کھانا، مردے کی روٹی یعنی جو اس کے نام پر خیرات کی جائے۔

تورا (و مج) مختلف کھانوں کا خوان۔

تھئی تھئی تال اور سم کے ساتھ ناچ۔

تیج (ی مج) ہندوؤں کا ایک مشہور تہوار جو ساون کی تیسری کو منایا جاتا ہے

تصرفی رتھ (فت ت ص، شد، ضم ر) عام دنوں میں سواری میں کام آنے والا رتھ۔

تخت کی رات شب زفاف، دولہا دلہن کے ملنے کی رات۔

ترئی (ضم ت، فت ر) بگل، بھونپو، نرسنگا۔

(ٹ)

ٹاٹ بافی جوتی　　زری اور کلابتو کی کام دار جوتی ۔
ٹٹیاں (پھولوں کی) شادی بیاہ کے موقع پر بانس یا سرکنڈوں کا ایک تخت رواں تیار کیا جاتا تھا جس کو پھولوں وغیرہ سے سجاتے تھے۔ اس پر باجے تاشے والے بیٹھ کر نوبت بجاتے تھے۔
ٹٹھریاں (ٹیٹریاں) ایک کھلونا جس پر جھلی منڈھ کر اور پتلے سرکنڈے کے ساتھ باندھ فت ط، سکن ٹھ) کر چکر دیتے ہیں۔ اس سے ٹرٹر کی آواز نکلتی ہے۔ اس کا مذکر ٹرو ہے۔
ٹکلیوں دار (کس ٹ، سکن ک) مُبند کی دار
ٹونا (و مج) جادو
ٹونا بنانا (و مج) گیت سے مسحور کرنا۔
ٹوٹکا (و مج، سکن ٹ) کسی مرض کا علاج یا اپنی مراد حاصل کرنے کا سفلی یا وہمی عمل۔
ٹھلیاں (کس ٹھ) مٹی کی چھوٹی گھڑیاں بے پیندے کی۔
ٹھاٹر بندی　　روشنی کی ٹٹیوں کا باندھنا۔
ٹیپ ٹاپ (ی مع) بھڑک آرائش، زیبائش، ظاہری، بناوٹ، تکلف۔
ٹھیکرا (ی مع) مٹی کی ٹوٹی ہوئی کونڈی جس میں آنول نال وغیرہ رکھ کر زمین میں دبایا جاتا ہے۔
حیان جوان عورتیں　　(محاورہ) مراد جوان عورتیں۔
جامدانی　　صحیح جامہ دانی، لوغ بند نیز شیشے، کاغذ یا ابرک کی صندوقچی جس میں محرم کے دنوں میں گوٹا بھر کے رکھتے ہیں۔
جچا گیریاں یا زچہ گیریاں (ی مع) زچگی کے وقت کے گیت۔

جگت سلونا (فت ج) جسے سب پسند کریں۔
جی جم سلامتی سے، بخیر و عافیت (عورتوں کی بول چال کا کلمہ)
جنیو (ی، مج) زنار، وہ ڈورا جو ہندو گلے میں بدھی کی طرح ڈالے رہتے ہیں۔
جوک (جونک) (و مج، ن غنہ) ایک خون پینے والا کیڑا جسے جسم کا گندہ خون نکلوانے کے لیے جسم پر لگواتے ہیں۔ جب تک جونک کا پیٹ خون سے نہ بھر جائے وہ جسم سے علیحدہ نہیں ہوتی۔
جھولیں (و مع) وہ کپڑا جو جانوروں کے اوپر ڈالا جاتا ہے۔
جھنڈولا (فت جھ، و مج) نوزائیدہ بچہ جس کے سر پر پیٹ کے بال ہوں۔
جیجی (ی مع) بہن (عموماً ہندوانی)۔
جیوڑا (ی مع، سکن و) جی کی تصغیر، دل۔
جیٹھ (ی مج) (۱) خاوند کا بڑا بھائی۔
(۲) ایک ہندی مہینے کا نام جو مئی جون کے قریب ہوتا ہے۔
جیگڑ (ی مع) ٹھلیا، پانی کا گھڑا۔
جی چلنا خفقان، گھبراہٹ ہونا۔
جوگنی (و مج) علم نجوم جاننے والی عورت۔

(چ)

چھاتی توڑنا (دشمن کی) (دشمن کو) پامال کرنا
چٹے بٹے (فت چ، شدٹ، فت ب) بچوں کی لکڑی کے کھلونے، لٹو کی طرح کے جن میں کوڑیاں بندھی ہوتی تھیں۔
چراغی (کس چ) وہ نذرانہ جو کسی مزار یا متبرک مقام پر دیا یا چڑھایا جاتا ہے۔
چڑھاوا (فت چ) نذر نیاز کی رقم اور وہ زیور اور نقدی جو منگنی یا شادی پر

لڑکے والے لڑکی کو دیتے ہیں۔

چکنی ڈلی (کسر چ، فتح ڈ) دودھ میں پکا کر چکنی کی ہوئی چھالیہ۔

چکلیاں (فتح چ، سکن ک، کسر ت) گول مٹول بٹیاں یا بڑی بڑی ٹکیاں۔

چنگیر دان پھولوں کی تھالی۔

چنور (ن غنہ، بروزن کمر) مور کے پروں یا بالوں کا لمبا گچھا جس سے مکھیاں اڑاتے ہیں۔

چوب دار (و مج) نقیب، دربان، عصا بردار۔

چوگھڑا (فتح چ، سکن و، فتح گھ) چار خانوں والا ظرف، عطردان کی طرح کا جس میں شیشیاں رکھی جاتی تھیں نیز ایک مٹی کا کھلونا جس کی چار کلھیاں آپس میں جڑی ہوئی ہوتی ہیں، اور کبھی کبھی نمکدان کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

چوتہ (و مج بفت، فتح ت) چارتہ والا، چارتہ کیا ہوا۔

چوبیں شامیانے کی لکڑیاں، چوبے کی جمع لکڑی کی میخیں۔

چونچلا (و مج، ن غنہ) ناز، نخرہ۔

چوانا (فتح چ و) ٹپکانا (پانی منہ میں ڈالنا)۔

چھوچھو (و مع) بچوں کی چھی چھی اور پوتڑے دھونے والی۔

چھی چھی بچوں کا بول و براز۔

چہرہ مہرہ (کسر چ، ضمہ م) ناک کا نقشہ، صورت، خدوخال۔

چھب تختی (فتح چھ) جسم کی خوبصورتی خوش وضعی۔

چھوچھک چھٹے کی رسم۔

(و مع، فتح، چھ)

چھوت (و مع) ناپاک آدمی کا سایہ۔
چھپر کھٹ (فت، چھپ، فت کھ) دلہن کی مسہری جس پر خوشنما کپڑے کی چھت اور پردے ہوتے ہیں۔
چھنگلیا (ضمہ چھ، ان غنہ، فت گ) ہاتھ پاؤں کی سب سے چھوٹی انگلی۔
چٹکی پاؤں میں پہننے کا چھلا۔
جو گھڑا الائچی دانوں سے بھری ہوئی عمدہ قسم کی الائچی۔
چالا دیکھنا سفر کی مبارک گھڑی کے لئے فال لینا۔

(ح)

حب رنگ (ضمہ ح) من بھاونا رنگ، خوبصورت۔
حصہ بخرہ (فت ب) تحفے کے طور پر کھانے پینے کی چیزوں کا لین دین۔
حلال خوری جھاڑو دینے والی بھنگن، حلال خور کی بیوی۔
حنائی (کس ح) سرخ، مہندی کے رنگ کا۔

(خ)

خاص تراش حجام، خط بنانے والا۔
خاصدان گلوری دان، پان رکھنے کی ڈھکنے دار تھالی۔
خاصگی رتھ وہ رتھ جو بادشاہوں اور امیروں کے استعمال میں آئے۔
خرقہ (کس خ) درویشوں کی کملی، گدڑی، پیوند لگا ہوا لباس اور مردے کی کفنی۔
خطمی خیرو کے پھول۔
خوانچہ (عطر کا) عطر دان۔

(د)

لڑکے والے لڑکی کو دیتے ہیں۔

چکنی ڈلی (کسر چ، فت ڈ) دودھ میں پکا کر چکنی کی ہوئی چھالیہ۔

چکلیاں (فت چ، سکن ک، کس ت) گول مٹول بٹیاں یا بڑی بڑی ٹکیاں۔

چنگیر دان پھولوں کی تھالی۔

چنور (ن غنہ، بروزن کمر) مور کے پروں یا بالوں کا لمبا گچھا جس سے مکھیاں اڑاتے ہیں۔

چوب دار (و مج) نقیب، دربان، عصا بردار۔

چوگھڑا (فت چ، سکن و، فت گھ) چار خانوں والا ظرف، عطردان کی طرح کا جس میں شیشیاں رکھی جاتی تھیں نیز ایک مٹی کا کھلونا جس کی چار کلھیاں آپس میں جڑی ہوئی ہوتی ہیں، اور کبھی کبھی نمکدان کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

چوتہ (و مج بفت، فت ت) چارتہ والا، چارتہ کیا ہوا۔

چوبیں شامیانے کی لکڑیاں، چوبے کی جمع لکڑی کی میخیں۔

چونچلا (و مج، ن غنہ) ناز، نخرہ۔

چوانا (فت چ و) ٹپکانا (پانی منہ میں ڈالنا)۔

چھوچھو (و مع) بچوں کی چھی چھی اور پوتڑے دھونے والی۔

چھی چھی بچوں کا بول و براز۔

چہرہ مہرہ (کس چ، ضم م) ناک کا نقشہ، صورت، خدوخال۔

چھب تختی (فت چھ) جسم کی خوبصورتی خوش وضعی۔

چھوچھک چھوچھک کی رسم۔
(و مع، فت، چھ)

چھوت (و مع) ناپاک آدمی کا سایہ۔
چھپر کھٹ (فت، چھپ، فت کھ) دلہن کی مسہری جس پر خوشنما کپڑے کی چھت اور پردے ہوتے ہیں۔
چھنگلیا (ضمہ چھ، ن غنہ، فت گ) ہاتھ پاؤں کی سب سے چھوٹی انگلی۔
چٹکی پاؤں میں پہننے کا چھلّا۔
جو گھڑا الائچی دانوں سے بھری ہوئی عمدہ قسم کی الائچی۔
چالا دیکھنا سفر کی مبارک گھڑی کے لئے فال لینا۔

(ح)

حب رنگ (ضمہ ح) من بھاونا رنگ، خوبصورت۔
حصہ بخرہ (فت ب) تحفے کے طور پر کھانے پینے کی چیزوں کا لین دین۔
حلال خوری جھاڑو دینے والی بھنگن، حلال خور کی بیوی۔
حنائی (کس ح) سرخ، مہندی کے رنگ کا۔

(خ)

خاص تراش حجام، خط بنانے والا۔
خاصدان گلوری دان، پان رکھنے کی ڈھکنے دار تھالی۔
خاصگی رتھ وہ رتھ جو بادشاہوں اور امیروں کے استعمال میں آئے۔
خرقہ (کس خ) درویشوں کی کملی، گدڑی، پیوند لگا ہوا لباس اور مردے کی کفنی۔
خطمی خیرو کے پھول۔
خوانچہ (عطر کا) عطردان۔

(د)

دامن تلے ڈھانکنا اپنی حمایت میں لینا ، بیٹی دے کر عزت بخشنا ۔

دان جہیز ، بخشش ، عطا ۔

ددھیال (فت سکن دھ) باپ کی طرف کے رشتے دار ۔

دمامے (فت د) نقارے ، دھونسے جو لکڑی کی چوبوں سے بجائے جاتے ہیں ۔

دن لگنا گھمنڈ ہونا ، نخوت و غرور پیدا ہونا ۔

دوجیا (ومع ، کس ی) حمل سے ہونا ، امید سے ہونا ۔

دوب (ومع) ہری ہری نرم گھاس ۔

دودا (ومع) پیار کے لہجے میں دودھ کو دودا کہتے ہیں ۔

دودھ کا رشتہ سگا رشتہ ۔

دوہر دوہری چادر ، دولائی ۔

دھوک دھیا (ومع) غل غپاڑہ ۔

دھنک (فت دھ ، ن) پتلا گوٹا ، ایک قسم کی اوڑھنی ، قوس قزح ۔

دھیلا (ی مج) آدھا پیسہ ۔

دیورانی (ی مج) شوہر کے چھوٹے بھائی کی بیوی ۔

دلدا بیش گیر (فت د) چھپر کھٹ کے آگے کھڑا کرنے کا چھوٹا سائبان گیرا

دونا (ومج بفت) ڈھاک کے پتوں کو موڑ کر بنایا ہوا پیالہ جو شیرینی وغیرہ کے لئے استعمال میں آتا تھا ۔

دلیا (ی مج) مردے کی دوسرے برس کی فاتحہ

ڈ

ڈولا (ومج) محافہ ، میانہ ، ایک قسم کی گول پالکی ۔

ڈولی (ومج) ہلکی پردے دار سواری ، آگے پیچھے بانس ، ان کے بیچ میں

لٹکی ہوئی پردے پڑی ہوئی چھتری دار کھٹولی جسے کہار کاندھوں پر
لے جاتے ہیں۔

ڈولا کس دینا — رخصت کر دینا۔

ڈومنی (و مج) — ڈوم کی بیوی، پردہ دار عورتوں میں ناچنے گانے والی عورت۔

ڈھائی پونی (و مع) — کاتی ہوئی روئی کا کچا ڈھائی تار۔

ڈہکا ڈہکا کر (فت ڈ سکن ھ) — ترسا ترسا کر، کسی چیز کو دکھا کر خود لے لینا اور دوسرے کو نہ دینا۔

ڈھاٹا — مردے کے منہ پر باندھنے کا کپڑا

ڈھول چھاپنا — ڈھول کی بیچ کی سطح پر کالا رنگ چڑھانا

(ذ)

ذات الجنب — پسلی کا درد۔

(ر)

رتھ — ایک قسم کی پالکی جس کی چھت برجی نما ہوتی ہے اور اس کو بیل کھینچتے ہیں۔

رخصتانا — رخصت کے وقت کا انعام۔

روگ کاٹنا — علت، بیماری سے نجات دینا۔

روشن چوکی — باجے والوں کی چوکی، خاص طور پر ان چار آدمیوں کا ٹولہ جو دولہا یا بادشاہ کی سواری کے ساتھ نفیری طبلہ اور مجیرے بجاتے ہوئے چلتے ہیں۔

روٹی کرنا — شادی اور غمی کے مواقع پر کھانا کھلانا۔

روٹ (و مج) — بڑی روٹی، ٹکڑا۔

رہٹ (فت ر، ہ) چرخ، دولاب جس کے ذریعے پانی کنوئیں سے باہر کھینچا جاتا ہے۔

راکھی رنگین پھول دار ڈورا جو سلونو کے تہوار پر ہندو عورتیں بھائیوں کی کلائی پر باندھتی ہیں۔

رولی (و مج) ایک سرخ مرکب چیز جس سے ہندو تلک لگاتے ہیں۔

(ز)

زردہ زعفران پڑے ہوئے میٹھے چاول، پان میں کھانے کا تمباکو۔

(س)

ساسو (و مع) ساس، خوش دامن۔

سپاٹ (فت س) برابر، ہموار۔

ست نجا (فت س، سکن ت، فت ن) سات قسم کا ملا ہوا اناج۔

ست پوتا (و مع) سات بیٹوں والا۔

ستوانسا (ن غنہ) حمل کے ساتویں مہینے کی رسم۔

سٹھورا (فت س، و مج) وہ حلوہ جو سوجی، سونٹھ، گوند، اور میوہ وغیرہ ڈال کر زچگی کے بعد زچہ کو کھلایا جاتا ہے۔

سٹاسٹ سٹراسٹر، لگاتار۔

سجی (فت س، شد ج) ایک قسم کی کھار جو اسی نام کے پودے کی راکھ سے بنائی جاتی ہے۔

سدھوریا سڈھورا (فت س و مج) وہ سات طرح کا پکوان، ترکاریاں یا میوہ جو ستوانسے میں دلہن کے میکے کی طرف سے سسرال بھیجا جاتا ہے، ترکاری

اور میووں سے دلہن کی گود بھری جاتی ہے۔

سلامی یا سلام کرائی وہ نقدی جو دلہن کے ماں باپ یا رشتے داروں کی طرف سے دولہا کو بوقت رخصت دی جاتی ہے۔

سمدھن (فت س سکن م، فت دھ) دولہا اور دلہن دونوں کی مائیں آپس میں سمدھن کہلاتی ہیں۔ یہ لفظ اصل میں سم بندھن سے بنا ہے۔

سنگوٹیاں (کس س، ن غنہ) وہ غلاف یا پیتل وغیرہ کا خول جو بیلوں کے سینگوں پر حفاظت اور خوبصورتی کے لئے چڑھا دیتے ہیں۔

سنّتیں ختنہ۔

سن مکھ (فت س ضم م) روبرو، منہ در منہ، کھلم کھلا۔

سوزنی (و مج) وہ بستر جس میں پتلی پتلی روئی بھر کر سوئی سے بیل دار یا لوزانی تگندے ڈالے جاتے ہیں۔

سواری اتروانا مہمان عورتوں کو ڈولیوں یا گاڑیوں میں سے اتروانے کے لئے آنا۔

سونٹا (و مج، ن غنہ) سونٹھ بادام وغیرہ کو گھوٹنے کا لکڑی کا ڈنڈا جو بالعموم نیم کی لکڑی کا ہوتا ہے۔

سوہا جوڑا (و مج) سرخی مائل کسمبی رنگ کا جوڑا۔

سوبھا سندرتا، خوبصورتی، ٹھاٹ، باٹ، رونق۔

سوڑ یا سوہڑ (ضم س، و مج) نفاس، زچگی کی ناپاکی۔

سہاگن سو اور بھاگ سے مل کر بنا ہے، سو معنی خوش، بھاگ معنی نصیب یعنی وہ خوش نصیب عورت جس کا شوہر زندہ ہو۔

سیانی ہوشیار۔

سیج بند (ی مج) پلنگ کی چادر کو پایوں سے باندھنے کی ڈوری۔

سیتلا کے کھاجے (ی،مع) : چیچک کے مریض شیر خوار بچے جن کے زندہ رہنے کی بہت ہی کم امید ہوتی ہے۔

سگن (فت س،گ) شگون۔

سونا جھونا جھونا تابع مہمل۔ سونے کے زیور۔

سبودان (ضمہ س، و مع) ٹھلیا کا ڈنڈی دار مسی سرپوش۔

ست کولے (و مج) کوریا کول ہندی میں لقمے کو کہتے ہیں۔ مراد دولہا اور دلہن کو کھیر کے سات سات نوالے کھلانا۔

ساچق (فت چ) اس ترکی لفظ کے مختلف املا ہیں یعنی ساچاق، سچق، ساچق، لیکن ساچق (کس چ) زیادہ صحیح ہے۔ جدید ترکیہ میں اسی لفظ کا تلفظ ساچی اور ساچیغ بھی کیا جاتا ہے اس کا مصدر ساچاق ہے۔ جس کے لغوی معنی بکھیرنا، پھیلانا، نچھاور کرنا اور نثار کرنا ہیں۔

(ش)

شاہ ٹیم ٹیا (فت ٹ شدی) ناچنے گانے والوں کی ایک جماعت۔

شبینہ جوڑا رات کو سوتے وقت پہننے کا لباس۔

شترنجیاں یا شطرنجیاں دری جس پر اکثر شطرنج کے سے خانے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

شملہ (فت ش) کاندھے یا سر پر ڈالنے کی شال، ایک قسم کی دستار نیز عمامے کا دنبالہ۔

شمشیر بند طلائی پیٹی جس میں شمشیر یا پیش قبض وغیرہ لگاتے ہیں۔

شیرنی (ی،مع) نیز شیرینی، بمعنی مٹھائی۔

شرع تورے والے شرع کے سختی سے پابند۔

(ص)

صعوبت — سختی، دشواری، مشکل، تکلیف۔

(ط)

طباق — بڑی رکابی، تھال، تسلا۔

طبل — بڑا ڈھول۔

طرّہ — پھولوں کی لڑیوں کا بنا ہوا وہ گچھا جو دولہا کے کان پر لٹکایا جاتا ہے۔

طشت چوکی — بول و براز کا برتن لگن کی شکل کا جو لکڑی کی چوکی نما کھاٹی کے نیچے رکھا جاتا ہے۔

طعنے مہنے (کس م) — جلی کٹی باتیں، آوازے، توازے، چھیڑ چھاڑ۔

(ع)

عہد نامہ — تحریری معاہدہ، ایک مخصوص دعا نامہ جو امید بخشش کے طور پر مردے کی قبر کے اندر یا باہر طاقچہ بنا کر رکھ دیتے ہیں۔

علی بند — زیور کی ایک قسم جسے عورتیں کلائی پر اور ہاتھوں کی انگلیوں میں بھی پہنتی ہیں۔ ایک قسم کا تعویذ جو جادو کے اثر کو زائل کرتا ہے۔

علیٰ ہذا — علیٰ ہذا القیاس کی تخفیف یعنی اس قیاس پر (ہذا کا تلفظ ہاذا = یہ)۔

عوام کالانعام (فت ک، سکن ل) — عام لوگ جو مثل مویشیوں کے شمار ہوں۔

(غ)

غوری — تانبے کی کنگورے دار رکابی۔

(ف)

فصد کھولنا، لینا — رگ سے خون لینا، نشتر زنی

فی سبیل اللہ — خدا کی راہ میں، خدا کے نام پر۔

(ق)

قبا — دوہرا روئی دار سینہ کھلا ہوا جامہ۔

قبر ماہی پشت — وہ قبر جو دونوں طرف سے ڈھلوان سرہانے کی طرف سے اونچی اور پاؤں کی طرف پتلی ہوتی ہے۔

قبر جھنکانا — موت یا قبر میں جانے کا وقت یاد دلانا۔ زچگی سے قبل زچہ کے پلنگ کا سرہانا جانب شمال اور پائنتی جانب جنوب کرنا۔

یاری نہیں دیتا — (یاری = مدد ساتھ) "قلم یاری نہیں دیتا" لکھا نہیں جاتا۔

قل (ضمہ ق) — لفظی معنی "کہہ" سورہ اخلاص، سورۂ ناس، سورۂ فلق اور سورۂ قل یا ایھا الکافرون سے مراد ہے جنہیں چاروں قل بھی کہتے ہیں۔

(ک)

کابین نامہ (کس، ب ی مع) بروزن آئین — مہر نامہ، وہ کاغذ جس پر مہر کی رقم اور اقرار و مدار لکھا جاتا ہے۔

کاجو بھوجو (ضمہ ج و مع) ضمہ بھ و مج ضمہ ج، و مع) نازک کمزور، دکھاوے کا، ظاہر میں خوش نما اصل میں کمزور۔

کاجل پاڑنا — چراغ کی لو کی کالک کسی چیز پر جمانا۔

کان بندھا (فت ب، ن غنہ) کانوں میں زیور پہننے کے لئے سوراخ کرنے والا۔

کرچ (کس گ ر) ریزہ، ذرّہ۔

کسنا (فت ک) پٹاری کا غلاف، بقچہ بند، گٹھڑی باندھنے کا ڈوری کسا ہوا کپڑا۔

کلاوہ (فت ک) سرخ اور زرد رنگ کا گنڈے دار رنگا ہوا کچا سوت جو بیاہ شادی میں ٹھلیوں وغیرہ پر باندھتے ہیں۔

کلس براجنا — کلس معنی قبہ، گنبد کے اوپر کی کلغی، براجنا معنی دکھائی دینا۔

کلسی — کلغی

کلیاں — کپڑے کے تکونے ٹکڑے جو کرتوں اور پاجاموں میں لگائے جاتے ہیں۔

کنچنیاں (فت ک، سکن ن، چ کس ن) ناچنے گانے والی پیشہ ور عورتیں۔

کنول — ایک سرخ کاغذ یا ابرق کا پھول یا شیشے کا ظرف جس میں موم بتی یا شمع روشن کرتے ہیں۔

کوٹ (و مج) قلعہ

کوزہ (و مع) مصری کا گول گول ڈلا۔

کونڈا (و مع) نیاز نذر کی چیزوں کے لئے مٹی کا بڑا ظرف۔

کھانچیاں (ن غنہ، کس چ) بانس کی کھپچیوں کے بنے ہوئے بڑے بڑے جالی دار ٹوکرے۔

کھپچی (فت کھ، پ مشدد چ) بانس کے پتلے اور چوڑے چرے ہوئے ٹکڑے۔

کھجلے (فت ک، سکن ج) ایک مشہور پرت دار، کراری مٹھائی۔

کھم (فت کھ) تھم، ستون، بلی۔

کھیس (ی مج) اوڑھنے یا بچھانے کے لئے موٹی بناوٹ کی چادر۔

کھنکڑیاں (ن غنہ، سکن ک) ایک قسم کے پاپڑ، کراری پوریاں یا مٹھریاں۔

کھیلیں (ی مع ی مج) بھنے اور کھلے ہوئے چاول جن پر مٹھاس چڑھی ہوئی ہوتی ہے۔

کیسہ (ی مع) تھیلی، یہاں مراد وہ کپڑے کی تھیلی جسے ہاتھ میں پہن کر مردے کا جسم دھوتے ہیں۔

کھانچا (ن غنہ) جھاؤ کا بنا ہوا سرپوش کی قطع کا ایک ڈھکن جو کھانوں کے خوان پر رکھا جاتا ہے۔

کونڈی (و مع) مٹی کا چھوٹا پیالہ

کرڈوی روٹی یا کرڈوی کھچڑی — حاضری کا کھانا جو رشتہ داروں کی طرف سے مرحوم کے گھر میں بھیجا جاتا ہے

گ

گاجر کی پینڈی گلاب کا پھول دہلی میں زیادہ تر "گلاب کی جگہ" "گل خیرو" بولتے تھے۔

گت بنانا ایسا خراب حال کرنا کہ لوگ اس پر ہنسیں۔

گدبد (فت گ، ب) ایک کے اوپر دوسرے کا گرنا۔

گرمنی گھوڑے کی گردن پر ڈالنے کا کپڑا۔

گردا (کس گ ہ) حلقہ، چکر۔

گڑیا سنوارنا غریب آدمی کا حسب حیثیت بیٹی کو جہیز دینا۔

گڑا بھیلی گڑ کی چکتی۔

گنڈے (فت گ، سکن) چار کوڑیوں کا ایک گنڈا ہوتا ہے۔

گوٹا کناری (و مج) چاندی سونے کی بنی ہوئی لیس اور پھول۔

گوشوارہ آویزہ، کان کا بندا۔

گھنٹے میں بیٹھی ہوئی رگ و پے میں سرایت کی ہوئی۔

گھنگھنیاں (ضمہ گھ، ن غنہ، سکن گھ) ابلے ہوئے نمکین چنے، جوار یا ابلی ہوئی گیہوں۔

گھوڑی (و مج) قینچی نما کھپچی کا بنا ہوا آلہ جو ختنہ کرنے والے جراح استعمال کرتے ہیں۔

گھیتلی (ی مج) زنانہ جوتی جو آگے سے اوپر کی طرف زیادہ مڑی ہوئی ہوتی ہے۔

گھڑونچی (فت گھ، و مج بفت ن غنہ) لکڑی کا چوکھٹا جس پر مٹکے رکھے جاتے ہیں۔

گئو (فت گ، و مع) اصل معنی گائے، یہاں مراد گائے کی طرح تابع اور

فرماں بردار ۔

گنگا جمنی — سنہری کو پہلی ۔

گرہ گوچر (و مع) — گرہ ، ہندو علم جوتش کے مطابق نو سیارے ، گوچر علم جوتش کا عامل ، نیک و بد ساعت بتانے ۔

(ل)

لاڈو — عزیز ۔ پیاری بیٹی یا دلہن ۔

لپ بنوانا — دونوں ہاتھوں کو ملا کر پھیلوانا ۔

لچھمی چلی — خوش نصیب ، دولت مند بیٹی رخصت ہونے لگی ۔

لٹکن — گھڑے رکھنے کی گھڑونچی ۔

لگنی — پان رکھنے کا برتن جو عموماً پاندان کے اندر رکھا ہوتا ہے ۔

لگن — منہ دھونے کا طشت

للنا — پیار سے بچّے کو للنا کہا جاتا ہے ۔

لٹ — چند بالوں کا مجموعہ ، لڑ ۔

للہ — خدا کے واسطے ، خدا کے نام ۔

(م)

مانی — بچوں کو کپڑے پہنانے والی ۔

مان گون — اصل میں مان گمان ہے ۔ معنی چاؤ چونچلا ، ناز ، نخرہ ۔

مبادرت — جرائت ، بیباکی ، دلیری ۔

مبرم — وہ چیز جس کا ہونا یقینی ہو ۔

مجاز — بااختیار ، مختار ۔

مجرا — ناچ گانا جو بطور سلام امرا کے روبرو یا بیاہ شادی میں کیا جاتا ہے ۔ سلام ، آداب ۔

مونڈن (و مع) بال مونڈنا۔

مرمرے بھنے ہوئے پھیکے چاول۔

مرفہ (فت م، سکن ر) ڈھول طبل وغیرہ۔

مردہ شو (و مع) مردوں کو نہلانے والے۔

مسلمانی رسم ختنہ۔

مسی (ضم م) دانتوں پر پھیرنے کا باریک سفوف جس کا جزو اعظم تانبا ہے۔ مازو پھل، لوہ چون اور طوطیا سے تیار کیا جاتا ہے، دانتوں پر ملنے سے سیاہ ریخیں جم جاتی ہیں۔ سنگار کی اشیار میں ہے۔

مستک (فت م، ت) ہاتھی کی پیشانی، ماتھا۔

مسند (فت م) لغوی معنی تکیہ، مکلّف امیرانہ گدی جس کے دونوں پہلوؤں میں تکیے ہوتے ہیں۔

مسیں بھیگنا مونچھوں کے روئیں نکلنا۔ سبزہ آغاز ہونا۔

مشعل (کس م) شمع، مراد موٹا فلیتہ۔

مشجر (ضم م، شدج) پھول دار کپڑا۔

معجل (ضم م، فت ع شدج) دست بدست، ہاتھوں ہاتھ، عند الطلب مہر جو نکاح کے وقت واجب الادا ہو۔

مقنعہ (کس م، سکن ق فت ن) برقع، نقاب، گھونگٹ، مقنع۔

مقیش (ضم م، ی مج بفت) نقرئی یا زری کا بادلہ۔

مکروہات دنیوی مخمصے، بیہودہ رسوم، گھناؤنی چیزیں۔

ملیدہ گیہوں یا باجرے کی روغنی روٹی کو چور کر شکر یا چینی میں

ملا کر بنائی ہوئی میٹھی چیز۔

مولودی — پیدائشی۔

مناکحت (فت ک) ازدواج، عقد، نکاح۔

منسوب — متعلق، جس سے نسبت یا منگنی ہوئی ہو۔

مندیل (فت م، سکن ن، ی مع) طلائی پگڑی۔

منہاریاں (فت م، سکن ن ھ) چوڑیاں فروخت کرنے اور پہنانے والی عورتیں۔

منصہ (فت م ن، شد ص) جلوہ گاہ، دلہن کے بیٹھنے کی چوکی یا تخت۔

منڈھا (فت م، ن غنہ) دلہن کا رخصتی یا وداعی گیت۔

منڈھا چھوانا (فت چھ) شادی کا شامیانہ کھڑا کرنا۔

موجل (ضم م، شد ج بفت) جس میں مہلت ہو، معجل کا نقیض وہ مہر جو نکاح کے بعد کبھی کیا جائے۔

مہورت (فت م، و مع فت ر) سبھ گھڑی، مبارک وقت۔

میکہ (ی لین) دلہن کے ماں باپ کا گھر۔

مقابلہ (صحیح مقابا) سنگاردان۔

مٹی دینا — بعد دفن قبر پر خاک کی تین مٹھیاں ڈالنا۔ اس کے ساتھ یہ آیت بھی پڑھی جاتی ہے۔ منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃً اُخریٰ

مشاطہ (فت م، شد ش) وہ عورت جو زن و مرد کی نسبت تلاش کرے اور شادی کرائے نیز وہ عورت جو عورتوں کو بناؤ سنگار کرائے۔

(ن)

نال — نومولود بچّے کی ناف کی آنت ۔

نجیب الطرفین — صحیح النسل ماں باپ دونوں کی طرف سے اچھے خاندان والا ۔

نربھاگی (کس ن) — بدقسمت ۔

نشان کا ہاتھی — وہ ہاتھی جو جلوس کے آگے آگے چلتا ہے ۔

نفس امّارہ (فت ا ، شد م) — انسان کی شیطانی صفت ، اصطلاح تصوف میں وہ نفس یا انسانی خواہش جو غیر شرعی باتوں کی مرتکب ہو ۔

نقارہ (شد ق) — دھونسہ ، طبل ، کوس ۔

نم گیرا (ی مع) — وہ کپڑا جو بطور سائبان اوس سے محفوظ رہنے کے لیے پلنگ پر چھت گیری کی طرح لگا دیتے ہیں ۔

ننھیال — ماں کی طرف کے رشتہ دار ۔

نوماسا — ایام حمل کے نویں مہینے کی رسم ۔

نوبت چھاپنا — ڈھول یا طبلے پر منڈھی ہوئی جھلّی کے بیچوں بیچ کالا رنگ چڑھانا ۔

نہرنی (ضم ن ، فت ہ) — چھوٹا ناخن گیر ۔

نیمہ آستین — آدھی آستینوں کی مرزئی ۔

نکسیر (کس ن) — ایک قسم کا زیور جسے عورتیں ناک میں پہنتی ہیں ۔

نیگ (ی مج) — بیاہ میں رشتہ داروں کو دیئے جانے والی نقدی جو بطور حق رسماً دی جاتی ہے ۔

نت نت (کس ن) — نئے نئے ، تازہ بہ تازہ ۔

(و)

وار	باری ۔
وارپھیر	صدقے اور نچھاور کی رقم جو دلہن یا دولہا کے سر سے وار کر کے ڈومنیوں کو دی جاتی ہے ۔
ولی	سرپرست ، وارث ۔
ولنگ	(یار ولنگ ، خوش ولنگ) ولنگ کا صحیح املا " اولنگ " بلکہ زیادہ صحیح " اولونگ ہے " اور صیغہ امر ہے بمعنی ہو ، ہو جاؤ ۔ اصل بول کا ترجمہ ہے : یار ہو ، خوش رہو ، یار ، یار ، یار

(ھ)

ہاتھ پاؤں سے چھوٹنا	زچگی یا بیماری سے صحت پانا ۔
ہرات کا جوڑا	شہر ہرات کے بنے ہوئے کپڑے کا جوڑا ۔
ہفت خوان رستم	مشکل اور پریشانی کی منزلیں ۔ اشارہ ہے ان منزلوں کی طرف جو رستم نے بادشاہ ایران کو قید مازندران سے آزاد کرنے کے لئے سر کی تھیں ۔
ہولر	نوزائیدہ بچّہ ۔
ہوا (ہندو)	بیجا ، لولو ، فرضی بلا جس سے بچّوں کو ڈرایا جاتا ہے ۔
ہودہ	(اصلاً حوضہ) ہاتھی کی کھلی ہوئی عماری ۔
ہیجڑا	زنانہ ، مخنّث ، گویا بھانڈ ۔

(ی)

یار ولنگ	دیکھئے ولنگ ۔

اشارات :

فت = فتحہ، کس = کسرہ، ضم = ضمہ (پیش)، سکن = سکون (جزم) شد = تشدید، وج = مجہول (جیسے گول) یاج = ی مجہول، (جیسے تیل) وج بفت = وج بفتحہ (جیسے حوض) یاج بفت = ی مجہول بفتحہ (جیسے خیر)۔